

DUE DATE

Cl. No. Acc. No.

Late Fine for ordinary books 25 Paise per day. Text Book Re. 1/- per day. Over Night book Re. 1/- per day

جشن نوشیہ آصفیہ نشان

یرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت

علماء امت کا ترجمان اور فارغین نظامیہ کا ماہوار علمی رسالہ

مجلہ نظامیہ

شاہ ابوالخیر کنج نشین مولوی فاضل (نظامیہ) مدیر

محمد وجیہ الدین مولوی کامل (نظامیہ) شریک مدیر

بیمار عزیزہ کی صحت واپس لائیے

اگر وہ سیلان الرحم (لیوکوریا) میں مبتلا ہے تو مسلسل اخراج رطوبات سے اسکی زندگی اور تمام خوشیاں

سیلان الرحم کی تباہ کاریوں سے

آپکی عزیزہ ضعف رحم ضعف اعصاب دل و دماغ کی کمزوری اختناق الرحم درد سر درد کمر دوران سر
اختلاج قلب، اسقاط حمل، بے اولادی، حتیٰ کہ دق کے بخار تک میں مبتلا ہو جائے گی
جسکی وجہ سے وہ اپنے فرائض حیات کی بخوبی انجام دہی سے مایوس و بیکار ہو جاتی ہے

آج کل ۷۵ فیصد عورتیں اس تباہ کن مرض کا شکار ہیں

نسَاکا

اس امر کی ضمانت طمانیت دلاتا ہے کہ آپکی بیمار عزیزہ کو سیلان الرحم اور اس کے تباہ کن اثرات سے نجات دلائے جیسا کہ اس نے بیشمار مریضوں کو صحت و شادمانی سے مسرور کیا ہے ابتدائی صورت میں ایک بکس اور کہنہ صورت والی دو یا تین بکس سے آپ کی عزیزہ ہمیشہ کیلئے سیلان الرحم اور اس کے خطرناک نقصانات سے محفوظ ہو کر نہ صرف فرائض حیات بخوبی انجام دے گی بلکہ اس کے اعضاء تولید میں ایسی اہلیت و صلاحیت بھی پیدا ہو جائیگی کہ استقرار حمل آج ہی اپنی بیمار عزیزہ کیلئے نساکا طلب کیجئے جو ہر بڑے دوا فروش یا ذیل کے پتہ سے ملیگا۔ مفصل کتابچہ معلومات مفت منگوائیے قیمت فی بکس اڑھائی روپیہ۔

نساکا۔ گولیوں کی شکل میں ہے ترکیب استعمال بہت آسان ہے اور ہر نز برد والا استعمال کر سکتا ہے

تیار کردہ۔ ملکی شفاخانہ یونانی ثریا بلڈنگ تھڑ گیٹ حیدرآباد

قیمت سالانہ عیسے ماہوار قیمت بلاشرکت عالی ۴ر
ششماہی عیسے ۸ر **نظامیہ** فی پرچہ ۳ر

جلد (۱) غرہ ذوالحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۲ فروردی ۱۳۴۶ف حیدرآباد دکن عدد (۱)

فہرست

نوٹ

تمام خط و کتابت [illegible] سالانہ زر بنام مہتمم مجلہ نظامیہ [illegible] کتب ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن ہونی چاہیے۔

براہ کرم

مضامین صاف اور واضح خط میں روانہ فرمایا جائے۔

ملنے کا پتہ کتب ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ ۵ [illegible] ۱۳۴۶

ملاحظات

کہنے کو تو سب یہی کہتے ہیں کہ عالم حادث ہے کائنات دنیا فانی ہے۔ انقلاب زمانہ فطری ہے لیکن بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس کی عبرتناکیوں سے سبق حاصل کرنے ٹھوکریں کھا کر سنبھلتے ہیں اور انسان و کائنات عالم کی تخلیق کا صحیح منشا پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں اپنے ماحول پر نظر ڈالیئے۔ یہی نظر آئے گا کہ ہر فرد انسانی ونحن بہم الحیوٰۃ الدنیا کا پورا مصداق بنا ہوا ہے۔

آہ مسلم اس کا معیار گرتا جا رہا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مسلمان تنزل کے غار میں گر کر تحت الثریٰ کو پہونچ چکے۔ کیا سب کے فنا ہونے کے بعد نئی تو میں مسلمان ہوں گی جو اسلام کی بادشاہت قایم کریں گی۔

تمام عالم کے موجودہ مسلمانوں پر نظر ڈالیں تو تین گروہ دکھائی دیں گے :۔

(۱) ایک تو وہ ہے جو ابھی غفلت میں سو رہا ہے اس کو خبر ہی نہیں کہ زمانہ [illegible] بیدار [illegible]

مسلمانوں پر کیا کیا مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ حکومت گئی۔ دولت گئی۔ عزت گئی۔ علم و فن گیا۔ اب دین و ایمان بھی جس سے مسلم مسلم ہے جا رہا ہے۔ لیکن انہیں خبر نہیں۔ شاید انہیں مسیح ہی زندہ کر سکیں تو کر سکیں ورنہ کسی اور سے تو ممکن نہیں۔

(۲) دوسرا گروہ وہ ہے جو بیدار ہے لیکن غفلت و سستی کے باعث بستر سے اٹھا نہیں چاہتا۔ وکیھا سب کچھ ہے بیدار کرنے والوں کی آوازیں [illegible] آ رہی ہیں۔ لیکن یا تو اٹھنا فضل عبث سمجھا گیا ہے۔ یا اٹھنے کی پوری طرح جد و جہد نہیں کرتے۔

(۳) کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو خود زمانے کی ٹھوکروں سے بیدار ہو چکے ہیں۔ آنکھ کھول کر دیکھ رہے ہیں کہ ہم سب سے پیچھے ہیں۔ آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھیوں کو بھی جہاں تک ممکن ہو سکے۔ بیدار بھی کرتے جا رہے ہیں

[illegible] کے بیان سے یہ نہ سمجھ لیا جائے [illegible] غفلت [illegible] ہو نے تک بیدار کرنے [illegible]

پیدا ہی نہیں ہوئے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ لکم متکلم [illegible] جان دینے والے مسلمان ہر وقت ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہے۔ اور انشاء اللہ المستعان آیندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ لیکن یہ سوال جداگانہ ہے کہ ان کی کوشش کس حد تک بارآور ہوئیں اور ان کی صدائیں کہاں تک پہونچیں

اس وقت ہم ایسے برگزیدہ اشخاص میں سے صرف سرزمین دکن کی ایک نامور ہستی کا ذکر خیر کرنا چاہتے ہیں، جس نے اسلام اور ملک و ملت کی خدمت تا دم مرگ دل و جان سے کی۔ مولانا الحاج محمد انوار اللہ المخاطب بخان بہادر فضیلت جنگ سابق صدر الصدور و معین المہام امور مذہبی سرکار عالی کو دکن کا تو خیر بچہ بچہ جانتا ہے مگر ہندوستان و تمام عالم اسلام کے ذی علم ہعصر بھی آپ سے بخوبی واقف ہیں آپ کی علمی خدمات کی شاہد آپ کی تصانیف ہیں۔ آپ نے حیدرآباد میں ایک ایسی علمی فضا کردی تھی جس نے بہت سے دماغوں کو متاثر کردیا تھا کئی ایسے اہل قلم پیدا ہوگئے تھے جو علم و مذہب کی کچھ نہ کچھ خدمت کرتے ہی رہتے تھے اس سلسلہ میں ایک غیر موقت الشیوع رسالہ مقاصد الاسلام کے نام سے شایع کیا جاتا تھا۔ اس میں صرف مولانا علیہ الرحمہ کے اعلیٰ تحقیقی مضامین شایع ہوا کرتے تھے۔ جس نے آخر میں کتابی صورت اختیار کی۔ ان مضامین سے علمی پبلک کو اسقدر دلچسپی ہوئی کہ ان مجموعہ مضامین کے کئی کئی ایڈیشن طبع ہوئے لیکن افسوس ہے کہ وہ رسالہ بعد میں جاری نہ رہ سکا۔

اس وقت ہم مولانا علیہ الرحمہ کے ایک اور زندہ علمی کارنامہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جس نے تمام عالم اسلام میں ہندوستان کے اس چھوٹے سے خطہ ریاست حیدرآباد کو آفتاب کی طرح چمکا دیا وہ مدرسہ نظامیہ ہے اس درسگاہ کی پچھلی تاریخ پر نظر ڈالنے سے بآسانی پتہ لگتا ہے کہ اس دینی جامعہ سے چین، بخارا، افغانستان، ترکی، مصر، عرب، عراق، جاوا، ترکستان، ایران اور ہندوستان کے کم و بیش ہر حصے کے تشنگان علم سیراب ہوچکے ہیں ایک زمانہ تھا کہ اس میں ان ممالک کے طلاب کا ایک جم غفیر تحصیل علم میں مشغول تھا اور مدرسہ کی شہرت ان کو کشاں کشاں حیدرآباد لاتی۔ اور

مولانا علیہ الرحمہ کی خالص اسلامی ہمدردی انکی ہر طرح مدد کرکے ان کو بامراد اور فارغ التحصیل کرتی۔ مگر آہ آج انقلاب زمانہ کے باعث اس بین الاقوامی شہرت رکھنے والی درسگاہ سے خود ملک کے اکثر حضرات ناآشنا ہین۔ اسکا سبب کچھ نہیں۔ وہی مسلمانونکا تنزل و انحطاط ہے مسلمان مدرسہ نظامیہ سے صرف اس لئے دور ہین کہ وہ مسلمانون کو اسلام کا درس دیتا ہے۔

اس درسگاہ کے متخرجین پر بھی ایک عرصہ تک جمود کا عالم طاری رہا۔ آخر زمانہ کی ٹھوکر [illegible] کردی انہون نے اس [illegible] کو [illegible] نیا کر کہ اپنے فرض کو بھولے ہوئے ہین۔ قوت عمل بر سر کار آئی جس نے ایک جماعت کی تشکیل اختیار کی۔ اس جماعت کا مقصد ایک طرف تو اس مادر علمی کے سپوت اور پرانے طلبہ مین اتحاد و یکجہتی پیدا کرکے ان مین آزادی فکر اور قوت عمل پیدا کرنا ہے تو دوسرے طرف ملک و قوم کی خدمت کرسکے۔ عامتہ المسلمین کو دین اسلام کی صحیح راہین دکھانا اور ان کو عمل پر آمادہ کرنا ہے

انجمن کو اپنے مقصد کے پہلے جز سے جس طرح بن پڑا نبٹتی رہی۔ لیکن دوسرے جز مین کامیابی حاصل کرنے کیلئے اس نے محسوس کیا کہ جبتک اپنے خیالات اور مقصد کی اشاعت نہ کیجائے اس وقت تک اس مین کامیاب ہونا بہت دشوار ہے۔ اس کے لئے یہ ناگزیر سمجھا گیا کہ ایک ماہنامہ شایع کیا جائے اور ایک ایسی کمی ہے جس کو ہر محب وطن بخوبی محسوس کرسکتا ہے۔

بہر حال ان مقاصد کو لے کر یہ ماہنامہ آپ حضرات کے سامنے حضرت اقدس و اعلیٰ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی جشن سیمین کی مسعود تقریب مین [illegible] کیا جا [illegible] ہے [illegible] ہے کہ یہ ماہنامہ علم و عمل کے ساتھ ساتھ دیدہ زیب طباعت کو لئے ہوئے قوم کے ہاتھ پہونچے۔ یہ ہماری کوششون کا نقش اول ہے۔ اس مین عیوب اور کمزوریان دونون شامل ہین۔ جن کو آیندہ نمبر مین تا حد امکان دور کرنے کی سعی کیجائیگی۔ ہمین عوام سے عموماً اور صاحبان علم و فضل سے خصوصاً توقع ہے کہ وہ ماہنامہ نظامیہ کی جسقدر اور جسطرح ممکن ہو سکے مدد فرمائین گے

مدیرین

جشن عثمانی

شاہ اورنگ والاشان ادام اللہ اقبالہم

از ابوالمعانی شیخ عبدالقادر قیصر فارغ التحصیل از نظامیہ صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ مغلگدہ خواہرزادہ مولانا محمد رکن الدین

سابق استاد حضرت

نذر عقیدت

شاہ عثمان علی خاں کی ہے سلور جوبلی
ہے زمیں پر جوبلی بام فلک پر جوبلی

چشم انجم خیرہ ہے بزم چراغاں دیکھ کر
ہے ضیاباری میں کیا خورشید خاور جوبلی

غرہ ذی الحجہ ہے پیغام جشن دلفروز
آئی ہے بزم جہاں میں عید بنکر جوبلی

اٹھتی ہیں چاروں طرف سے آج موجیں کیف کی
بنگئی ہے نغمہائے عشرت کا سمندر جوبلی

[illegible] زمیں تاب کا ہے یہ اثر
[illegible] لاتی ہے خاص [illegible] زر جوبلی

روز روز عید ہے ہر شب دکن کی شب برات
دیکھکر حیراں نہ کیوں ہو چشم اختر جوبلی

ابر نیسان کرم سے شاہ کے ہے فیضیاب
کرتی ہے مخلوق پر جو بارش زر جوبلی

پارسی عیسائی اور ہندو مسلماں شاد ہیں
سب مناتے ہیں بصد اخلاص ملکر جوبلی

شاہ والا کے نہ کیوں تابع ہو دارائے زماں
ساتھ اپنے لائی ہے بخت سکندر جوبلی

آصف سابع کے تابع ہوں یہ تا توں آسماں
ہفت اقلیم جہاں میں ہو معزز جوبلی

عرض کر قیصر یہ نئی بخت یہ فصلی ہیں سال
ہو مبارک آصف (۱۲) ہفتم کو سلور جوبلی
۴۶ ف ۱ ۱۳

علم و تعلیم

۲

حضرت مولانا مولوی محمد عبد الحمید صاحب صدر مدرس نظامیہ

اس عنوان سے ہی واضح ہے کہ مجھے بیان اس علم پر بحث مطلوب ہے جسے انسان کی انتہائی کمالات کے بنانے کا کارڈ نے ہیں وہی تام ہے اور جسکے فضائل سے نہ فقط تمام قرآن و حدیث کے نصوص بھرے پڑے ہیں بلکہ جسکی اہمیت و برتری دنیا کی ایک متفق علیہ و مسلمہ حقیقت واضحہ ہے اسی حقیقت مسلمہ کیطرف ارشاد قرآن پاک نے باین الفاظ فرمایا کہ۔

هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

کیا عالم و جاہل دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

نیز یہ بھی ایک قابل توجہ امر ہے کہ خدائے پاک نے اپنی نبی ”امی“ کو جسکا امی ہونا اعتقاد یا ضرور یہ اسلام میں داخل ہے قل رب زدنی علما فرمایا یعنے یوں دعا کیا کرو کہ اے میرے پروردگار میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔ نیز اسی نبی ”امی“ کے حق میں یوں فرمایا کہ علمہ شدید القوی ذو مرۃ کہ اس نبی ”امی“ کو تعلیم دی ہے ایک زبردست قوتوں والے طاقت والے نیز ایسی مقدس نبی ”امی“ کی نسبت ارشاد ہوتا ہے یعلمهم الکتاب والحکمة کہ یہ ہمارا مقدس نبی ”امی“ تعلیم دیتا ہے لوگوں کو کتاب کی (احکام ظاہری شریعت کی) اور حکمت کی (معارف و اسرار و لطائف علوم کی)۔

ان قرآنی ارشادات کے سوا احادیث بھی اتنی کثیر وارد ہوئی ہیں کہ ایک مستقل تصنیف بنجائے کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ او حضرت خدائے پاک آپ کو متعلم بھی قرار دیتا ہے اور پھر معلم بھی کا ہیکا؛ کتاب و حکمت کا۔ اور خود حضور اقدس بھی اپنے آپ کو شہر علم فرماتے ہیں کہ انا مدینۃ العلم و علی بابها۔ یعنے میں علم کا شہر ہوں تو علی اسکا دروازہ ہیں اور پھر یہ بھی مشہور روایت ہے کہ علمت علوم الاولین والآخرین یعنی میں اگلے پچھلے سبھوں کے علوم سکھایا گیا ہوں اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ حضور اقدس کو شاهد فرمایا گیا ہے اور وہ بھی مطلقاً بلا قید؛ جو بموجب اصول بلاغت و عربیت عموم و شمول پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شاهد کا عالم ہونا لازم ہے ورنہ شہادت کے کوئی معنے ہی نہیں اور پھر شاہد بھی جب مطلق اور عام ہوا تو اسکے علم سے کونسی چیز غائب رہیگی۔ چنانچہ اسی وجہ سے شاید کسی صاحب نے فرمایا ہے۔

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یعنے ای شاہ مقدس صلعم تیرے علوم کے منجملہ لوح و قلم والے علم بھی ہیں، واقعی شاہد او پیر مطلق و بلا قید شاہد کے معنے کچھ ایسے ہی ہونے چاہئیں جیسا کہ ایک متبحر عالم معنوی مولوی نے کیا خوب کہا۔

در نظر بودش مقامات العباد
لاجرم نامش خدا شاہد نہاد

مگر عرض یہ ہے کہ اگر کوئی یوں کہے تو کیا حرج ہے۔

در نظر بودش ہمہ ذات و صفات
ہم مقامات العباد و کائنات
ماضیات و آتیات و حالیات
ظاہر و باطن شرائع معرفات

اسکی تفصیل تو مضمون انشاءاللہ (1) میں ہو ہیں آپ کو ملیگی یہاں محض اتنی ہی عرض ہے کہ علم و حکمت امیت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتے ہیں

امی و جاہل اسی سے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ علم کی حقیقت وہی نہیں جو متعارف عامہ و مشہور و رائج ہے۔ یہ کہ کرلی سا ہے حسب رواج ملک لکھنا پڑھنا سیکھا یا کہ علم کی وسعت مفہوم تو یہ ہے کہ بغیر نوشت و خواند کے بھی آزاد ہے کیونکہ امی عربی لفظ ہے اور اُم (ماں) کی طرف منسوب جسکے معنے یہ ہوئے کہ امی عرف عربی میں وہ شخص ہے جو بن پڑھا لکھا جیسے ماں نے گود کا بچہ چنانچہ اہل لغت اسکے یہی معنے لکھتے ہیں اس لحاظ سے امی و جاہل کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوئی نہ ہر امی کا جاہل ہونا لازم ہے اسواسطے کہ یہ ممکن ہے بلکہ امر واقعہ ہے کہ بہت سے ایسے حضرات سلف و خلف میں تھے اور ہیں جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے مگر کسی استاد کی صحبت میں سیکڑوں معلومات حاصل کر لیتے تھے چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال سے قطع نظر صحابہ و تابعین وغیرہم میں ایسے بہت سے اصحاب موجود تھے جو کسی عالم کے حلقہ میں حاضر ہو کر سیکڑوں مسائل سے واقف ہو جاتے تھے۔ ایسا ہی ہر جاہل کا امی ہونا بھی ضروری نہیں کیونکہ بہت سارے ایسے حضرات بھی ہوتے ہیں جو اپنی زبان میں کچھ نوشت و خواند سے تو واقف ہو جاتے ہیں مگر ان کے پاس علم نہیں ہے البتہ ایک صورت یہ بھی ہے جو اکثر بیشتر پائی جاتی ہے اور عرف عام میں امی پر قائم ہے کہ عالم بھی نہ ہو اور لکھنا پڑھنا بھی۔

---

(1) [illegible]

حقیقت علم

علم بمعنی مصدر لغت عربی میں جاننے کو کہتے ہیں اور بمعنی اسم مصدر (حاصل بالمصدر) دانش و دانائی کو جو جاننے سے پیدا ہوتی ہے اور اصطلاح علماء میں علم اوس ملکہ کا نام ہے جس سے کسی خاص موضوع کے اصول و فروع کے استحضار پر قدرت حاصل ہو سکے۔ بنابریں اگر کوئی شخص کسی خاص فن کی کتابیں پڑھ لے مگر یہہ اُسے یہ ملکہ حاصل نہو تو وہ اس علم کا عالم نہیں کہلا سکیگا اس سے معلوم ہوا کہ علم کسی ملکے میں بھی پڑھنے کا نام نہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ علم کیلئے پڑھنا ذریعہ و سبب و علت ہے مگر پھر بھی علت تامہ نہیں کہ تخلف ناممکن ہو۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ سب کچھ پڑھیں مگر ملکہ حاصل نہو۔ آجکل کے طلبہ میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں

نہ محقق بود نہ دانشمند
چار پائے بروکتابے چند

علم مطلوب

اب سوال یہہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اوس علم سے مقصد کیا ہے جسکی یہہ ساری فضیلتیں ہیں اور جس کے بغیر انسان اپنی انسانیت میں کامل نہیں ہوگا بلکہ انسان نما حیوان رہتا ہے۔

اس کے جواب میں ہر علم والا اپنے علم کو پیش کرتا ہے اور اسی کو علم مقصود و مطلوب بتاتا ہے مگر آجتک کوئی ایسا حل معلوم نہ ہو سکا جو اس مشکل کو حل کر سکے یا اس سوال کا صحیح جواب ہو سکے ایک پرانے فیشن کا مولوی یہی کہیگا کہ علم درحقیقت درس نظامیہ کی نصابی کتابیں ہیں نئی فیشن کا گریجویٹ کہیگا کہ درس نظامیہ سے درحقیقت ایک ایسا عالم تیار ہو سکتا ہے جو کسی مسجد کا موذن یا امام یا کسی مسائل کا ملا بن سکے بلکہ علم کامیاب درحقیقت علوم مغربیہ ہیں جو یورپ کی گوری سرزمین ظلمات سے ایشیا و افریقہ پر نازل ہوئے ہیں غرضکہ ہر علم والا اپنے علوم کی تائید کرتا ہے اور اسی کو علم مطلوب و مقصود قرار دیتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے آیا قرآن پاک بھی اس بارے میں کوئی قطعی فیصلہ رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے اور ہر متجسس نگاہ کنج کاوی کے بعد اسی نتیجہ پر پہونچیگی کہ قرآن پاک جس طرح سیکڑوں امور اختلافیہ کا اپنے اندر فیصلہ قطعی رکھتا ہے اس بارے میں بھی اوس کا فیصلہ موجود و محفوظ ہے یہ دوسری بات ہے کہ مسلمان اقوال تفسیری کے شور و شغب میں اس کے طرف توجہ نہ کریں وہ اقوال تفسیری جن کے اندر سیکڑوں ہزاروں اسرائیلی بیہودہ روایات و آراء کو دخل ملگیا ہے اور انہیں کو "تفسیر" سمجھ لیا گیا ہے اور مزہ یہ ہے

ان کے خلاف کچھ بولنا "تاویل" موجب زیغ وضلال تصور کیا جاتا ہے اور اس پر آوازے کسے جاتے ہیں گویا کہ یہہ تفسیری آراء رجال وحی والہامی ہیں اور موجب علم قطعی ہیں جنکے خلاف کہنا تفسیر بالرای، جو ممنوع قرار دی گئی ہے حالانکہ یہہ نظریہ ہی محل بحث وتمحیص ہے کہ جو اقوال تفسیری مروی ہیں وہ کہاں تک قابل وثوق ومعتبر یا موجب علم قطعی ہو سکتے ہیں؟ اور جو اقوال وآراء ان اقوال تفسیریہ مرویہ کے خلاف آج پیدا کئے جائیں" بشرطیکہ وہ دیگر مسلمات اسلامی اور معانی قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں اور جو کچھ بھی ہوں لغت عربی وقواعد عربیت کے خلاف نہ ہوں" وہ کہاں تک تفسیر بالرای مذموم میں داخل ہو سکتے ہیں خیر یہہ بحث دوسری ہے جسپر دوسری صحبت میں بحث کیجا سکتی ہے اسوقت مجھے اس پر بحث منظور نہیں۔

یہاں محض اسقدر کہنا ہے کہ قرآنی فیصلہ اوس علم وتعلیم کی نسبت کیا ہے جو انسان کی انسانیت کے لئے "وحیات الانسانیت" ہے اور جسکی مفقودی "موت انسانیت" میری مراد اس قرآنی فیصلے سے قصہ استخلاف آدم و سجود ملائکہ وتعلیم اسماء واسرار کائنات وسکونت جنت وحیات فردوسی ہے۔

سہولت ناظرین کے خیال سے اسکی پوری آیات کا یہاں نقل کر دینا مناسب ہے وہی ہذہ "اور یاد کرو وہ قصہ جبکہ آپکے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ (دیکھو) میں زمین میں اپنا ایک نائب وقائمقام بنایا چاہتا ہوں وہ بولے (کیا تو ہمکو چھوڑکر) ایسے شخص کو خلیفہ بنایا چاہتا ہے جو زمین میں شرارتیں اور خون خرابے کریگا حالانکہ ہم اس سے زیادہ اس کے اہل ہیں کیونکہ تیری حمد وثنا کرتے ہوئے تیری پاکی وعظمت بیان کرتے رہتے ہیں فرمایا میں خوب جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور (پھر ایسا ہوا کہ) خدا نے سکہائے اور تعلیم دی آدمؑ کو تمام کائنات کے نام اور انکے خواص واسرار کی پھر انکو فرشتوں پر پیش کیا اور فرمایا اگر تم اپنے ادعا میں (کہ ہم آدم سے زیادہ خلافت کے اہل ہیں) سچے ہو تو ان اسماء واسرار کائنات کو بتا دو۔ وہ بولے کہ پروردگار تو پاک ہے ہمکو تو علم اسی قدر ہے جسقدر تو نے ہمیں سکھایا اور حقیقی علم وحکمت والا تو تو ہی ہے پھر خدا نے (آدم سے) فرمایا اے آدم! فرشتے تو نہ بتا سکے (تم ہی بتا دو) ان فرشتوں کو، اون (کائنات مع

خواص و اسرار (حقایق) کے نام جب بتا دیا آدم نے (فرشتون کو، ان کے نام و کام تو خدا نے فرمایا (فرشتون سے مخاطب ہو کر) کیا میں نے نہ کہا تھا تم سے کہ میں آسمانون اور زمین کی چھپی باتیں جانتا ہون اور وہ بھی جو تم ظاہر کرتے ہو اور وہ بھی جو تم چھپاتے ہو ۔ نیز یہہ بھی یاد کرو جبکہ ہم نے فرشتون کو حکم دیا کہ ... تم اور تمہاری بیوی اب باغ جنت میں رہا کرو اور اس میں سے جو چیز چاہو اور جہان سے چاہو بے فکری کے ساتھ مزے کھاؤ ۔

یہ قصہ آدم کے آیات شریفہ ہیں جو آپ کے سامنے موجود ہیں ۔ آپ اپنے دماغ کو سب ماحولی خیالات سے پاک و صاف کر کے غور فرمائیے اور دیکھئے کہ اس ترتیب وار کلام کا انداز کیا بتا رہا ہے اور اس سے آپ کو کیا بات معلوم ہوتی ہے ۔ کیا خلاصتہً یہی نہیں کہ خدائے پاک فرشتون پر اپنا یہہ منشا ظاہر فرماتا ہے کہ میں آدم کو زمین میں اپنا نائب و قائمقام بنایا چاہتا ہون بولو تو سہی کہ تمہارا اسکی نسبت کیا خیال ہے انہون نے اپنے تجرد و تقدس و روحانیت کا اور خدا کی ہمہ تن طاعت و عبادت کا اور پھر بنی آدم کی مقتضیات بشریت و مادیت کی سیاہ کاریون کا خیال کر کے اس کی وجہہ دریافت کرتے ہیں کہ اسے پروردگار تو ہم روحانیون اور سراپا طاعت گزارون کو چھوڑ کر ایسے مخلوق کو کیون انتخاب فرما رہا ہے جو طبعاً و نطقاً بوجہ مادیت و ظلمانیت مادیہ سیاہ کار ہوگا تو اس پر حکم ہوتا ہے کہ میں جو جانتا ہون اوسے تم کیا جانو پھر جب علوم کائنات و فطرت کی تعلیم حضرت آدم کو دی جاتی ہے کیونکہ ان کو اپنی زندگی کی سنوار کیلئے ان طبعیات و مادیات اور قوائے علوی و سفلی سے کام لینا ہی پڑیگا اور فرشتون کو بوجہ تجرد عن المادہ ان علوم کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور اس لئے انہیں اس کا علم ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ اونکی فطرت اور جبلیت میں یہہ مادہ ہی نہیں ہوتا اس لئے اس علم کی وجہ حضرت آدم و ذریت آدم کی برتری فرشتون پر ثابت کیجاتی ہے اور پھر اونھیں آدم و بنی آدم کے سامنے جھک جانے اور سر نیاز خم کرنے کا حکم ہوتا ہے ۔ وہ سب حسب الحکم ایزدی سربسجود ہو جاتے ہیں مگر ایک قوت شر انکی مطیع نہیں ہوتی پھر جنت کی خوشحال اور خوشگوار زندگی جینے کا اس انسانی جوڑے کو حکم ہوتا ہے اور وہ حسب الحکم اسی طرح خوشگوار و خوشحال زندگی جینے لگتے ہیں مگر یہہ قوت شر جس سے یہہ بوجہ اونکے مادی و جسمانی ہونے کے متاثر ہوتے ہیں اون دونون کو

اس حیثیت والی خوشحال زندگی سے نکال دینا
چاہتی ہے اللہ آخر کار بلطائف الحیل عورت کے
ذریعہ غالب آکر انھیں نکال باہر کرتی ہے۔
باقی آئندہ

مدرسہ کی خبریں

اس امر کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا
ہے کہ قدیم اور جدید درسگاہیں اپنی زندگی کا
سال روان رکھتے ہیں۔ کہیں امرداد و شہریور کا
مہینہ ہے تو کہیں شوال کا مہینہ غرض مقصد میں
دونوں متفق ہیں نہایت خوشی کا مقام ہے کہ آج
ہمیں اپنے مجلہ میں مادر علمیہ کے حالات شائع
کرنے کا موقع ملا۔

نتائج امتحانات

ہر سال ۵ شوال سے مدرسہ
کی زندگی کا سال روان شروع ہوتا
ہے طلباء اپنے مکانات اور مقامات سے مدرسہ
میں آنا شروع ہوتے ہیں جدید طلبہ داخلہ کے
لئے آتے ہیں کلیتہً امتحانات کے جانب سے
نتائج شائع ہوجاتے ہیں غرض ۶ شوال سے
مدرسہ میں چہل پہل شروع ہوجاتی ہے ہر جگہ
سبق اور مذاکرہ علمیہ کا سلسلہ شروع رہتا ہے
امسال جو نتیجہ شائع ہوا ہے اس کے اعداد
درج ذیل ہیں۔

نام امتحان	ابتدائی	آخری	جملہ
مولوی کامل	۱	۱	۲
مولوی فاضل	۰	۲	۲
مولوی عالم	۰	۳	۳
مولوی	۰	۰	۹
جملہ			۱۶

ان امتحانات کے علاوہ قرأت کے امتحانات
بھی ہیں اس سال قرأت سبعہ میں ایک طالب علم
اور قرأت سیدنا عاصم کوفی میں (۲۰) طلبہ کامیاب
ہوئے۔

برادران مدرسہ حلقہ اساتذہ میں

نہایت خوشی
کا مقام
ہے کہ اس سال حلقہ اساتذہ میں برادران نظامیہ
سے مولوی حاجی منیر الدین صاحب مولوی کامل
اور مولوی محمد سعید صاحب فاضل کا انتخاب عمل
میں آیا ہم ان دونوں کو مبارکباد دیتے ہیں۔

ورزش

طلبہ کی صحت و تندرستی کا نظم رکھنے
کے لئے مدرسہ کی جانب سے بطور
خاص ایک معلم ورزش مامور کیا گیا ہے جو روزانہ صبح اور
شام طلبہ سے قدیم اصول کے موافق کام لیتا ہے
ضرورت ہے کہ موجودہ نظام ورزش میں خفیف

سی اصلاح و ترمیم کے بعد مزید وسعت دی ین

نواب فخر یار جنگ بہادر کی خدمت میں مبارک باد

اس سال کے مسرت افزا واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس و اعلیٰ نے براحم خسروانہ عالیجناب مولوی فخر الدین احمد خان فخر یار جنگ بہادر میر مجلس مدرسہ نظامیہ کو صدر المہامی عدالت و امور مذہبی اور صدارت العالیہ کے عہدۂ جلیلہ پر ممتاز فرمایا ہم اس اعزاز پر نواب صاحب ممدوح کو مبارک باد دیتے ہیں۔

تحریک امداد مدرسہ

مدرسہ نظامیہ خالص قومی اور ایک مذہبی درسگاہ ہے جہاں دینیات کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا نظم ملحوظ رہتا ہے حضرت بانی علیہ الرحمہ نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر اسکی داغ بیل ڈالی تھی اسکو ذات شاہانہ کی سرپرستی کا اعزاز بھی حاصل ہے اسوقت مدرسہ کو جو سرکاری امداد ملتی ہے وہ مدرسہ کے ضروریات کیلئے بالکل کافی نہیں جو آمدنی اس مدرسہ کو حاصل ہوتی ہے اسی میں اساتذہ کے مشاہرات اور غیر مستطیع طلبہ کے طعام اور لباس کا نظم ہے بہت سے طلبہ دور دراز مقامات سے تحصیل علم کے لیے آتے تو ہیں مگر گنجائش نہ ہونے سے واپس چلے جاتے ہیں۔ اساتذہ قلیل مشاہرات پر مدرسہ کی خدمت علم و مذہب کیلئے انجام دے رہے ہیں۔ اہل خیر حضرات اور حامیان تعلیم مدرسہ کی اس ضرورت پر توجہ کریں تو یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ملک میں آئے دن بیسیوں مفید تحریکات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں اور ہر تحریک کے احیاء میں اندازہ سے زیادہ اعانت کی جاتی ہے لیکن مدرسہ نظامیہ جو (۶۰) سال سے ملک و ملت کی خدمات انجام دے رہا ہے وہ علما یا سے کسی طرح محروم نہیں رہ سکتا اگر اہل دل مسلمان مدرسہ کی اس ضرورت کا خیال کرکے مدرسہ کی امداد فرمائیں تو مناسب ہوگا امید کہ ہمارا ملک سب سے پہلے اس قومی و مذہبی ادارہ کی امداد کی طرف جلد توجہ کرے گا۔

ترغیب عربی

از مولوی محمد اسمٰعیل شریف صاحب ازل منشی فاضل و مولوی کامل نظامیہ مدرس مدرسہ فوقانیہ پربھنی

کافی ہے یہی ایک فضیلت عربی کی — خالق کو بھی منظور ہے عزت عربی کی
اللہ نے جب آپ کلام اس میں کیا ہے — مومن کے یہاں کیوں نہ ہو وقعت عربی کی
محبوب خداوند کی محبوب زباں ہے — حضرت کی محبت ہے محبت عربی کی
ہے پانچ نمازوں کی اذانوں سے ہویدا — بجتی سر افلاک ہے نوبت عربی کی
یہ مردہ زباں کب ہے یہ ہے زندۂ جاوید — اب بھی تو کروڑوں میں ہے شہرت عربی کی
اردو جو ہے خاتم تو نگینہ عربی ہے — اردو کی ضرورت ہے ضرورت عربی کی
ہے مذہب و اخلاق کے گنجینہ کی مفتاح — اسلام کی رونق ہے بدولت عربی کی
دم بھر میں شتربانوں کو شہنشاہ بنایا — کیسی یہ کھلی کرامت ہے کرامت عربی کی
اے مسلم جانباز تجھے مہد سے تا لحد — حاجت ہی ہے حاجت ہی ہے حاجت عربی کی
بچپن میں اذاں کان میں پھونکی گئی تیرے — ہوئے نہ کبھی تاکہ تلاوت عربی کی
اور وقت پسیں ہوتی ہے تلقین شہادت — پھر کیوں نہیں دل میں ترے الفت عربی کی
قوموں کو تمدن کا سبق اوسنے پڑھایا — تہذیب کی گردن پہ ہے منت عربی کی

اللہ سے ہر وقت ازل کی یہ دعا ہے
ہو شرق سے تا غرب حکومت عربی کی

حُبِّ ذات کس میں زیادہ ہے مردوں میں یا عورتوں میں

ایک مصری خاتون کے قلم سے

سب سے پہلے مجھے یہ ظاہر کردینا چاہئے کہ دنیا کی ترقی کے لئے جس طرح ایثار کرنے والے ضروری ہیں، اسی طرح حب ذات رکھنے والے بھی ضروری ہیں اگر ایک آدمی بھی حب ذات رکھنے والا باقی نہ رہے۔ تو ایثار کرنے والے لوگ کس کی خدمت کریں گے؟ وہ ضرور دل ہی دل میں گھٹ گھٹ کر مر جائیں گے کیونکہ اُن کے لئے ایثار کی نیکی پر عمل کرنے کا کوئی موقعہ موجود نہ ہوگا۔ لیکن چونکہ یہ دونوں، خصلتیں رکھنے والے دنیا میں تقریباً مساوی تعداد میں موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے اس لئے اس صورت حال کے پیش آنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حب ذات کس میں زیادہ ہے، مرد میں یا عورت میں؟ میرے خیال میں جواب صرف ایک ہی ہوسکتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ مجموعی طور پر جنس نسوانی میں یہ خصلت زیادہ پائی جاتی ہے۔ عورتیں علی العموم حب ذات کی ہمارے ہم ... [illegible] ...

ہر عورت اپنی طبیعت پر تھوڑا سا غور کرکے یہ حقیقت معلوم کرسکتی ہے برخلاف اسکے مردوں میں ایثار کا مادہ بہت ہوتا ہے۔ عورتیں خود غور کریں کہ ان کے آرام و آسایش کے لئے مرد کتنی تکلیفیں اٹھاتے ہیں؟ ہمارے لئے دروازے کھولتے ہیں ہماری گری ہوی چیزیں اٹھا دیتے ہیں ریل اور ٹریم وغیرہ سواریوں میں ہمارے لئے اپنی جگہ خالی کردیتے ہیں۔ ہمارے سر پر چھتری لگاکے چلتے ہیں۔ غرضکہ اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے، ہر چیز میں ہمارے لئے ایثار کرتے ہیں خود تکلیف اٹھاتے ہیں اور ہمیں آرام دیتے ہیں!

حقیقت یہ ہے کہ عورت، مرد کی اس خصلت سے بہت خوش ہوتی ہے۔ اسے اسکی مردانگی کی علامت سمجھتی ہے۔ اسی طرح مرد بھی عورت کی حب ذات پسند کرتا ہے۔ بلکہ اگر ہم عورتوں میں حب ذات نہ ہوتی، تو مرد ہم سے سخت نفرت کرنے لگتے۔ یہی حب ذات، بناوٹی کمزوری، مصنوعی نزاکت، وہ ادائیں ہیں جو ہمیں مرد کی نظر میں معزز و محبوب بنائے ہوئے ہیں۔

افسانہ

ترکی تاریخ کا ایک مجہول صفحہ

شہزادہ جم کا افسوس ناک انجام

کم لوگوں نے شہزادہ جم کا نام سنا ہوگا۔ عام طور پر مورخوں نے بھی اسکا ذکر نہیں کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہ نام بالکل اجنبی معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس کا واقعہ ترکی تاریخ میں ایک نہایت ہی غم ناک فاجعہ ڈٹریجڈی، ہے اور اس وقت بھی مشرقی دنیا کے لئے عبرت و موعظت کا ایک درس ہے۔

(۱) جم۔ یا یورپین تلفظ کے مطابق "ززیزم" ایک بدنصیب مشرقی شاہزادہ ہے۔ مصائب و آلام نے اس سے محبت کی زمانہ نے بے وفائی کی۔ عسرت و غم نے اسکا پیچھا کیا۔

سلطان محمد، فاتح قسطنطنیہ کا یہ منجھلا لڑکا تھا۔ اس میں جسمانی قوت، ذہانت، حسن، خوش مزاجی، رقیق احساس، شجاعت، جملہ اوصاف جمع ہو گئے تھے۔ پیدائشی شاعر تھا۔ ترکی شعر و ادب میں اب تک اس کے آثار موجود ہیں اور اسکی ذہنی بلندی اور شاعرانہ تخیل کا بہترین ثبوت ہیں۔

اوس کا آغاز نہایت امید افزا تھا۔ گمان ہوتا تھا کہ قدرت اس پر پوری طرح مہربان ہے ابھی اس کی عمر دس برس ہی کی تھی کہ اولوالعزم باپ محمد فاتح اس کی قابلیت کا معترف ہو گیا۔ اور صوبہ قسطمونی کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہاں شعراء و ادباء کی ایک بڑی جماعت موجود تھی کم سن شہزادے نے انھیں باریاب کیا تعلقات بڑھائے، اور خداداد قابلیت کے ساتھ شعر و ادب کا باقاعدہ مطالعہ کیا۔ تھوڑی ہی مدت میں اپنے استادوں سے بھی بازی لے گیا۔ اُسی زمانہ میں ایک فارسی قصے "خورشید و جمشید" کا ترکی شعر میں ترجمہ کیا اور اپنے والد کے نام ہدیہ کیا محمد فاتح بہت خوش ہوا پہلے سے زیادہ مہربان ہو گیا اور صوبہ گلیشیا کی حکومت سپرد کر دی۔ اس وقت "جم" کی عمر صرف اٹھارہ سال کی تھی مگر وہ پختہ کار حکمران بن چکا تھا۔

گلیشیا میں اُس نے اپنی انتظامی قابلیت کے بڑے بڑے ثبوت پیش کئے۔ یہ صوبہ پہلے سلجوقیوں کی ایک ریاست تھا۔ آل عثمان نے اسے فتح تو کر لیا تھا؛ مگر پوری طرح قابو نہیں پا سکے تھے۔ ہمیشہ بدامنی اور شورش برپا رہتی تھی۔ سابق سلجوقی حکمران بغاوتوں پر بغاوتیں کرتے رہتے تھے۔ مصر کے چرکس بادشاہ اور ایران کے شہنشاہ اُن کی امداد کرتے تھے۔ اوس وقت ترکی سلطنت میں اس صوبے سے زیادہ مشکل حکومت کسی

وبے کی نہ تھی۔ والیوں پردلی آتے تھے
رنا کام لوٹ جاتے تھے۔

لیکن جم نے آتے ہی اپنی بے نظیر ہمت شجاعت سے کام لے کر تمام شورش پسند عناصر کا خاتمہ کر دیا۔ ہولناک معرکوں میں بے خوف خطر گھس جاتا تھا دست بدست لڑائیاں لڑتا تھا۔ بڑے بڑے شہ زوروں سے نبرد آزما ہوتا اور ہمیشہ غالب رہتا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس کا رعب دلوں پر چھا گیا جم کا نام دل دہلا دیتا تھا۔ باشندے ڈر سے اس کا نام نہیں لیتے تھے "رستم دوراں" کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے۔

(۲) پانچ برس تک نہایت بیدار مغزی سے حکومت کرتا رہا ہر طرف امن و امان قائم ہو چکا تھا۔ کوئی پیچیدگی بھی باقی نہیں رہی تھی اب اس نے اپنے تئیں معطل پایا۔ اس تعطل نے اس کے مزاج میں تبدیلی پیدا کی۔ اور اسی تبدیلی سے اس کی بدنصیبی کا آغاز ہوا۔

حکومت کی ذمہ داریوں سے غافل ہو گیا عیش و عشرت کی بساط بچھا دی نفس پرستی کا دروازہ کھول دیا۔ اس کا محل بوالہوسوں کا مرکز اور عیش پرستوں کا کعبہ بن گیا۔

اب تک وہ پوری قوم کا محبوب تھا۔ کوئی نہ تھا جو اسے محمد فاتح کا سچا جانشین نہ خیال کرتا ہو ملک بھر کی یہی رائے تھی کہ آئندہ سلطان وہی ہو گا لیکن اس نئی تبدیلی نے اس کی شہرت و مقبولیت کو سخت نقصان پہنچایا دو جماعتیں قایم ہو گئیں ایک اب بھی اس کی مؤید تھی پورے یورپ کے مقابلے کی قوت اسی میں دیکھتی تھی یہ جماعت وزیر اعظم محمد نشانی بادشاہ کی تھی دوسری جماعت فسق و فجور کی وجہ سے اس کی سخت مخالف تھی دین و امت کے لئے اسے خطرناک سمجھتی تھی۔ اس جماعت کا سرگروہ شیخ الاسلام تھا۔

جم کا حریف بایزید تھا۔ یہ اس کا بڑا بھائی تھا اور ترکی دستور حکومت کی رو سے اپنے باپ کا وارث تھا۔ سلطان محمد کی زندگی میں دونوں حریف دور دور رہے لیکن اس کی وفات کے بعد تصادم ضروری تھا۔

جم عقلمند، بہادر، اولوالعزم مگر عیاشی کی وجہ سے غفلت کا شکار ہو گیا تھا۔ بایزید بھی بزدل پست ہمت مگر سلطنت حاصل کرنے کو بے قرار تھا۔ بایزید اپنے بھائی کی قابلیتوں سے واقف تھا اس لیے بہت بیدار رہتا تھا۔

(۳) اپنے باپ کی وفات کے وقت دو

بھائی پایۂ تخت قسطنطنیہ سے دور تھے جم گلیشیا میں تھا اور بایزید آماسیا کا حاکم تھا۔ وزیر اعظم محمد نشانی پاشا چونکہ جم کا طرفدار تھا، اس لئے اس نے سلطان کی موت فوج سے مخفی رکھی۔ کیونکہ فوج تمام ترترکی علماء کے زیر اثر تھی اس نے پہلے ایک خفیہ قاصد جم کے پاس بھیجا کہ فوراً پایۂ تخت پہنچو اور سلطنت پر قابض ہو جاؤ نیز وہ تدبیریں بھی لکھدیں جن سے بایزید زیر کیا جا سکتا تھا۔ کئی دن بعد دوسرا قاصد بایزید کے پاس بھیجا اور تخت نشینی کی دعوت دی۔

دونوں قاصد روانہ ہو گئے۔ مگر جم بدقسمت تھا۔ اس کا قاصد پہنچ نہ سکا۔ کوتاہیہ کا حاکم سنان پاشا، بایزید کا طرفدار تھا۔ وہ حقیقت سے واقف ہو گیا اور قاصد کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ دوسری مصیبت یہ پڑی کہ پایۂ تخت کی فوج کو سلطان کی وفات کا پتہ چلگیا وہ شاہی محل میں گھس پڑی اور بایزید کے لڑکے کو بایزید کی آمد تک تخت پر بٹھا دیا۔ سلطان محمد فاتح نے اپنے دونوں لڑکوں کے بیٹے بطور ضمانت کے اپنے پاس رکھ چھوڑے تھے تاکہ وہ وفادار اور اطاعت شعار رہیں۔ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ فوج سازش سے بھی واقف ہو گئی اور وزیر اعظم کو قتل کر ڈالا

(۴) اب جم کی زندگی کے ہولناک تاریک دن شروع ہوتے ہیں قاصد ہوا کی طرح اڑ کر بایزید کے پاس پہنچا۔ ولی عہد گویا پہلے ہی سے طیار بیٹھا تھا فوراً روانہ ہو گیا اور نہایت سرعت سے پایۂ تخت میں داخل ہوا۔ لیکن قصر شاہی میں فوج نے داخل ہونے نہیں دیا اور اپنا انعام طلب کیا۔ گویا اپنی وفاداری کی قیمت لینی چاہی۔ بایزید، ذیرک تھا۔ فوراً خزانہ کا منہ کھول دیا اور سب کو خوش کر دیا۔ بعد میں یہی بخشش فوج کا مطالبہ اور قرضہ بن گئی اور سلطنت کے لئے بہت مضر ثابت ہوئی

بایزید تخت نشین ہو گیا اور اپنے بھائی جم پر قابو حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ جم اب تک اس انقلاب سے بے خبر تھا باپ کی وفات اس وقت معلوم ہوئی جب صدر اعظم قتل اور بایزید تخت نشین ہو چکا تھا۔

سخت متحیر ہوا کہ کیا کرے؟ یہ ظاہر تھا کہ صدر اعظم کے بعد پایۂ تخت میں اس کے حامیوں کی کوئی جماعت باقی نہیں رہی ہے۔ علماء اس کے سخت خلاف ہیں اور عام رائے انہی کے زیر اثر ہے۔ اب اُسے اپنے سامنے دو ہی راہیں نظر آتی تھیں۔ بھائی کی اطاعت، یا جنگ۔ پہلی صورت کی طرف اس کا رجحان تھا۔ مگر دو باتوں سے ڈرتا تھا

ایک یہ کہ گلیشیا کی حکومت اس کے ہاتھ سے چھین جائے گی. دوسرے یہ کہ بایزید اُسے قتل کرنے کی کوشش کریگا کیونکہ ترک سلاطین کا یہ عام دستور تھا کہ اپنے بھائیوں کو قتل کرڈالا کرتے تھے۔ اگرچہ کہ وہ کتنے ہی مطیع و وفادار ہوں۔

مجبوراً اس نے جنگ کا عزم کیا۔ اُسے اپنی کامیابی کی قوی امید تھی گلیشیا کے باشندے جنگجو اور وفادار تھے اس نے خیال کیا۔ بایزید بزدل اور پست ہمت ہے۔ ہرگز مقابلہ نہ کرسکے گا۔

(۵) چنانچہ وہ فوراً کمربستہ ہوگیا۔ اور ایک جرار فوج لے کر بروسہ کی طرف بڑھا۔ بروسہ قسطنطنیہ کی کنجی ہے۔ اُسے یقین تھا۔ بایزید کی پلٹا سے پہلے ہی وہ بروسہ پر قابض ہوجائے گا مگر بایزید بھی غافل نہ تھا۔ مقابلہ کی پوری تیاری کرچکا تھا۔ جم کے متحرک ہوتے ہی اس نے بھی ایاز پاشا کی قیادت میں ایک فوج روانہ کردی اور خود بھی ایشیائی ساحل پر جنگی کارروائی کرنے کے لیے آموجود ہوا۔

دونوں فوجیں بیک وقت بروسہ کے سامنے پہنچیں شہروالوں نے اپنی بربادی کے خوف سے دونوں کے لئے شہر کے دروازے بند کرد ئے

باہر ہی باہر فیصلہ کرلینے پر مجبور کیا۔ میدان جنگ گرم ہوا اور پہلے ہی معرکہ میں بایزید کی فوج بھاگ نکلی، جم مظفر و منصور شہر میں داخل ہوا اور اپنی سابق عیاشی پھر شروع کردی اب اُسے کامل یقین تھا کہ پایۂ تخت کا مالک ہو جائے

لیکن یہ اوس کی سخت غلطی تھی بایزید نے ایک اور فوج گراں سنان پاشا کی سپہ سالاری میں بھیجی۔ گنیاں سے ایک دوسری فوج اس کی کمک پر چل دی اور دونوں نے ملکر جم پر حملہ کردیا عیش پسند شہزادے کے سپہ سالار نصوح نے دشمن کی قوت دیکھی تو درہ ازدواد کی طرف پسپا ہوگیا۔ نوجم کو بھی بروسہ خالی کرنا پڑا صرف سترہ دن کی حکومت اوس کی قسمت میں لکھی تھی۔

بایزید نے صرف اپنی جنگی قوت ہی پر بھروسہ نہیں، سازش کا جال بھی پھیلا دیا۔ بڑی بڑی رشوتیں دے کر جم کے بہت سے آدمی ملالیے حتی کہ اُس کا وزیر یعقوب بھی خیانت پر آمادہ ہوگیا۔ یعقوب نے اپنے آقا کو نیکی شہر چلنے کا مشورہ دیا۔ یہاں بایزید کی ایک بڑی فوج موجود تھی۔ فوراً جم پر ٹوٹ پڑی

اب بھی پلہ شاہزادے ہی کا بھاری تھا۔ مگر عین میدان جنگ میں اُس کے سپہ سالار نصوح نے دغا کی اور فوج کا ایک بڑا حصہ لیکر دشمن سے جا ملا اب جم کے لیے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا تھا۔

لیکن ابھی ایک امید باقی تھی سلجوق خاتون۔ سلطان محمد فتح کی پھوپی دونوں بھائیوں میں صلح کی کوشش کر رہی تھی۔ خود جم نے اسے بروسہ سے بھیجا تھا تجویز یہ تھی کہ سلطنت تقسیم ہو جائے یورپین علاقوں پر بایزید حکومت کرے اور ایشیا جم کے حوالے کر دے نیک دل سلجوق خاتون نے سلطان کو بہت کچھ سمجھایا۔ بھائی کے حقوق یاد دلائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بایزید نے صاف کہہ دیا بادشاہوں میں رشتہ نہیں ہوتا،،

جم شکست کھا کر بھاگا راستہ میں خود اسی کے سپاہیوں نے اُسے لوٹ لیا اور سخت زخمی کیا۔ محمد فاتح کا اولوالعزم فرزند دوسرے دن آق شہر میں اس طرح پہونچا کہ تن پر ایک کپڑا بھی نہ تھا اور سردی ایسے اوس کا تمام بدن کانپ رہا تھا اگر ایک شخص رحم کھا کر اسے اپنا گرم کوٹ نہ دیدیتا تو یقیناً ٹھٹھر کر مر جاتا

شکست کے ایک ہفتہ بعد وہ قونیہ پہونچا یہاں اپنی ماں اور بیوی سے ملاقات ہوئی۔ انھیں لے کر شام روانہ ہوا۔ اور شام سے ۲۸ جون ۱۴۸۲ع کو مصر پہونچا مصر میں اوس کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا خود سلطان قاتیبائی نے شہر کے باہر آ کر خیر مقدم کیا اور معزز مہمان کو اپنے محل میں اتارا چار مہینے آرام لینے کے بعد حج کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ وہاں بہت سے ترک سرداروں سے ملاقات ہوئی۔ یہ لوگ بایزید کے خلاف تھے۔ انہوں نے شاہزادہ کو از سر نو قسمت آزمائی کا مشورہ دیا اور اپنی عقیدت و خدمت پیش کی۔ انہی میں قاسم بک حاکم گلیشیا بھی تھا۔

(۶) جم نے پھر کر ہمت چست کی۔ حلب پہنچا وہاں بایزید کے کئی باغی سپہ سالار اس کے انتظار میں تھے انھیں ساتھ لے کر گلیشیا گیا اور وعدہ کیا کہ سلطان بننے کے بعد گلیشیا کو خود مختاری بخش دیگا۔

جم نے ایک [illegible] فوج جمع کرلی اور قونیہ کی طرف بڑھا۔ بایزید [illegible] ایک لشکر گراں کے ساتھ روانہ ہوا۔ اُس کی فوج کا سپہ سالار اپنے زمانہ کا سب سے بڑا جنگی آدمی تھا۔

کدیک احمد پاشا فاتح اٹرنٹو مشرق ومغرب دونوں دنیاؤں میں مشہور تھا اس نے آتے ہی جم کی فوج تہہ وبالا کردالی ۔

جم پھر بھاگا گلیشیا کے پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوگیا۔ بایزید نے ایک دفعہ بھیج کر خواہش کی کہ جنگ سے باز آجائے اور پرامن زندگی اختیار کرے اس نے منظور کرلیا مگر اس شرط پر کہ اُسے چند صوبوں کی حکومت بخش دی جاوے۔ بایزید نے انکار کیا " ایک سلطنت میں دو ساجھی جمع نہیں ہوسکتے ،، اُس کا صاف جواب تھا ۔

بایزید نے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ حریف کا پہاڑوں میں تعاقب بھی شروع کردیا جم کے لئے اب وسیع دنیا تنگ ہوگئی ۔ اُس نے ارادہ کیا کہ مصر یا ایران میں جاکر پناہ ڈھونڈے ۔ مگر قاسم بیگ نے مشورہ دیا کہ یورپ جائے اور وہاں کے بادشاہوں کی مدد سے اپنا ملک فتح کرے ۔

(۷) شاہزادے نے بڑے پس وپیش کے بعد یہ تجویز قبول کرلی قسطنطنیہ کی فتح کا واقعہ ابھی تازہ ہی تھا یورپ کے تمام بادشاہ ترکوں کے خون کے پیاسے ہورہے تھے ۔ تو امید تھی کی وہ سلطنت عثمانیہ کی تباہی کے خیال سے اس باہمی خانہ جنگی میں شرکت منظور کرلینگے اور اس طرح مداخلت واستیلا کا موقعہ بہم پہنچائیں گے ۔

جم نے جزیرہ روڈس میں اپنا ایک وفد بھیجا اُس وقت یہ جزیرہ صلیبی مجاہدین " سینٹ جان کے سواروں کے قبضہ میں تھا جزیرہ کے حاکم اعلےٰ نے اپنے ارکان حکومت کے مشورے سے شہزادہ کی حمایت قبول کر لی۔ آنے کی دعوت دی اور اپنا جنگی بیڑا اس کے لئے بھیج دیا ۔

۲۳ر جولائی ۱۴۸۲ء کو جم کا روڈس میں شاہانہ استقبال کیا گیا اور نہایت عزت واحترام سے اوس کی ضیافتیں شروع ہوئیں بایزید کو معلوم ہوا تو اُس نے جزیرہ کی حکومت کو دائمی صلح کے معاہدہ کا پیغام بھیجا۔ ساتھ ہی بہت سے امتیازات بھی پیش کئے۔ ان مراعات کے صلے میں جم کی حوالگی کی درخواست کی ۔

جزیرہ کی حکومت بہت خوش ہوئی ۔ اُس نے شاہانہ مراعات قبول کرلیں مگر جم کے حوالے کرنے سے اس بنا پر انکار کیا کہ

وہ یہاں سے البتہ وعدہ کیا اُسے جزیرہ سے نکال دیا جائے گا۔

جزیرہ کی حکومت نے ایک طرف بایزید سے معاملے کرلیا۔ دوسری طرف جم سے وعدہ لے لیا کہ سلطنت پر قابض ہونے کے بعد اُسے عظیم الشان مراعات دے گا۔ باضابطہ عہدنامہ لکھوا لینے کے بعد شاہزادے سے کہا کہ یہاں اُس کی زندگی خطرے میں ہے بایزید نے اُسے زہر دینے کے لیے اپنے جاسوس بھیج دیے ہیں۔ لہذا مصلحت یہی ہے کہ فرانس چلا جائے۔

(۸) بدنصیب شاہزادہ راضی ہوگیا۔ اور اگست ۱۴۸۲ء میں جزیرہ سے روانہ ہوا۔ اسے یقین تھا کہ فرانس جا رہا ہے۔ وہاں آزاد شاہانہ زندگی بسر کریگا۔ مگر جہاز میں بیٹھتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ حکام جزیرہ کی حراست و قید میں ہے اور وہ اُسے آزاد کرنا نہیں چاہتے۔ مگر اب مجبور تھا۔ صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

شاہزادہ شہر نیس میں پہونچایا گیا۔ یہ مقام اُسے بہت پسند آیا۔ اُس کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا۔ یہیں اقامت اختیار کرنی چاہتا تھا۔ مگر تخت شاہی کے لیے بے چین تھا

چنانچہ یہاں سے شاہ فرانس کے پاس قاصد بھیجا اور امداد کی درخواست کی۔ لیکن حکومت روڈس کے آدمیوں نے قاصد کو راستہ میں روک لیا اور شاہزادہ کو فبروری ۱۴۸۳ء میں نیس سے دوسری جگہ لے گئے۔ اب ادسے کہیں جمنے نہیں دیتے تھے۔ شہروں شہروں لیے پھرتے تھے اور سختی سے نگرانی کرتے تھے۔

جم کو یقین ہوگیا کہ اُسے دہوکا دیا گیا ہے یہ لوگ اُس کے ذریعہ بایزید سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اُس نے پھر دو قاصد روانہ کیے ایک فرانس کو، دوسرا ہنگری کو۔ مگر اُس کے میزبان روڈس کے حاکموں کو خبر مل گئی اور اُسے قلعہ ساسناگ میں تن تنہا قید کردیا۔

(۹) اب جم کی زندگی میں پھر ایک نیا انقلاب ہوتا ہے۔ قلعہ ساسناگ کا مالک ایک ڈیوک تہا۔ اُس کی لڑکی ولینیا ھیلا ناحسن وجمال میں یکتا تھی۔ شاہزادہ نے اُسے دیکھا تو عاشق ہوگیا دوشیزہ کو بھی اُس سے محبت ہوگئی۔ محبت نے مردمیدان جم کی طبیعت بالکل بدل ڈالی جنگ وجدل سے نفرت ہوگئی حکومت کا شوق زائل ہوگیا۔ خاموش زندگی کی طلب پیدا ہوئی۔ اُس نے بایزید کو پے درپے خطوط

بھیجے اور رحم وکرم کی درخواست کی مگر سنگ دل بھائی کو رحم نہ آیا۔ دشمن کو جھکتے دیکھہ کر اس کی ہمت اور بھی بڑھ گئی۔ اس نے شاہ فرانس سے مطالبہ لیا کہ جم کو فوراً اپنی حدود سے خارج کر دے۔

جزیرہ روڈس کے حکام نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے جاتا ہے۔ فوراً ایک نئے سودے پر آمادہ ہو گئے۔ پوپ انوسین ہشتم سے ایک بہت بڑی قیمت لے کر، ۱۳ مارچ ۱۴۸۹ء کو شہزادہ اس کے حوالہ کر دیا۔

(۱۰) جم، روم کو روانہ کیا گیا پوپ سے ملاقات ہوئی۔ جم نے اپنی مصیبتیں نہایت مؤثر پیرایہ میں بیان کیں اور درخواست کی کہ اسے مصر جانے دیا جائے جہاں اسکی ماں اور بیوی مدتوں سے جدائی کا غم کہا رہی ہیں۔ مگر پوپ نے منظور نہیں کیا۔ اس نے کہا "یورپ کے بادشاہ ترکی پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہے ہیں تاکہ تمہیں تخت نشین کر دیں" ساتھ ہی اُس نے بہت اصرار کیا کہ مسیحی دین اختیار کرے تاکہ دنیا کے ساتھ آخرت کی عزت بھی حاصل ہو جائے،،

جم پکا مسلمان تھا۔ پوپ کی یہہ دعوت حقارت سے رد کر دی۔ اُس نے سختی سے کہا وہ اگر تمام دنیا کی بادشاہی مل جائے، تو بھی میں اپنا دین فروخت نہیں کرونگا،، اتنا ہی نہیں بلکہ غیور شہزادہ نے پوپ کے رو برو سر جھکانے یا اسکے ہاتھ کو بوسہ دینے سے بھی انکار کر دیا، جیسا کہ شاہان یورپ کا دستور تھا۔ اُس نے کہا، میں مسلمان ہون۔ پوپ کے سامنے نہ تو جھک سکتا ہون نہ اس کا ہاتھ چوم سکتا ہون!

پوپ نے اسے ویٹیکان میں نظر بند کر دیا اور دول یورپ کو ترکی پر حملہ کی ترغیب دینے لگا مگر اس وقت بھی یورپ میں باہم دیگر سخت منافقت تھی۔ آپس میں کوئی سمجھوتا نہ ہو سکا اسی اثنا میں پوپ نے انتقال کیا اور مشہور ظالم کارڈینل، اسکندر ششم کا جانشین ہوا۔ اس نے اُس عظیم رقم پر قناعت نہیں کی جو، جم، کو قید میں رکھنے کے صلہ میں بایزید سے سالانہ وصول کیا کرتا تھا۔ بلکہ ایک بہت بڑی رشوت لیکر اوس کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔

(۱۱) اسی زمانہ میں (دسمبر ۱۴۹۴ء) چارلس ہشتم شاہ فرانس نے روم کا محاصرہ کر لیا، اور صلح کی ایک شرط یہہ بھی قرار دی کہ جم اوس کے حوالہ کر دیا جائے۔ پوپ نے دونوں طرف سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اس زمانہ میں یورپ کے روحانی رہنما آلات و وسائل قتل کے بھی سب سے

بڑے ماہر تھے۔ پوپ کے پاس ایک ایسا زہر موجود تھا جو اگر ایک تندرست آدمی کو کھلا دیا جائے۔ تو ایک خاص مدت تک اسکی تندرستی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ لیکن اس مدت کے بعد آہستہ آہستہ اسکی تاثیر کام کرنے لگتی تھی، اور بتدریج مریض کا خاتمہ کر دیتی تھی۔ پوپ نے یہی زہر جم کو کھلا دیا، اور اس کی اطلاع بایزید کو دیکر اس سے مطلوبہ رقم حاصل کر لی پھر زندہ و سالم جم، چارلس کے حوالے کر دیا، اور اس سے بھی صلح کر لی!

جم شاہ فرانس کے قبضہ میں آگیا۔ چارلس نے اسے ٹرکی پر فوج کشی کے لئے آمدہ کرنا شروع کیا۔ مگر وہ اب سمجھ چکا تھا کہ یورپ اس کی طرفداری نہیں کر رہا ہے۔ اس کی آڑ میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت تباہ کرنی چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے قطعی طور پر انکار کر دیا۔ بادشاہ نے ناراض ہوکر قید کر دیا۔ مگر اب اسکی دائمی رہائی کا وقت بھی آپہنچا تھا۔ پولس رسول کے جانشین پوپ کا زہر اس کے جسم میں سرایت کر چکا تھا۔ وہ ابھی ناپولی ہی میں تھا کہ ۲۴۔ فروری ۱۴۹۵ء میں انتہائی حسرت و یاس کے ساتھ اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا! اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔ خدایا اگر دشمنان دین مجھ سے مسلمانوں کے خلاف کام لینا چاہتے ہیں۔ تو مجھے جلد موت دے، اور ان کا مقصد پورا نہ ہونے دے!

یادداشت

اردو ٹائپ کی دشواریوں سے پریس اور کاتبین کی بوالعجبیوں میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہوئی آج ان ہر دو سے کل ہند پریشان و حیران ہے یہی حال اس ادارہ کا بھی ہے جس کو پہلے ہی مرتبہ شکار ہونا پڑا۔ رسالہ مکمل حیثیت سے مرتب کر لیا گیا تھا ابتداء کاتب صاحب کی غفلتوں سے کتابت میں تاخیر ہوئی پھر طباعت میں دشواریاں پیدا ہوئیں ذی الحجہ ہی میں نصف سے زاید کی طباعت ہو چکی تھی بقیہ کی تکمیل میں اس قدر تاخیر ہوئی ناظرین کرام سے گزارش ہے کہ اس تاخیر کو معاف فرما دیں۔ انشاء اللہ ہم نے آئندہ کے واسطے اس کام کے بر وقت انجام دہی کے لئے ایک خاص نظام العمل مرتب کر لیا ہے اس کے تحت کتابت و طباعت کا کام شروع کرا دیا گیا ہے ارادہ ہے کہ محرم و صفر کا ایک پرچہ ربیع المنور کے پہلے ہفتہ تک پہنچ جائے

پیام جناب مدیر صاحب السلام علیکم۔ تجویز اشاعت مجلہ نظامیہ کی خبر سنکر مسرت ہوئی نظامئین نے اپنی مادر علمیہ کی خدمت کا جو عزم کیا ہے وہ ہر طرح مستحسن اور قابل قدر ہے سلطنت آصفیہ میں علوم دینیہ و شرقیہ کے دو ادارے تھے مدرسہ دارالعلوم اور مدرسہ نظامیہ دارالعلوم تو جامعہ عثمانیہ کے شعبہ دینیات کی نظر ہو گیا مدرسہ نظامیہ رہگیا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اسکو ہر آفت اور مصیبت سے محفوظ رکھے مجلہ نظامیہ یقین ہے کہ فرزندان نظامیہ میں وحدت خیال اور جوش پیدا کرنے کا اچھا ذریعہ ثابت ہوگا مجھے یہ دیکھکر بیحد مسرت ہوئی کہ آپ کا مجلہ صرف مباحث علمیہ و مضامین اخلاقیہ کی اشاعت ہی اپنا مطمح نظر نہیں رکھتا بلکہ مسلمانوں میں قوت عمل پیدا کرنا بھی اسکی ایک غرض ہے میری درخواست ہے کہ آپ اس مقصد کو اپنے اغراض میں سب سے پہلے جگہ دیں۔ علماء ملت اور خصوصًا علما، مدرسہ نظامیہ کے سامنے ایک ایسا مرتب لائحہ عمل پیش کریں جو انکو صحیح معنی میں ملک و ملت کے لئے مفید اور مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام بناوے میری ایک اور تمنا یہ ہے کہ میں مدرسہ نظامیہ میں ایک تبلیغی جماعت دیکھوں جسمیں وہی طلبہ شریک کئے جائیں جنہوں نے اپنا مقصد زندگی ایثار فی سبیل اللہ کے ساتھ تبلیغ اسلام قرار دے لیا ہو۔ اس جماعت کے نصاب میں علاوہ انگریزی کے ملک کی کوئی ایک زبان تلنگی، مرہٹی، یا کنرسی لازمی قرار دی جائے اور ان طالبان علم کو جدید طریقہ پر تمام مذاہب عالم کے متقابل تعلیم دی جائے خصوصًا یہ بتایا جائے کہ مخالفین اسلام نے اسلام پر کیا اعتراض کئے ہیں اور کس طرح اسلام ان سے پاک ہے اگر آپ نے آپکی جماعت اور آپکے رسالہ نے مدرسہ نظامیہ کی اس طرح اصلاح کرلی اور علما و نظامیہ کو میدان عمل میں لا کھڑا کیا تو میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ آپ ہمارے ہزاروں تشکر اور خدا کی طرف سے ہزاروں جزاؤں کے مستحق ہونگے میری تمنا ہے کہ آپکا مجلہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو ملک اسکی قدر کرے اور وہ استقلال و استحکام کے ساتھ جاری رہے فقط۔ آپکا مخلص

۲ فروری ۱۹۳۶ء نواب بہادر یار جنگ

قطعۂ تاریخی از محمد عبدالکریم سلیم ورنگلی متعلم جماعت ہفتم نظامیہ

چمن میں جھومتے آتے ہیں بادل لطف باری کے
سدائیں گونجتی ہیں برق کی جو غرق رحمت ہے
نسیم صبح کہتی ہے گلوں سے منہ بہ منہ ہو کر
نہو افسردہ خاطر اب تمہیں مژدہ بشارت ہے
چٹکنے کو ہر کلی اس طرح مشغول تشکر ہے
تمنا ہو گئی حاصل تری یارب عنایت ہے
چمن میں عندلیب خوش گلو ہے اس طرح گویا
مبارک آج دنیا میں مجلہ کی نظامت ہے
سلیم اس فکر کا عقدہ کہلا آئی ندا ایسی—
کہو آرائی باغ علم تاریخ اشاعت ہے
۱۳۵۵ھ

دکن کی قدیم و جدید علمی ترقیان

از شاہ ابوالخیر کنج نشین

دکن کے اس عنوان پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور اس قسم کے مواد سے تاریخ کے صفحات بھرپور ہیں لیکن ذیل میں چند ایسے حقایق لکھے جاتے ہیں جس سے یہ رائے قایم کی جاسکتی ہے کہ علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں دکن ہمیشہ کوشان رہا اور ہمیشہ ہر مفید تحریک کا خیر مقدم نہایت عظمت اور وقعت کیساتھ کیا ---- جو اپنی آپ نظیر ہے۔

دکن مین مسلمانون کی آمد

ظلمت کدۂ ہند مین مسلمانون کی آمد و رفت کا سلسلہ پہلی صدی ہجری سے شروع ہوا سلطان محمود غزنوی کی فاتحانہ کوششون سے ہندوستان کا بہت سا حصہ قلمرو اسلامی میں داخل ہوا۔ اور یہی زمانہ اسلامی حکومت کے آغاز کا کہلاتا ہے۔ رفتہ رفتہ ہند کے اطراف و اکناف مین نور اسلام کی شعاعین پھیلنا شروع ہوئین۔ سلطان علاؤالدین خلجی کے عہد مین دکن بھی فتح ہوا۔ اس طرح سرزمین دکن مین مسلمان شمالی ہند کی جانب سے داخل ہوتے رہے لیکن بعض مورخین کی رائے ہے کہ دکن مین مسلمان پہلے خشکی کے راستہ سے نہیں۔ بلکہ سمندر کی راہ سے پہونچے ہیں یعنی شحر اور شحر میں یمن اور حضرموت کے ساحلی باشندے حلقۂ اسلام میں شامل ہوگئے تھے۔ اور یہ سب تاجر تھے۔ اس عہد مین ان کی بحری تجارت کو بیحد فروغ اور کمال عروج حاصل تھا یہ تجارت کی غرض سے مختلف مقامات پر آیا جایا کرتے تھے۔ ان کے جہاز ملیبار اور

سراندیپ[۵] بھی اکثر پہونچا کرتے تھے یہ مسلمان تاجر جہاں کہیں جاتے وہاں اسلام کی مقدس تعلیمات کو بھی اپنے عمل اور تقوے کے ذریعہ پھیلاتے تھے جس کے سبب بہت سے ہنود مسلمان ہوجاتے اور اسلام کے گرویدہ ہوتے تھے۔ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ دکن میں مسلمان پہلے خشکی کے راستہ سے نہیں سمندر کی راہ سے پہونچے ہیں۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ مسلمانوں نے جن جن ملکوں پر حکمرانی کی ہے وہاں انہوں نے امن وامان کو بھی قایم رکھا۔ اور مفتوحہ علاقوں سے جہل کو دور کرکے علم وفضل کو پھیلانے کی سعی کی ہے محمد تغلق کے زمانہ میں سلطنت کے مختلف صوبہ دار اپنی خود مختار سلطنت قایم کرلئے۔ جن میں ایک دکن بھی تھا۔ دکن کا فوجی سردار ظفر خان حسن گنگو بہمنی کے نام سے سنہ میں تخت نشین ہوا۔ بہمنی خاندان کی یہ سلطنت دوسو برس تک دکن میں بڑے دبدبہ کے ساتھ حکومت کی ہے۔ اس خاندان کے حکمران اپنے دور حکمرانی میں علوم وفنون کے سرپرست اور مربی رہے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر صاحب کمال اور اہل فن گزرے ہیں۔ سلطان فیروز شاہ کے نسبت مشہور ہے کہ یہ علوم معقول ومنقول میں ماہر تھا فقہ وتفسیر اصول حکمت طبعی میں قابلیت تامہ رکھتا تھا۔ ہفتہ میں تین مرتبہ طلبہ کو درس دیتا تھا اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ اس بادشاہ کو فراہمی کتب کا بھی بیحد شوق تھا۔ دور دراز ملکوں سے نوادر علوم وفنون کو جمع کرتا تھا۔ جس کے سبب اس کے عالیشان کتب خانہ میں ہر علم وفن کے متعدد وکمیاب کتب تھے۔ غرض خاندان بہمنیہ کے حکمران علم دوست اور علماء وحکما پرست تھے۔ ان سب کے عہد میں ہمہ قسم کے علماء حکما اور شعرا جمع رہتے تھے۔ اور اس خاندان نے اپنے دور حکومت میں مساجد کے پہلو بہ پہلو بہت سے مدارس اور مکاتب بھی قایم کئے تھے۔ اس دور حکومت کے حسب ذیل مدارس سب سے زیادہ مشہور ومعروف گذرے ہیں۔ ان مدارس کی تفصیل لکھنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس وسیع سلطنت کے حدود بھی بیان کئے جائیں۔ یہ وسیع سلطنت شمال میں برار تک جنوب میں دریائے تنگبھدرا تک مشرق میں تلنگانہ کے آخری حدود تک اور مغرب میں سمندر تک پہونچ گئی تھی۔

---

۵ معجم البلدان البلاذری

مدرسہ برار

برار میں ایک مدرسہ قایم کیا گیا تھا۔ جس مین طلبہ کی تعلیم و خوراک کا نظم حکومت کی جانب سے کیا جاتا تھا۔

مدرسۂ احمدنگر

اس قسم کا ایک اور مدرسہ احمدنگر میں بھی قایم تھا اس مدرسہ مین معقول منقول فلسفہ ریاضی اور ہیئت کی تعلیم دی جاتی تھی اصل مین یہ ایک اس زمانہ کی جامعہ تھی جس میں ہر قسم کے علما اور حکما موجود رہتے تھے۔ اس زمانہ مین قاضی عبدالنبی المتوفی ـــــ نے اپنی کتاب جامع العلوم لکھی ہے۔

مدرسہ حیات نگر

حیات نگر میں بھی ایک مدرسہ تھا۔ اس مدرسہ میں کس قسم کی تعلیم ہوتی تھی اسکا پتہ نہیں چلتا ہے۔ صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ اس مدرسہ مین صرف ابتدائی کتابین ہر زبان کے پڑھائے جاتے تھے۔ (۱)

مدارس گلبرگہ

دولت بہمنیہ کا ابتدائی دور حکومت گلبرگہ میں قایم تھا اور گلبرگہ ہی مین اس خاندان کو عروج بھی حاصل ہوا ـــ اس لیئے اس خاندان کے حکمرانون نے پہلے پہل گلبرگہ ہی سے علم و فضل کو پھیلانے کی کوششین کی ہین۔ شہر گلبرگہ جو حسن آباد سے موسوم تھا اس شہر مین متعدد مکاتیب اور دارالعلوم قایم کیئے گئے تھے۔ جہان علما اور حکما درس و تدریس مین مصروف رہتے تھے۔ ان مدارس کے علاوہ فوجی اور فنی مدارس بھی تھے۔ جہان تیراندازی شمشیر زنی اور اسی قسم کی فوجی تعلیم دیجاتی تھی [1]

مدارس بیدر

بہمنیہ خاندان کا نوان بادشاہ احمد شاہ ولی البہمنی نے گلبرگہ سے بیدر کو دارالسلطنت قرار دیا تو اس مقام کو بھی زیور علم و فضل سے آراستہ کیا۔ گلبرگہ کی طرح بیدر کو بھی علوم و فنون کا مخزن بنایا۔ اس شہر مین بھی دو درسگاہیں قائم ہوئی ہین۔ جو جامعہ کہلائی جا سکتی ہین۔ ایک دارالتعلیم ہے اور دوسرا محمد شاہ بہمنی کا مشہور علم پرور وزیر خواجہ جہان محمود گاوان نے

[1] تحفۃ السلاطین از ملا داؤد بیدری

[2] بہمنی نامہ

جامع محمود شاہ کے نام سے قایم کیا تھا۔ آخری درسگاہ کی عمارت ہندوستان کی علمی تاریخ میں ہمیشہ عظمت کے ساتھ دیکھی جاتی ہے اس درسگاہ مین طلبہ کی رہائش کا بھی نظم تھا جس کے اخراجات عام اوقاف سے ادا ہوتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ ہندوستان مین اس سے زیادہ کوئی اور درسگاہ نہیں تھا جسکی عمارت اسقدر وسیع ہو اور جس مین تعلیم و تربیت کا خاص نظم ہو یہ اب بھی آثار قدیمہ مین شامل ہے۔ بہت سے سیاحین دور دراز مقامات سے اسکی عمارت کو دیکھنے کے لئے آیا کرتے ہین۔

اس خاندان کی علمی قدردانی کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ اسی خاندان کے ایک حکمران محمود شاہ نے حضرت خواجہ حافظ شیرازی کو دکن مین تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ یہ دکن کی بدقسمتی تھی کہ خواجہ صاحب آنہ سکے۔ غرض اس خاندان نے علوم و فنون کی سرپرستی سے کسی زمانہ مین منھ نہین موڑا۔ ہر وقت جب کبھی موقع ملا۔ احیائے علوم و فنون مین ضرورت سے زیادہ حصہ لیا۔ علما و مشائخین کی قدر و عظمت میں کسی طرح کمی نہیں کی انھین فراغت معاش سے بے فکر رکھنے کی ہر وقت ممکنہ سعی کی گئی۔ تاکہ معاش سے بے فکر ہو کر اپنی زندگی علمی مشاغل اور دینی ہدایت مین بسر کرسکین۔

آج دکن مین جو بھی مسلمان نظر آتے ہین وہ سب ان بزرگان دین کی حسن توجہ کے محمود نتایج ہیں آخر یہ عظیم الشان سلطنت کا انقراض نوین صدی کے آخر مین ہوا اور اس کے سرداروں نے اس وسیع مملکت کو پانچ حصوں پر تقسیم کرلیا۔ ان پانچ خاندانوں نے ۸۹۵ھ سے ۱۰۹۸ھ تک دکن مین حکومت کی ہے۔

گولکنڈہ کا قطب شاہی خاندان

نوین صدی ہجری کی ابتدا مین

سلطان قلی نے قطب شاہی حکومت قایم کی جو ۹۲۴ھ سے ۱۰۹۸ھ تک قایم رہی۔ اس خاندان کے اکثر حکمران ارباب فضل و کمال کی خوب قدر و منزلت کیا کرتے تھے۔ اور اپنے حدود مین علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے لئے متعدد مکاتب اور مدارس قایم کئے تھے سلطان محمد قلی قطب شاہ جو ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ع مین تخت نشین ہوا۔ اس نے شہر حیدرآباد کو آباد کیا۔ اور چار مینار کو بنایا۔ اس بادشاہ کو نہ صرف عمارتوں کے بنانے کا شوق تھا بلکہ یہ علوم و فنون کا دلدادہ بھی تھا ہمیشہ بڑے بڑے باکمال حضرات کو مدعو کرتا تھا۔ غرض یہ بادشاہ بھی علوم و فنون کا حامی تھا۔ اپنے حدود مین بہت سے

مدارس اور مکاتب قائم کئے تھے اس طرح گولکنڈہ کا قطب شاہی خاندان ڈیڑھ صدی تک حکمرانی کر کے ۱۶۸۷ء میں سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھوں سلطنت مغلیہ میں ہمیشہ کے لیے شامل ہوگیا[1]

دولتِ آصفیہ کے عہد میں علمی ترقیاں

دولت آصفیہ کے بانی نواب میر قمرالدین خان نظام الملک آصفجاہ مین جنھوں نے ۱۷۲۴ء میں بحیثیت ایک خود مختار حکمران کے دکن میں حکومت قایم کی۔ جس کے الطاف و عنایات کا ایسا گراں بوجھ رعایا دکن پر ہے کہ کوئی حلقہ اطاعت سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا یہی وجہ ہے کہ ہر شخص دولت آصفیہ کے حکمرانوں پر ہمیشہ سر کٹانے اور خون بہانے پر آمادہ رہا ہے اس کی وجہ کیا تھی جس کے سبب دکن کی رعایا اسقدر حکمرانان آصفیہ کی گرویدہ اور مطیع ہوگئی۔ جہاں تک ہم نے ان مسایل کی تحقیق کی۔ وہ یہی ہے کہ اس خاندان کے تمام بادشاہوں نے دکن میں جو حکومت کی وہ اس حیثیت سے نہیں کی کہ صرف ذات شاہانہ ہی تنہا تمتع اٹھائے۔ بلکہ دولت عالیہ کے شاہان آصفیہ کے پیش نظر ہمیشہ رعایا کی فلاح و بہبودی کا خیال رہا۔ اور ہر وقت رعایا کے مشکلات کو دور کیا گیا اور انھیں آرام و آسایش پہونچانے کے لئے جملہ ذرایع اختیار کئے گئے۔ اسی پر اکتفا نہ کیا گیا بلکہ رعایا سے جہل کو دور کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی گئی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ رعایا کی تعلیم کے لئے مدارس حفظان صحت کیلئے شفاخانے امن و امان کے لئے انتظامی محکمے عدل و انصاف کے لئے عدالتیں مع غیر ذلک کیلئے بالاب ہیں اور اسی قسم کے ادارے قایم کئے جن سے آج ہر شخص بلا لحاظ مذہب و ملت مستفید ہو رہا ہے اور اس کساد بازاری میں بھی خوشحالی اور امن و امان سے زندگی بسر کر رہا ہے جسکی نظیر آج دنیا کے کسی متمدن ملک میں بھی مشکل سے نظر آئیگی تاریخ کی اوراق گردانی کی جائے پچھلے حالات اور واقعات تحقیق کی نظر سے دیکھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ اس خانوادہ عالیہ کے تمام حکمران رعایا پرور علم دوست علوم و فنون کے مربی اشاعت تعلیم کے حامی گزرے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس خاندان نے دکن میں حکمرانی نہیں کی بلکہ ایک شفیق باپ کی طرح اپنی عزیز رعایا کی تربیت و حفاظت کا نظم کیا۔

حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ ہی کی وہ باعظمت شخصیت ہے جسکی عہد میں رعایا ہر طرح خوش حال اور فارغ البال رہی انکی سخاوت و شجاعت دریا دلی اور غربا پروری دنیا بھر میں مشہور رہی۔ غرض آپ کے عہد میں بھی ملک کو ہر قسم کی ترقی حاصل تھی۔

مدرسہ صوفیہ تعلیم علوم دینیہ کے لئے جمال العارفین حضرت چندا شاہ صاحب رح نے ۱۳۰۱ف میں مدرسہ صوفیہ کو شہر بیدر میں قایم فرمایا مدرسہ ایسے وقت قایم ہوا جب کہ

---

[1] دکن کا یہ پورا مضمون تاریخ قطب شاہی تاریخ قادر خانی تاریخ گلزار آصفیہ و حدیقۃ العالم سے ماخوذ ہے۔

بیدر میں باضابطہ تعلیم کا کوئی نظم نہیں تھا حضرت موصوف نے
اس مدرسہ کو کمال تک پہونچانے کیلئے اپنے عہد میں ممکنہ کوششیں
فرمائی ہیں لایق اور قابل اساتذہ کو مامور فرمایا غرض اس
مدرسے سے بیدر اور اطراف و اکناف کے باشندے زیادہ تر
مستفید ہوتے رہے حضرت موصوف کے انتقال کے بعد
آپکے جانشینوں میں ایسے اختلافات پیدا ہوگئے جس کے سبب موجودہ قایم
مقام (منتظم) نے بتاریخ ۲۰ شعبان ۱۳۲۴ھ اس قسم کا اقرار نامہ
لکھدیا گیا ہے کہ (۱) مدرسہ و خانقاہ اور مسجد صوفیہ معہ اس کے ملحقات
کی حفاظت و انتظام (۲) اور درختان انبہ جو درگاہ گنج نشین صاحب
کے تحت میں . . . . نصب کرائے ہیں اسکی
آمدنی کے تین حصوں میں سے دو حصے مدرسہ و خانقاہ و مسجد پر
صرف کئے جائیں (۳) کتب خانہ مدرسہ کی حفاظت بھی تفویض
کی گئی غرض مندرجہ بالا اقرار نامہ پر نظم جائداد سے پابندی
کا عہد لیا گیا تھوڑے عرصہ تک بافیض مدرسہ چلتا رہا
آخر میں حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے بھی اسکے احیاء کی
کوشش فرمائی [1] سرکار سے امداد بھی مقرر ہوئی قوم نے
رقمی امداد سے بھی اعانت کی لیکن خود غرضی اور ذاتی تمتع کا
سوال جہاں کہیں پیدا ہو جاتا ہے تو وہاں پر اس قسم کے قومی
اداروں کو ترقی نہیں ہوتی یہی حال اس مدرسہ کا بھی ہوا
یہ مدرسہ کم و بیش (۲۵) سال تک علم و مذہب کی خدمت انجام دیتا رہا

یہ امر موجب مسرت ہیکہ ۱۴ رمضان المبارک
۱۳۲۹ہجری میں سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر
خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے آپکے معارف
نوازی اور علم پروری کی نہ صرف رعایا دکن ہی رہین منت ہو
بلکہ اس بارے میں مختلف اقطاع ہند و بلاد اسلامی کے رعایا
کے قلوب میں آپکی احسان مندی اور شاہانہ نوازشات کا
جوش موجزن ہے۔ حضرت اقدس و اعلیٰ خلد اللہ ملکہ و
سلطنتہ کی توجہ یوم تخت نشینی سے اب تک اپنی رعایا کی خوش
حالی و فارغ البالی اور ملک کی ترقی پر مرکوز رہی آپکے ان میں کا
ایک ایک کام ایسا ہے کہ جس کے سبب حضرت اقدس
و اعلیٰ کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔

حضرت اقدس و اعلیٰ سریر آرائے سلطنت ہوتے
ہی انتظام سلطنت کے لئے وائسرائے کی اکزیکیٹیو کونسل
کے مانند باب حکومت کی تشکیل کو منظور فرمایا تاکہ سلطنت
کے اہم معاملات مشورہ سے انجام پاتے رہیں اور
اس دور بابرکت میں سب سے زیادہ اہمیت ملک سے
جہالت کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے ایک طرف
ملک کی عام تعلیم کے لئے جامعہ عثمانیہ اور اس کے
متعلقہ شعبوں کو قایم کیا گیا تو دوسرے طرف مسلمانوں
کی خاص تعلیم و تربیت کے لیے مدرسہ نظامیہ کی سر
پرستی فرمائی جس کے سبب بلا خوف تردید کہا
جا سکتا ہے کہ اس کی نظیر عہد ماضی کی تاریخ میں
مشکل سے نظر آئے گی اتنی قلیل مدت میں ان
دونوں عظیم الشان اداروں کے . . .

[1] مطلع الانوار

سبب ۔۔۔ ملک کا گوشہ گوشہ انوار علیہ سے جگمگا رہا ہے۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کے عہد میں محکمہ تعلیم نے جو ترقی کی ہے اس کا مجمل خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس وقت کل مملکت مین تعلیم گاہون کی مجموعی تعداد (۴۰۰۰) ہے ان میں سے (۲۲۹۴) ذکور کے اور (۶۰۶) اناث کے ہین اور ان سب پر بحیثیت مجموعی (۹۱) لاکھ سالانہ کی رقم ہر سال خرچ ہوتی ہے۔ نادار طلبہ کی تعلیم کے لئے حکومت کی طرف سے وظایف بھی دیئے جاتے ہین۔ اور قرض حسنہ بھی ان وظایف مین ایک معتد بہ رقم یورپ اور مصر وغیرہ ممالک میں جاکر تعلیم حاصل کرنے والون پر خرچ کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ معلمین کی تعلیم طبی تعلیم اور صنعتی تعلیم کے جدا مدارس اور کلیات قایم ہین۔

چند قوم کے سربرآوردہ

مدرسۂ نظامیہ حضرات نے ملک مین کی تعلیم کا خیال کرکے ایک ایسی درسگاہ کے قیام کی ضرورت سمجھی۔ جس کے ذریعہ حیدرآباد جیسی اسلامی ریاست مین دینیات کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کیا جاسکے۔ چنانچہ اس مبارک خیال کا حقیقی احساس حضرت فضیلت جنگ مولانا محمد انوار اللہ خان علیہ الرحمہ کو ہوا۔ چنانچہ اس مقصد عظیم کی تکمیل کے لئے مولانا علیہ الرحمہ نے بتاریخ ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ مدرسہ نظامیہ کو قایم فرمایا۔ ابتدائً مدرسہ اہل خیر حضرات کی امداد سے چلتا رہا اور جب حکومت نے بھی اس کی ضرورت کو سمجھا تو اس کی امداد فرمائی۔ آخر یہ مدرسہ مولانا علیہ الرحمہ کے زیر نگرانی ترقی کرتے ہوئے ایک اعلیٰ منزل پر پہونچا۔ اور جب حضرت اقدس و اعلیٰ کی فیاضانہ نظر اس مدرسہ پر پڑی تو جلد جلد اس مدرسہ کی ترقی تعلیم کا خیال فرماکر مدرسہ کی امداد میں کافی اضافہ فرمایا گیا اور اسکے قیام سے جن نتایج کے حصول کی توقع کی گئی تھی۔ وہ بحمد اللہ حاصل ہونے لگی اور تھوڑے ہی عرصے مین دکن اور ہندوستان تو ایک طرف تمام عالم اسلام مین اس کے فیضان کی شہرت ہوگئی۔

چونکہ حضرت خسرو ذیجاہ کو اس درسگاہ کی ترقی کا خیال ہر وقت رہا ہے۔ جس کی وجہ ۔ ۔ ۔ ہے کہ توجہ ہمایونی مدرسہ کی جانب سے تا حال کم نہین ہوئی۔ چنانچہ مدرسہ کے متعلق فرمان خسروی مورخہ ۳ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ مین ارشاد ہے کہ

مولانا علیہ الرحمہ نے ترویج علوم دینیہ کے لئے مدرسہ نظامیہ قایم کیا تھا۔ جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آکر فیوض معارف و عوارف سے متمتع ہوتے ہیں۔

دوسرے فرمان فرینہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ میں ارشاد ہے کہ مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی ہوئی ایک عالم و فاضل کی ہے جس نے اپنی تمام عمر عبادت میں صرف کی اور دنیوی معاملات سے احتراز کیا ہے۔ یعنی مولانا فضیلت جنگ مرحوم ومغفور چونکہ یہ مدرسہ خاص ان کا ایجاد کردہ ہے اور ان کے بعد ان کی یادگار ہے۔ لہذا مجھے ضروری ہے کہ اس کی بقاء و بہبودی کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ حضرت اقدس و اعلیٰ نے بمراحم الطاف خسروانہ معززباب حکومت کی رائے سے اتفاق فرماتے ہوئے مدرسہ نظامیہ کی اعلیٰ تشکیل کے لئے بتاریخ ۴ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ ایک کمیٹی کی تشکیل کو منظور فرمایا۔ سنا گیا ہے کہ اس کمیٹی نے مدرسہ کی آیندہ زندگی سے متعلق بتاریخ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ م ۱۲ مہر ۱۳۳۵ف ایک طویل رپورٹ اور ایک لائحہ عمل کو مرتب کرکے پیش کردیا ہے۔ لیکن ابھی تک اس کا نفاذ عمل میں نہیں آیا۔ وابستگان

مدرسہ نظامیہ کی یہ بھی آرزو ہے کہ منظوری سے قبل ہمدردان نظامیہ کی بھی رائے اور تفکرات حاصل کئے جائیں تاکہ ان سب کے متفقہ مشوروں سے ایک اسلامی قومی یونیورسٹی کی شکل جلد ظہور پزیر ہوسکے۔

اس موقع پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مدرسہ نظامیہ کی نسبت جو عام رائے ہے اسکو بھی واضح کیا جائے۔ اس خصوص میں صرف مسٹر میہو انگریز کی رائے لکھی جاتی ہے جو ۱۳۴۲ف میں بحیثیت مشیر تعلیمات اس دینی درسگاہ کا معائنہ کیا تھا۔ مسٹر میہو اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ:—

یہ نہایت دلچسپ مدرسہ مولوی محمد انوار اللہ خان صاحب اور ایک مجلس کے زیر انتظام ہے قاہرہ کے جامع ازہر کے نمونہ پر اس مدرسہ میں اسلامی علوم کے تمام اہم شاخوں کی تعلیم و تدریس ہوتی ہے۔ نہایت مختلف سن و سال کے چار سو طلبہ جو دور دراز مقامات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں تعلیم بالکل مفت دیجاتی ہے طلبہ کی ایک کثیر تعداد کا قیام خورد و نوش

اور لباس بھی مفت ہے۔

اس وقت یہ عالیشان درسگاہ کا انتظام ایک کمیٹی انتظامی کے سپرد ہے۔ جس کے صدر نشین نواب فخر یار جنگ بہادر صدر المہام عدالت و امور مذہبی اور صدارت العالیہ ہیں۔

ہمیں توقع ہے کہ نواب صاحب ممدوح کی صدارت میں مدرسہ نظامیہ کو بیش از بیش ترقی حاصل ہوگی اور جلد از جلد یہ ایک قومی جامعہ کی شکل میں مبدل ہو جائے گا۔

دائرۃ المعارف علوم اسلامیہ اور فنون قدیمہ کے نایاب اور کمیاب خزاین علمی تلف ہو رہے تھے جس کے حفاظت کی سخت ضرورت تھی۔ اس مقصد کیلئے نواب عماد الملک مولانا فضیلت جنگ اور ملا عبد القیوم مرحوم و مغفور جیسے بزرگان امت کی کوششوں سے سنہ ۱۳۰۰ھ م ۱۸۹۲ء میں دائرۃ المعارف کے نام سے ایک علمی مجلس[1] قایم کی گئی۔ یہ بھی ابتداءً اہل خیر حضرات کی امداد و اعانت سے چلتی رہی۔ آخر حکومت نے بھی اس مجلس کی سرپرستی قبول کی جس کے سبب ذخائر علمی تلف سے محفوظ ہو گئے۔ حضرت اقدس و اعلیٰ کے عہد میمون میں اس مجلس کو پہلے سے زیادہ ترقی حاصل ہوئی۔ ۱۳۳۲ھ میں اس علمی ادارے کی از سر نو تنظیم ہوئی ایک دار التصحیح قایم کیا گیا۔ علما و فضلا کا انتخاب ہوا۔ اس وقت یہ اسلامی علوم و فنون کا بہترین مخزن ہے۔ اس دور کی سب سے زیادہ خصوصیت یہ ہے کہ اس عہد میں کشف الظنون کی طرح تمام نوادر علوم و فنون کو ایک جگہ جمع کر لیا گیا ہے جس کا نام تذکرۃ النوادر ہے اور اس کے ذریعہ ایک نظام العمل مرتب کیا گیا ہے جس میں (۱۴۰) کمیاب نوادر منتخب کیے گئے ہیں۔

اس وقت تک اس علمی ادارے نے دوسو مجلدات کی اشاعت کا فخر حاصل کیا ہے[2] جس کا آج تمام عالم اسلام رہین منت ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ علوم و فنون کا سرچشمہ اغیار کی نظر بد سے محفوظ رہ کر اشاعت علوم اسلامیہ میں پہلے سے زیادہ پھلے پھولے اور ترقی کرے۔

---

[1] مطلع الانوار و مقالہ تحفظ علوم قدیمہ

[2] مقالہ تحفظ علوم قدیمہ

اشاعتہ العلوم

اس قسم کی ایک اور مجلس اشاعتہ العلوم کے نام سے ۱۳۲۳ سے قایم ہے اس مجلس کو بھی حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے اسی غرض سے قایم فرمایا کہ اس کے ذریعہ ایسے اہل علم کی مفید قوم و ملک تصنیفات جو بوجہ کسی سرمایہ کے طبع نہ کرا سکتے ہوں طبع کرا کے شایع کئے جائیں۔ یہ مجلس بھی حضرت اقدس و اعلیٰ کے سایہ عاطفت میں علوم و فنون کے نشر و اشاعت کی خدمت انجام دیرہی ہے۔ اب تک اس مجلس نے مفید ملک و قوم (۸۰) مجلدات کو شایع کیا ہے ۔ [1]

کتب خانہ آصفیہ

اسلامی علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے لئے دایرۃ المعارف تو قایم ہو گیا لیکن اس کے لئے ایک کتب خانہ کی بھی ضرورت تھی اور حیدرآباد جیسی باعظمت دولت کیلئے کتب خانہ کی ضرورت سب سے مقدم تھی۔ اس اہم ضرورت کیلئے بانیان مجلس دایرۃ المعارف کی کوششوں سے ۱۳۰۸ھ میں کتب خانہ آصفیہ کے نام سے ایک کتب خانہ کا قیام عمل میں آیا جو اس وقت حیدرآباد کا ایک بہت بڑا کتب خانہ کہلایا جاتا ہے۔ جس کی نو تعمیر عمارت (دروازہ موسیٰ ندی کنارے) بیاحین کے لئے قابل دید ہے۔

دارالترجمہ

قبل ازیں یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ رعایا کی عام تعلیم و تربیت کے لئے اس عہد عثمانی میں جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں آیا جس کے فیوض سے آج سارا ملک سیراب ہو رہا ہے چونکہ اس جامعہ کی ذریعہ تعلیم اردو زبان ہونے سے اس جامعہ کے لئے ایک دارالترجمہ کے قیام کی سخت ضرورت تھی تاکہ غیر زبان کے علوم و فنون اردو جیسی عام زبان میں منتقل ہو سکیں۔ چنانچہ اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے ۱۳۳۶ف میں دارالترجمہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس دارالترجمہ سے اب تک متعدد علوم و فنون کی کتابوں کے ترجمے شایع کر دیئے ہیں جس سے اہل ملک کی ضرورت پوری ہوتی جارہی ہے۔ اگر اسی رفتار سے یہ محکمہ کام کرتا رہا۔ تو کچھ عجب نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اتنا بڑا علمی انقلاب حیدرآباد میں رونما ہو جائے ۔

[1] مطلع الانوار

ہماری زبان کی اصلی سطح بلند ہوکر ترقی یافتہ زبانوں کے ہمسر ہو جائے۔

دفتر دیوانی کا قیام یہ امر بھی خالی از دلچسپ نہیں ہے کہ اس عہد عثمانی میں جسطرح دیگر علوم وفنون کے مجالس قایم ہوئے اسی طرح حیدرآباد کے ایک قدیم دفتر کی بھی اصلاح اور اسکی از سر نو تنظیم ہوئی۔ اس سے ہمارا مطلب دفتر دیوانی ہے۔ یہ دفتر ابتداءً ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۰ھ میں قایم ہوا اور اس کا تعلق رائے رایان کے خاندان سے رہا[1]۔ راجہ شنکر راجہ رائے رایان کا انتقال ۹ صفر سنہ ۱۳۰۴ھ کو ہونے سے پورا اسٹیٹ زیر نگرانی سرکار لے لیا گیا۔ آخر یہ دفتر حسب الحکم سرکار ۱۳۱۳ف میں ہمیشہ کے لئے فینانس میں منتقل ہوگیا۔ اس دفتر میں شاہان مغلیہ اور شاہان آصفیہ کے قدیم اسناد موجود ہیں اور یہ دفتر ایسا ہے جہاں قدیم نوادر اور ذخائر علمی کا ایک کتب خانہ بھی رکھتا ہے۔ جس کے سبب اس دفتر کو خاص اہمیت حاصل ہے اس وقت اس دفتر کے ناظم مولوی سید خورشید علی صاحب جیسی باعمل شخصیت درج رزدان ہے۔ جس کے زیر نگرانی پہلے سے زیادہ مہذب اور پہلے سے زیادہ کارگذار ثابت ہو رہا ہے۔

رصدگاہ نظامیہ رصدگاہ نظامیہ کی ابتدا ۱۳۲۱ف سے نواب ظفر جنگ مرحوم مغفور کے ذریعہ عمل میں آئی اور نواب صاحب مرحوم نے جو اشیا خریدے تھے وہ سرکار عالی میں تحفتہً پیش کئے اس کے بعد سے ایک باضابطہ رصدگاہ کا قیام عمل میں آیا۔ اور یہ اب جامعہ عثمانیہ کی سرپرستی میں پہلے سے زیادہ کارگذار ہے۔

آثار قدیمہ ملک کے آثار قدیمہ و معابد عتیقہ کی حفاظت کے لئے بھی اس دور عثمانی میں سب سے زیادہ حصہ لیا گیا ہے۔ سنہ ۱۳۳۱ف کی ابتدا میں اس محکمہ کے قیام کی کوشش کی گئی۔ اور بمبئی کے آثار قدیمہ کی فہرست مرتب کرنے کے لئے ایک انگریز مقرر ہوا۔ آخر سنہ ۱۳۲۳ف میں باضابطہ طور پر اس محکمہ کے قیام کا اعلان ہوا۔ جس کی وجہ ہے کہ ملک کے آثار عتیقہ محفوظ ہو گئے۔

مجلس مخطوطات فارسیہ فارسی زبان کے مخطوطات جو تلف ہو رہے تھے اور

[1] دبستان آصفیہ جلد دوم

جن کے نسخے کمیاب تھے ان کو بھی محفوظ کرنے کیلئے چند سال ہوئے ایک مجلس مخطوطات فارسیہ کے نام سے قایم ہوئی ہے۔ جس کے معتمد مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی مولف تاریخ ہند ہاشمی ہین۔ مولوی صاحب موصوف کی نگرانی مین مجلس مذکور [illegible] رسالے متعلق نادر اور چیدہ کتابون کو شایع کیا ہے۔

احیاء المعارف نعمانیہ

دور عثمانی مین سلطنت آصفیہ کے سرکاری محکمے اور قومی ادارے جو علوم و فنون کی خدمت انجام دیرہے ہین۔ اس کی نظیر کوئی دوسری ریاست پیش نہین کر سکتی۔ بقول مدیر صاحب اخبار سچ لکھنو کہ:—

> "حیدرآباد اسوقت ہندوستان نے کتنے اہم علمی و دینی خدمات کا مرکز ہے۔ وہان سے زیادہ موزون سرزمین (علوم و فنون کی نشر و اشاعت) کے لئے ملنی بھی دشوار ہے۔ فقہ حنفی کے اصل کتابین ناپید ہین غواصی کر کے ان گم شدہ موتیون کو ڈھونڈ نکالنا ایک بڑی دینی خدمت ہے اور بڑی مسرت کی بات ہے کہ حیدرآباد کے اہل علم (علماء مدرسہ نظامیہ) کی ایک جماعت ادہر متوجہ ہوئی اور ایک مخصوص مجلس اس مقصد کے لئے مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کے نام سے قایم کی ہے۔ اس نے عملی کام بھی شروع کر دیا ہے۔"

خدا کا شکر ہے کہ یہ مجلس ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۴۹ھ کو قایم ہوئی اور اب تک اس مجلس نے (۳۰) نادر الوجود کتابون کو شایع کرائی ہے اور اسوقت اس مجلس کے پاس (9) کتب بعد فراغ تصحیح موجود ہین۔ ان سب کی طباعت کی ضرورت ہے۔ یہ مجلس صرف اہل خیر حضرات کی امداد پر چل رہی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالی اگر اہل خیر حضرات اس کی اعانت کشادہ دلی سے فرمائیں تو توقع ہے کہ بہت سے نوادر کو شایع کر سکے۔

اس سلسلہ مین اس امر کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس و اعلی کے عہد مین نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند مین بھی بہت سے مدارس اور تعلیم گاہون کے لئے بڑی بڑی زمین مقرر ہوئی ہین اور اہل علم کے لئے بڑے بڑے منصب اور ماہوارین جاری ہوئے ہین۔ آج یہ سب شاہ دکن و برار کے عمر و اقبال کی ترقی کر

علماء دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ غرض اسس مبارک عہد میں دولت آصفیہ ہر قسم کی علمی ترقی اور نشو و نما میں سب سے زیادہ حصہ لی۔ اور دن بدن اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہی ہے۔ جس کی یاد تاریخ میں تابندہ و درخشاں رہے گی۔

منتخرجین نظامیہ کی دعا ہے کہ حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کو ہمیشہ آباد اور سلامت رکھے اور ان کے جاہ و مراتب اور عمر و اقبال میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ آمین۔

پیامات

مدرسہ نظامیہ کے خادم کی حیثیت سے مجھے انجمن طلبۂ قدیم مدرسہ نظامیہ کے کارناموں اور خدمات سے واقف ہونے کا اچھا خاصا موقع حاصل رہا ہے مدرسہ کی فلاح و بہبودی کے لئے جو کچھ انجمن نے کیا ہے یا کر رہی ہے اسکو میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں مجھے یہ سن کر مسرت ہوئی کہ انجمن نے اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے ایک ماہنامہ "نظامیہ" کے نام سے نکالنے کا ارادہ کیا ہے۔ انجمن کی سابقہ مساعی جمیلہ کے مدنظر مجھے قوی امید ہے کہ انجمن کی طرح اس کا رسالہ بھی ملک و قوم کی مفید خدمات انجام دے گا بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ اراکین انجمن اور کارکنان مجلہ کی کوشش ہمیشہ خالصتہً لوجہ اللہ ہوں اور کامل طور سے بارآور ہوں۔

فخر یار جنگ

صدر المہام عدالت و امور مذہبی و صدر مجلس مدرسہ نظامیہ

مجھے آپ کے خطوط سے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ مدرسہ نظامیہ کے طلبہ قدیم ایک مجلہ شائع کر رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آجکل مصروفیت کی بنا پر میں اس کے لئے کوئی مضمون روانہ نہیں کر سکتا۔

لیکن مجھے توقع ہے کہ آپ کا رسالہ کامیاب رہیگا اور آپ حضرات کی کوششیں بارآور ہوں گی۔

مدرسہ نظامیہ – حیدرآباد کا ایک نہایت قدیم اور قابل تعظیم ادارہ ہے۔ وہاں کے سپوت اس سرزمین کی زندگی اور روحانی فروغ میں اب تک قابل قدر حصہ لیتے رہے ہیں اور یقین ہے کہ علم و عمل اور مذہب و اخلاق کی وہ شمع جو مولانا حافظ انوار اللہ خان بہادر فضیلت جنگ مرحوم کے پاک انفاس سے روشن ہوئی تھی ملک کے تاریک گوشوں کو اپنے فیض افشانیوں کے ذریعہ منور کر دے گی۔

آپ حضرات پر بڑی اہم ذمہ داری عاید ہوتی ہے کیونکہ جدید طلبہ اپنے پیش روؤں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اور قدیم روایات کی پابندی پر مجبور ہوتے ہیں اسلئے آپ جو بھی روایات قائم کریں گے اور اپنی درس گاہ اور اپنے ملک و مالک کی خدمت

اسلام و اشتراکیت

از مولانا شاہ محمد عبد القدیر صاحب حسرت صدیقی القادری رکن مجلس انتظامی مدرسہ نظامیہ صدر و سابق شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ

انسان کی فطرت میں محبت اور ہمدردی کا جذبہ بھی ہے۔ اور جو قوت شہوانی بہیمی کے لوازم سے ہے تفوق و امتیاز کا مادہ ہے۔ جو قوت غضبی و سبعی کے عوارض سے ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو بھی محبت دودھ بن کر ماں کے سینے میں جوش مارتی اور جاری ہوتی ہے۔ جیسے جیسے بڑا ہوتا جاتا ہے ماں باپ سے دایہ یا انا سے بھائی بہن سے قرابتداروں سے محلہ والوں سے۔ ہم جماعتوں سے۔ مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ سے محبت ہوتی ہے۔ سب کے اخیر میں مطلق انسانی ہمدردی یا خالص للہی محبت رہتی ہے۔ درمیان میں مختلف قسم کے خیالات کے لوگ ہیں بعض زمین کو معیار قومیت ٹھیراتے ہیں۔ جیسے یورپی و ایشائی۔ افریقی۔ امریکی بعض زبان کو معیار قومیت قرار دیتے ہیں مثلاً امریکہ کے ایک حبشی کے مقابل جو سپید پوست امریکن کے برابر انگریزی بولتا ہے۔ اگر جرمنی یا روسی یہودی ہو تو امریکی کرسٹان باوجود ہم ملک اور حق پر ہونے کے کبھی حبشی کی تائید نہ کریگا بلکہ سپید یہودی کی تائید کرے گا۔

اسلام چونکہ تبلیغی مذہب ہے۔ لہذا اس میں قومیت مذہب کے لحاظ سے ہے۔ اور تمام دنیا کے لوگ اس قومیت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ خدا ایک ہے تو اس کے ماننے والے بھی ایک ہیں۔ ؎

یہ رشتہ خدائی ہے کیا خوب رشتہ
مسلمان، آپس میں ہیں بھائی بھائی

تمام مذہب کی جان پوچھو تو انسانی ہمدردی ہے۔ مذہب کے دو ہی تو اصول ہیں۔

التعظیم لامر اللہ و الشفقۃ علی عیال اللہ

کسی نے ایک فقیر سے پوچھا سب سے زیادہ پگلنے والی شئی کیا ہے۔ اس نے جواب دیا لوگ کہتے ہیں کہ مسکہ ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ہمدرد دل ہے۔ کہ گرمی پہنچی دوسرے کو اور یہ ہے کہ پگلا جا رہا ہے جو خدا کے بندوں پر رحم نہیں کرتا۔ خدا اس پر

رحم نہیں کرتا رحمت خدا کے پاس سے نیکون
کے دل پر اترتی ہے - اور پھر وہان سے لوگون کو
پہونچتی ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں دو صفتیں ہیں
جو دونون رحم ہی سے مشتق ہیں دوسری صفت یا
جذبہ انسان میں امتیاز و تفوق کا ہے یہی صفت انسانکو
دیگر حیوانات سے امتیاز دیتی ہے اس صفت میں حاکمانہ
شان ہے - اچھا کھانا - اچھا پہننا - دماغی محنت کرنا
اور جسمانی آرام و راحت اٹھانا - دوسرون سے خدمت
لینا اور ان پر حکومت کرنا اس کا مقصد رہتا ہے
یہی جذبہ جب ضرورت سے زیادہ اور اعتدال سے
بڑھ جاتا ہے تو خود غرضی بے رحمی ظلم و ستم کے حد
کو پہنچ جاتا ہے - میں آرام سے رہون چاہے دوسرا
مر ہی کیون نہ جائے - یہ بھوکا بیمار ہے تو ہمارے بلا سے
چیختا اور کراہتا کیون ہے اس سے ہماری نیند میں
خلل آتا ہے ایک ارب پتی کے گھر کا قالین پچاس
ہزار روپیہ کا ہے ایک کروڑ پتی کے گھر میں بال اور
ڈنر ہوا ہزار ہا روپیہ صرف ہو گئے - اور ہمسایہ میں
بیوہ مع چھوٹے چھوٹے بچون کے بھوک سے بے قرار
ہیں تڑپتے ہیں اور نیند نہیں آتی بیٹا کروڑ پتی ہو گیا ہے
اور اس کا بوڑھا باپ محنت مزدوری کرنے سے چور
ہو گیا ہے - بیٹا دیکھتا ہے اور اسکو اسکی کچھ بھی پروا
نہیں - ایک بیرسٹر صاحب اپنے دوستون

سے سرگرم گفتگو تھے - ایک صاحب معمولی حالت
میں گھر میں داخل ہو رہے تھے دوستون نے پوچھا
ویل، یہ کون ہے — بیرسٹر صاحب نے فرمایا
یہ ہمارا قدیم دوست ہے - جلے دل کے باپ سے
یہ سن کر رہا نہیں گیا بے ساختہ کہہ اٹھا - نہیں صاحب
میں ان کا نہیں ان کی والدہ کا دوست ہون —
مظالم بے رحمی بے دردی جب ناقابل برداشت
ہو جاتے ہیں - تو مظلوم بیکس بگڑ جاتے ہیں پہلے مظاہ
کے چرچے ہونے لگتے ہیں - مخالفت میں تقریرین
ہوتے ہیں انکو دولت کی طرف سے بغاوت کا الزام
لگا کر سزائیں دیجاتی ہیں - روکنے کیلئے قوانین
بنائے جاتے ہیں - روز نیا ایک سخت قانون نافذ ہوتا
ہے - دوسری طرف سے مقاطعہ کیا جاتا ہے - خفیہ
انجمنیں بنائی جاتی ہیں - اندر ہی اندر سازشیں ہو
ہیں - فوج کو ہموار کیا جاتا ہے طوفان آتا ہے سا
نہ توٹ جاتا ہے - الامان الحفیظ - شہر تباہ قصبے
برباد - دولت مند لوٹ لئے جاتے ہیں امرا قتل کئے
جاتے ہیں - ساہوکارون کی لنگوٹی بھی چھین لی جاتی
ہے قتل و کشت کا بازار گرم ہوتا ہے جس طرح
پہلے بے رحمی سے کام لیا جاتا تھا اب سنگدلی سے
کام لیا جاتا ہے - زیادہ زور ہوتا ہے تو مذاہب و معا
برباد کئے جاتے ہیں - آزادی بے دینی ایک مشترک

چیز رہتی ہے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ شریک محنت ہوتی ہیں۔ خانہ داری معدوم۔ گائے۔ بیل بھینس۔ بھینسہ چرتی رہتی ہیں۔ نہ بھی خواہشات پورے کئے جاتے ہیں مگر محبت پوچھو تو ندارد۔ چھوٹے بچے پیدا ہو جاتی ہیں اور سرکار دانہ کھلا اُن کی کفالت مگر شفقت کو ڈھونڈو تو معدوم۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر۔ کیا تاریک زمانہ ہے۔ نالایق لایق۔ عالم جاہل۔ غبی ذکی۔ محنتی سست۔ قوی ضعیف۔ سب برابر۔ ٹکہ سیر بھاجی ٹکہ سیر کھاجا۔ استبداد اور دولت مندی کے زمانہ میں ایک قسم کے مظالم تھے۔ مساوات و اشتراکیت کے زمانہ میں ایک دوسری قسم کے مظالم ہوتے ہیں۔ پہلے رحم نہ تھا۔ اب محبت نہیں رہی پہلے ہمدردی نہ تھی اب ناقدری ہے۔ گھوڑا گدھا برابر ہے نہ وہ حق تھا نہ یہ حق ہے۔ طلب حقوق و مساوات دونوں فطری جذبات ہیں۔ یہ ہرگز بالکل محو نہیں کئے جا سکتے۔ یاد رکھو کہ جس طرح کوئی شخص کوئی سلطنت ایک حال پر قائم نہیں رہتی۔ پیدا ہوتی ہے قوی ہوتی ہے۔ پھر ضعیف ہوتی ہے اور ختم۔ دیکھو آدمی پیدا ہوتا ہے تو بچہ رہتا ہے مگر اسکی حرارت غریزی اصلی قوت اتنی قوی ہوتی ہے۔ جو کھانا جزو بدن بدل ما تحلل کے لیے نشوونما میں کام آتا ہے۔ عوارض لاحق ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ اصلی قوت قوی ہوتی ہے سب کو دفع کر دیتی ہے۔ جوان ہوتا ہے تو قوت جسمانی صرف بدل ما تحلل کر سکتی ہے۔ نشوونما بند۔ بوڑھاپا آتا ہے تو پورا بدل ما تحلل بھی نہیں ہو سکتا امراض لاحق ہیں کہ اسکی شدت سے آخر موت لِکُلِّ بِدَایَةٍ نِهَایَةٌ۔ تو کیا یہ اشتراکیت لامذہبیت بہیمیت باقی رہ سکتی ہے ہرگز نہیں۔ ایک نہ ایک دن ضرور کوئی محنتی قوی بہادر دانشمند کھڑا ہوتا ہے اس ناقدری فرومایہ اشخاص کی برابری سے دل تنگ ہو جاتا ہے دوسرے۔ عالم۔ محنتی۔ بہادر توانا۔ مذہبی افراد تو بیزار تھے ہی۔ سب اسکے ساتھ ہو جاتے ہیں زمانہ گردش کھاتا ہے۔ اور سابقہ حالت پھر عود کر آتی ہے۔ وَالضُّحٰی وَاللَّیۡلِ اِذَا سَجٰی نہ ہمیشہ دن رہتا ہے نہ رات۔ نہ انفرادیت ہمیشہ رہتی ہے نہ اشتراکیت۔ سمندر کو ہمیشہ مد وجزر ہوتا ہے۔ نہ دوام یہ رہتا ہے۔

بیشک یہ سب درست ہے مگر تیرا چودہ سو سال سے اسلام ہے مگر اس میں اشتراکیت کیوں نہیں پیدا ہوتی

بات یہ ہے اسلام میں حریت و مساوات کے ساتھ انفرادیت و امتیاز و ترفع کا جذبہ بھی باقی رکھا گیا ہے۔ مسجد میں جائیے کالے گورے۔ امیر غریب۔ عالم۔ جاہل سب برابر کھڑے رہ کر نماز

بیٹھتے ہیں۔ مگر امام وہی بنتا ہے جو سب سے زیادہ لائق ہے۔ قوم جس شخص کو چاہے خلافت کے لئے انتخاب کرسکتی ہے۔ مگر انتخاب کرنے کے بعد وہ شخص واجب الاطاعت ہو جاتا ہے۔ خلیفہ سب سے مشورہ لیتا ہے۔ مگر کرتا وہی ہے۔ جس کو وہ حق سمجھتا ہے۔ خلیفہ جس کی اطاعت ضرور ہے۔ بے اعتدالی کرے مظالم توڑے تو رعایا خلیفہ کو معزول کرسکتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسلام اعتدال پسند ہے کسی فطری جذبہ کو ضائع نہیں کرتا صرف اعتدال پر رکھتا ہے۔ حریت ومساوات تو رہے ہی۔

• انفرادیت اور ترفع جو بھی رہے۔ صنعت وحرفت کرو۔ زراعت کرو۔ تجارت کرو۔ کھیتی بن جاؤ۔ کروڑپتی ہوجاؤ۔ کھاؤ کھلاؤ۔ زیب وزینت سے رہو۔ مگر اعتدال سے۔ راحت پاؤ مگر غریبون کا خیال بھی تو رکھو۔

اسلام میں غریبون کی امداد قانوناً بھی ہے اخلاقاً بھی۔ قانونی مثلاً زکواۃ کہ چالیس روپیہ میں ایک روپیہ امیرون کا غریبون کو دینا فرض ہے بعض لوگون نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں زکواۃ دینے سے انکار کردیا تو آپ نے ان سے جنگ کی اور ادائے زکواۃ پر انکو مجبور کیا۔ زکواۃ کے مصارف کیا ہیں غریب قرابتدار۔ یتیم مفلس۔ نادار۔ مسافر۔ زیر بار قرض۔ قرض خواہ۔ غلامون کی آزادی اسلام کی جانب سے جنگ کرنے والے و دیگر ... راہ خدا کے کامون میں عید رمضان کے دن فطرہ غریبون کو دینا بھی واجب ہے۔ بیوی بچون کا نفقہ واجب ہے۔ دوسرے اقربا مفلس ہیں تو انکا بھی نفقہ واجب ہے۔ مثلاً ماںباپ بھائی بہن دادا دادی وغیرہ مرتے ہی مال ورثا میں تقسیم ہوجاتا ہے ثلث مال تک دیگر مستحقین کے لئے وصیت کرسکتا ہے بہرحال دولت تقسیم ہوجاتی ہے۔ اور آپس میں غیر معمولی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ غریبون کی امداد بیت المال کا بھی فرض ہے۔

اخلاقی طور سے دیکھو تو ہمسایہ کا بھی حق ہے۔ گو غیر مذہب ہی کا کیون نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے ہمسایہ سے حسن سلوک کے واسطے اتنی تاکید کی کہ مجھے خوف ہوگیا کہ کہیں ہمسایہ وارث تو نہ ہوگا۔ جو مانگے اسکو دو جو نہ مانگے اسکو بھی دو۔ مانگنے والے کو نہ جھڑکو حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی گھوڑے پر سوار ہوکر آئے اور مانگے تو اسکو بھی دو۔

آج کل برقی روشنی میں فقیرون کو دینے سے

بہت رو کتے ہیں۔ سکندرآباد میں تو خیرات نہ کرنے کا قانون پاس ہوگیا۔ حیدرآباد میں بھی اسکے متعلق بحث ہورہی ہے۔ نہ یہاں کافی ورکشاپ ہے نہ معتدبہ کارخانے کہ ان غریبوں کے پیٹ بھرنے کی کوئی صورت نکلے نہ یتامیٰ بیوگان کے لئے فنڈ ہے جو کماتے بھی ہیں محنت بھی کرتے ہیں مگر ان کی آمدنی اس قدر قلیل ہے کہ کسی طرح کافی نہیں۔ انکی امداد کی بھی کوئی صورت ہے؟

مردم شماری کے تختوں سے مدد لے کر میر محلہ صاحب انکی امداد کی کوئی صورت نکالتے ہیں کسی کو ان امور کی طرف توجہ ہی نہیں۔

لیڈران قوم آتے ہیں پیشوایان مذہب قدم رنجہ فرماتے ہیں۔ اپنی اڈیٹری چرب زبانی کے زور سے مہذب ڈاکے مارتے ہیں۔ دعوتیں۔ اور ڈنر اڑاتے ہیں۔ گسٹ ہوز میں رہتے ہیں۔ ایک دن کا مہمان دوسرے دن کا حیوان۔ تیسرے دن کا شیطان۔ مہینے ہو جاتے ہیں جانے کا نام نہیں لیتے۔ فسٹ کلاس کے ڈبوں میں بیٹھے۔ الٹوں پر ہنستے چلے جاتے ہیں۔ کیسے شکار کئے ہیں۔ سانبر۔ چیتل۔ سرپاگانے۔ ہرن خرگوش ہمسایہ میں بیوہ ہیں۔ یتیم بچے ہیں۔

کوئی اُن پر رحم کھانے والا۔ انہیں بے رحموں سے اشتراکیت پیدا ہوتی مجھوکا جان پر کھیل جاتا ہے۔ مرتا کیا نہیں کرتا۔ ڈاکے مارتے ہیں۔ چوریاں کرتے ہیں۔ پیران طریقت ہیں تو انکو بھی نذر سے کام ہے۔ مرید مرے ہے ہیں اور پیر صاحب کے بیوی بچوں کے لئے سونے کے زیور گھڑے جا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا یہ اسلامی تعلیم ہو۔ اسلام میں ایثار ہے اسلام میں ویطعمون الطعام علیٰ حبہٖ مسکینا ویتیما و اسیرا۔ ہے۔

خدا خراب کرے مشنری کو بیوہ عورتیں۔ سلائی سے محروم۔ کیونکہ درزیوں کے پاس مشین ہو۔ پیدائی کون دیگا گرنی پر آٹا پیتا ہے۔ دولتمندوں نے ہر کام کے لئے گرنیاں جاری کردی ہیں۔ اب ان غریبوں کا پیٹ بھرنے والا ہے کون۔ تمدن ترقی کرگیا ہے۔ فیشن کا زور ہے۔ اوسط درجہ کے لوگوں کو سپید پوشی میں دشواریاں ہیں تو ان غریبوں کا جینا محال کیوں نہ ہوگا۔ جہاں دولتمندی سے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں۔ وہاں تنگدستی سے بھی اخلاق گر جاتے ہیں۔

خیر اسلام میں سود قطعاً حرام ہے کیونکہ صاحب حاجت کو قرض حسنہ نہ دینا اس سے

سود بلکہ سود در سود لینا قطعاً حرام اقتصادت قلبی پر دال ہے۔ قرض حسنہ کا دینا بڑا ثواب ہے۔ واقرضوا اللہ قرضاً حسنا۔ صاحب حاجت کو قرض دینا، خدا کو قرض دینا ہے۔

اسلام میں مردوں کو چاندی سونے کا زیور قطعاً حرام ہے۔ اسلام میں چاندی سونے کے برتن استعمال کرنا یقیناً ناجائز ہے۔ اسلام میں روپیہ چلتا رہنا چاہئے۔ قید میں نہ رہنا چاہئے۔

لایاخذ اللہ الدراھم المضروب سوتہا لکن یمر علیھا ھو لمطلق۔ اسلام کے اصول سے سلطنت کو ضرور تپڑے نوجوان وہاں سے کوتاہی نہ کرنا۔ باقی آئندہ۔

سارا جہاں سراب ہے اس کی جگہ پہ جا نہ تو

از مولوی محمود الحسن صاحب خسرو مولوی کامل نظامیہ، سابق پرنسپل عالیہ کالج مدراس

سارا جہان سراب ہے اسکی چمک پہ جا نہ تو
دام ہیں اس کے آنہ تو دل بھی یہاں لگا نہ تو

کوئے جفا شعار میں ذکر خودی حرام ہے
تجھ کو خودی پسند ہے اسکی گلی میں جا نہ تو

غیرت نہیں تو پھر تجھے جینے کا کوئی حق نہیں
ہمت کا اقتضا ہے یہ احسان عجز اٹھا نہ تو

بخت رسا و نارسا سعی و سکون کا نام ہے
ناکام ہو کے ڈر نہ تو پائے طلب ہٹا نہ تو

حسن جفا شعار پر پروانہ بن کے ہو فدا
ناموس عشق کھو نہ تو نام وفا مٹا نہ تو

افشا کا خوف ہے تو پھر کرلے زبان اپنی بند
غیروں کو راز دل کبھی بھولے سے سنا نہ تو

خسرو حریم عشق میں چون و چرا کو بھول جا
عقل فریب کار کو راہ نما بنا نہ تو

انصاف کی ضرورت

(از مولوی محمد غوث صاحب ایم اے (عثمانیہ)

انسانی تمدنی زندگی کا یہ نظارہ کتنا دلآویز ہے کہ ساری انسانی برادری ایک عام اور ہمہ گیر اعانت و امداد کے ایک غیر اختتام پذیر سلسلہ میں اس طرح منسلک ہے کہ دنیا کی کوئی قوت اسکو بلا نہیں سکتی۔ انسانی ماندہ بود بلکہ خود زندگی اور بقا کے لئے عناصر اور مرکبات کی معونت کی جو احتیاج ہے اس سے قطع نظر خود انسان کو باہمی تعاون اور اتحاد عمل کے کتنے مراتب طے کرنے پڑتے ہیں۔ (۱)

لیکن اس دلفریب نظارہ کا دوسرا رخ کتنا دل خراش ہے۔ نہ مٹنے والے اختلافات اور مناقشوں نے افراد اور جماعتوں کی زندگی کو تلخ سے تلخ تر بنانے میں کیا نہیں کیا ہے [۲]

بالآخر یہ قرار دے دیا گیا کہ انسان فطرتاً مناقشہ پسند ہے "وکان الانسان اکثر شئی جدلا" [۳] اس پر ناطق ہے۔ [۴]

"انسان کی سرشت جس طرح واقع ہے اس کے مد نظر انسانوں کے مختلف اغراض، چاہے وہ حقیقی ہوں یا ظاہری، ایک دوسرے کو متصادم کر دیتے ہیں، ان کے جذبات، ان کو ابھارتے ہیں کہ اپنے اغراض کے حصول کی خاطر ہر ممکن طریقہ اختیار کریں اور بالخصوص اپنی ذاتی قوت کام میں لائیں" [۵]۔

رفتار زمانہ اور حالات کے تغیر اور تبدل سے باہمی ربط اور اتحاد کی نوعیت اور کیفیت بھی بدلتی رہتی ہے اور یہی حال باہمی اختلافات اور مناقشوں کا ہے۔

اصل یہ ہے کہ کسی انسانی جماعت میں نظم و ضبط جتنا

---

[۱] جلال الدین، (محقق دوانی)، اخلاق جلالی صفحہ (۲۲۱)، مطبوعہ ۱۳۰۹ھ
[۲] انسانوں میں جو اختلافات پیدا ہوتے ہیں ان کی نوعیت کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بہت عمدگی سے درج کیا ہے صفحہ (۴۳) [۳] ورث [۴]، سافنڈ، جورس پروڈنس صفحہ (۱۱۱)، ۱۹۳۰ء وصفحہ ۱۱۲ [۵]۔ قرآن، سورۂ کہف ۷ع۔

زیادہ ہوگا یا دوسرے الفاظ میں تمدن اور مدنیت کا رشتہ جتنا قوی ہوگا اسی بنا سب سے ارکان جماعت کا ایک دوسرے سے تعلق بھی مختلف قسم کا ہوگا اور اس اعتبار سے ارکان جماعت میں صلاحیت، ذوق اور ضرورتوں کا تفاوت اور اختلاف بھی زیادہ تر ہوگا۔ کش مکش کا منبع یہاں سے ہی شروع ہوتا ہے مولانا شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ:۔

"جب افراد انسانی میں معاملات باہمی جاری ہوتے ہیں تو اس کی وجہ سے ان میں بخل حسد سستی، اور تجاحد پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بنیاد ہے منازعت اور اختلافات کی۔ ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو جذبات دنی سے مغلوب ہوتے اور قتل و غارت پر بھی اتر آتے ہیں"۔ ۱

بہرحال جماعت انسانی کے ارکان میں اختلاف کی کیسی ہی شدت کیوں نہ ہو انسان کو ایک اعلیٰ اور برتر صورت تکمیل کی خاطر مل جل کر تعاونی زندگی بسر کرنا ناگزیر ہے۔ محقق طوسی نے وضاحت کی ہے کہ۔

"وہ افراد نوع انسانی اپنی شخصیت اور نوع کی بقا میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور ان کا کمال کو پہونچنا افراد نوع انسانی کے وجود کے بغیر محال ہے اس لحاظ سے کمال کا حصول ایک دوسرے کے تعاون منحصر ہے لامحالہ انسان پر یہ امر واجب ہو جاتا ہے کہ معاشرت کی بنیاد تعاون پر رکھے۔" ۲

جماعتی زندگی میں تعاون اور اختلاف کو جو درجہ حاصل ہے اس کے مد نظر دونوں میں توازن کا قائم رہنا ازبس ضروری ہے صحیح توازن قائم رکھے بغیر انسانی زندگی "تنہائی، افلاس گندگی، وحشت، اور خاتمہ ۳ کا مترادف ہو رہیگی۔ اس کا نام انصاف ہے۔

منفذ انصاف

اس توازن کو قائم رکھنے کے لئے ایک ایسی قوت کی ضرورت ہے جو سب پر اپنا اقتدار چلا سکے۔ کسی عام قوت کے بغیر جو سب پر مقتدر ہو مل جل کر زندگی بسر کرنے کا کوئی شیرازہ۔

(۱) حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۰۔ ذخیرۃ الملوک مولفہ علامہ سید علی الہمدانی سنہ ۷۸۶ھ باب (۵) مخطوطہ کتب خانہ سعیدیہ ۱۳/
(۲) اخلاق ناصری صفحہ ۲۶۹ و ۲۷۰ (۳) ہابس کے الفاظ میں جو سر جان سائنڈ نے نقل کئے ہیں صفحہ (۱۱۱)

انسانون کی برادری کو مستحکم نہیں رکھ سکتی۔

مشترکہ منافع کے لئے نظم و انتظام کا قیام انفرادی حیثیت سے کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں ہے[1]۔ کوئی انسان کسی روک ٹوک کو اس وقت تک عمل میں نہیں لا سکتا جب تک کہ وہ صاحب منصب نہو[2]۔ "انسانون کی ضروریات مختلف ہیں اور جلب منفعت سارے نفوس انسانی کی جبلیت ہے۔ اگر ان کو یون ہی ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو ان کے باہمی تعاون میں نظم و انتظام باقی نہ رہیگا، اسکی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے نفع کے لئے دوسرون کے نقصان کرنے کا عادی ہے اس طرح منازعت پیدا ہوتی اور انسان ایک دوسرے کو فنا کرنے پر اتر آتا ہے پس لئے کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہیئے کہ ہر شخص اس کے حق پر راضی کرایا جا سکے اور تعدی فساد کی روک ہو جائے۔ اسی تدبیر کا نام سیاست ہے"[3]۔

سیاست رانی کا فرض، جماعت کی بتدا میں، خاندان قبیلہ یا گروہ کے سربر آوردہ افراد کی قوت ضبط نے انجام دیا[4] لیکن جیسے جیسے ارکان جماعت کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ ضرورتون کی بہتات ہوتی گئی اور کاروبار کی وسعت اور پھیلاؤ کا امکان زیادہ ہوتا گیا جماعت میں نظم و ضبط کے قیام کے لئے ایک قوی تر قوت کی بھی احتیاج ہوتی گئی۔ اس قوت نے آگے چل کر حکومت اور سلطنت کا نام حاصل کر لیا۔

اسلامی علماءے سیاسیات نے سیاست کے جو عناصر قرار دئے ہیں ان کے نام انہون ناموس (شریعت)، حاکم، اور، دینار (زر)، قرار دئے ہیں[5]۔ محقق طوسی نے اسکے متعلق جو صراحت کی ہے اس کا تذکرہ اس موقع پر ضروری ہے۔ انہون نے لکھا ہے کہ۔

"انسان مدنی الطبع ہے اور اسکی معیشت (زندگی) تعاون کے بغیر ممکن نہیں، تعاون کی شکل یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان کی خدمت کرے، بعض کوئی شے لین اور بعض کوئی شے دین غرض معاملات میں مساوات کو

(۱) حجۃ اللہ بالغہ ص۳ (۲) آیات اللہ الکاملہ ص۵۶ (۳) حجۃ اللہ البالغہ ص۴۲ و آیات اللہ الکاملہ ص۶۰
(۴) ملا جلال الدین دوانی اخلاق جلالی ص۲۳۴ (۵) تاریخ تمدن اسلامی حصہ اول از جرجی زیدان ص۲۴۸ و ۲۴۴

تامل نہ ہونا چاہئے۔ اس طرح انسانی معاملات میں ایک مقوم یا عادل[1] کی احتیاج پیش آتی ہے یہ حیثیت دینار کو حاصل ہے لیکن ظاہر ہے کہ دینار مقوم صامت ہے اور ایک مقوم ناطق کی ضرورت سے کسی طرح استغنا نہیں ہو سکتا۔ یہ اس لئے کہ اگر دینار سے نظم باقی نہ رہ سکے تو مقوم ناطق سے استعانت کی جائے تاکہ انتظام درہم برہم نہ ہو جائے۔ اس طرح حاکم و بادشاہ یا امام کی احتیاج داعی ہوئی (۲)

حاکم یا بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ ذی شوکت ہو اور اعوان و انصار کی ایک پوری جماعت اس کے ساتھ ہو[3] اور جو انصاف سے باہمی منازعتوں کا فیصلہ کر سکے اور نیز مجرموں کو زجر و توبیخ اور سرکشوں کی مقاومت کر سکے[4] البتہ یہ لازم ہے کہ اسکی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے ارباب حل و عقد کی اکثریت نے اتفاق کیا ہو[5]

غرض اس طرح باشاہ اور حکومت نے مقررہ قواعد و ضوابط کی پابندی کرا کے اور خلاف ورزی کی صورت میں سزا و جزا کا طریقہ جاری کر کے مناقشہ پسند انسانوں میں نظم و انتظام کے شیرازہ کو مضبوط رکھنے کا کام اپنے ذمہ لے لیا بہرحال معاشرہ انسانی کا وجود اگر قائم رہ سکتا ہے تو صرف سلطنت کی پناہ میں، سلطنت کا قانون اور اس کا انصاف، امن انتظام اور تمدن کے لئے ایک ضروری شرط ہے[6]

کوئی جماعت انسانی چاہے کس قدر ہی منضبط کیوں نہ ہو اور افراد جماعت قوت کے قانون کے بہ نسبت عقل و دانش کے آئین و ضابطہ پر چاہے کس قدر ہی زیادہ عمل پیرا کیوں نہ ہوں اور خلوص و محبت کی زنجیر میں بہ نسبت کسی جسمانی تعلق کے بہت زیادہ ہی کیوں نہ بندھے ہوئے ہوں۔ قوت کا عنصر موجود اور عامل رہتا ہے یہ عنصر جزءً یا کلاً پوشیدہ ہو جائے تو ہو جائے لیکن اس کا وجود ضروری ہے کسی معاشرہ میں حکومت کو اپنی قوت حقیقی طور سے عمل پذیر کرنے کی ضرورت داعی نہ ہو تو وہ حکومت کے ضبط و قوت کے فقد ان کی دلیل نہیں ہے۔

---

(۱) برابر کنندہ (۲) اخلاق ناصری ص ۱۲۵ (۳) حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۲ (۴) حجۃ البالغہ ص ۳
(۵) حجۃ البالغہ ص ۲۴ (۶) ابن خلدون ص ۳۲ تا ۴۶ ۱۵۶ تا ۱۵۹ -

بلکہ اس سے اس امر پر دلالت ہوتی ہے کہ حکومت کے ضبط و قوت نے آخری کامیابی حاصل کرلی اور اپنی برتری منوالی

آئندہ چلکر اگر یہ امید ہو کہ انسانی معاشرہ کے ضبط و نسق کے لئے قوت کا مظاہرہ ضروری نہ ہوگا تو یہ صورت انسانی معاشرہ کے اخلاق کی تکمیل کی ہوگی نہ کہ قوت کے عدم وجود کی

مختصر یہ کہ سلطنت کی دادرسی کو تمدن کا ایک دائمی اور اصلی عنصر خیال کرنا چاہئے اور ایک ایسا طریقہ کار جس کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا ذاتی قوت کا اگر کوئی مناسب جواب ہوسکتا ہے تو وہ صرف وہ قوت ہے جو سلطنت کی قوت کہلاتی ہے۔

وذکری للمومنین

اس یاددہانی پر غور کیجئے کہ معجزات کا ذکر قرآن میں کس قدر کثرت سے وارد ہوا ہے اگر وہ آیتیں جن میں معجزات وکرامات کا ذکر ہے شمار کئے جائیں تو معلوم ہوگا کہ ہر سال میں دس پانچ بار خداتعالی نے ان کا ذکر فرمایا تاکہ مسلمانوں پر منکشف اور مبرہن ہوجائے کہ خدائے تعالی کو معجزات کے باب میں نہایت اہتمام مقصود ہے ادہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز اقسام کے معجزات دکھا رہے ہیں ادہر حق تعالی انبیائے سابق کے معجزوں کا بار بار ذکر فرمارہا ہے پھر جو لوگ معجزات وغیرہ حالات انبیاء پر ایمان نہیں لاتے انکو دہمکی دی گئی کہ تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں قریب میں معلوم ہوجائیگا کہ حق پر کون ہے۔ ذیل میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات لکھے جاتے ہیں۔

(۱) خصائص کبری میں خزیمہ رض سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے حضرت نے انکے چہرہ پر ہاتھ پھیرا اس کا اثر یہ ہوا کہ مرنے تک ان کا چہرہ ترو تازہ رہا۔

(۲) ابوعمر انصاری سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں ایک غزوہ میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ایک روز لوگ پیاسے ہوئے آپ نے ڈولچی منگواکر اسکو اپنے روبرو رکھا اور تھوڑا پانی اسمیں ڈالکر اسمیں کلی کی اور کچھ تلفظ فرمایا پھر اپنی چھوٹی انگلی اس میں رکھدی راوی قسم کھاکر کہتا ہے میں نے دیکھا کہ حضرت کے تمام انگلیوں سے چشمے جاری ہیں حسب ارشاد لوگوں نے خود پانی پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا مشکیں ڈولچیاں بھر لیں یہ دیکھکر آنحضرت صلعم مسکرائے یہاں تک کہ حضرت روحی فداہ ابی وامی کے کل دندان مبارک نظر آئے ارشاد فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلعم) اس کے بندے ہیں اور رسول ہیں جو شخص ان دونوں باتوں کو قیامت کے دن اللہ کے روبرو پیش کریگا وہ ضرور جنت میں جائیگا۔

رجسٹرڈ وپیاصفیہ ۱۲۹

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت



مشائخ
مجلہ نظامیہ

شاہ ابو الخیر کنج نشین فاضل (نظامیہ) مدیر

محمد وجیہ الدین مولوی کامل (نظامیہ) شریک مدیر

آپکی بیمار عزیزہ کے لئے اگر وہ سیلان الرحم میں مبتلا ہے

نساکا

خواتین کے لئے وہ موذی مرض ہے جو درد سر اور درد کمر لاغری کمزوری ضعف رحم ضعف اعصاب دوران سر ہاضمہ کی خرابی ایام میں بے ترتیبی کے علاوہ بے اولادی اسقاط حمل اور دق وغیرہ کی شکایتیں تک پیدا کر دیتا ہے اس مرض کے ازالہ کے لئے موجودہ زمانہ میں آپ کے ملک کی تیار کردہ اور ہر مزاج وموسم میں قابل استعمال دوا صرف نساکا ہے معمولی شکایات میں ایک بکس اور کہنہ اور پیچیدہ شکایت کی صورت میں دو یا تین بکس کا استعمال ہمیشہ کیلئے سیلان الرحم سے نجات دلاتا ہے

آپ بھی

اپنی بیمار عزیزہ کو نساکا استعمال کرنے کا مشورہ دیجئے

اس کے استعمال سے تمام شکایات زایل ہو کر وہ اپنے فرائض کو بخوبی انجام دینے کی اہلیت اور اعضائے تولید میں استقرار حمل کی صلاحیت حاصل کرے گی ہزاروں مریض اس سے شاد کام ہو چکے ہیں

بڑے بڑے اطبا اس کی سفارش و تصدیق کرتے ہیں

قیمت فی بکس جس میں دو ہفتہ کی دوا ہوتی ہے دو روپیہ آٹھ آنے علاوہ محصول ڈاک آپ کے شہر کے ہر بڑے

دوا فروش یا ذیل کے مخزن سے مل سکتا ہے

ملکی شفاخانہ یونانی تریا بلڈنگ تھجگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علماء دکن کا ترجمان اور فارغین نظامیہ کا ماہوار مجلہ

نظامیہ

قیمت سالانہ ۲ عالی ؍

قیمت برائے سرکار عالی ۴ روپے ؍

جلد (۱) | جمادی الاول سنہ ۱۳۵۶ مطابق شہریور سنہ ۱۳۴۶ ف حیدرآباد دکن | عدد (۶)

فہرس

مجلہ نظامیہ

ہر ماہ ہلالی کے تیسرے ہفتہ سلطان پورہ حیدرآباد دکن سے شائع ہوتا ہے جس میں مختلف اوراق کا مجموعہ اور مختلف ابواب مذہب ادبیات علوم و فنون اور معلومات عامہ کے افکار ہوتے ہیں اور یقین ہے کہ یہ مجلہ ملک میں علمی قوت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہو۔ باوجود اس کے کارکنان مجلہ نے چندہ نہایت قلیل (۲ روپے) اور سرکار سے (۴ روپے) رکھا ہے ارسال رقم مہتمم مجلہ کے نام سے ہونی چاہیے

اصلاح کی فکر ہو چکی ہے وہ بھی عمل کے ذریعہ اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں

ماضی کے مقابلہ میں علم تو زیادہ ہو گیا ہے اب جس قدر علم حاصل ہو چکا وہ کافی ہے اس وقت علم کے مقابلہ میں عمل کی سخت ضرورت نظر آتی ہے۔

اغراض و مقاصد تو نہایت وسیع بتلائے گئے ہیں لیکن ان میں سے اس وقت جو چیز اختیار کی گئی ہے وہ قرآنی تعلیم ہے جس کا تعلق علم سے ہے عمل کی کوئی چیز اختیار نہیں کی گئی ہم نے اس کے اوپر اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اگر بڑے لوگ قول اور فعل سے اپنے کو باعمل ثابت کرائیں تو اس کا اثر چھوٹوں پر جلد پڑھ سکتا ہے اور چھوٹے لوگ جلد متاثر ہو سکتے ہیں انجمن کے طریقۂ عمل میں اس کی کوئی صراحت نہیں۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپ کے خلفاء و صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان پاک نفوس کا ظاہر اور باطن گھر اور باہر کی دونوں زندگی یکساں تھی ان کا کوئی قول عمل کے خلاف نہ تھا سیدنا صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما بہ حیثیت حکمراں کے حکومت نہیں کئے بلکہ بہ حیثیت خادم کے خلق کی خدمت گزاری کی رعایا کو آرام و راحت پہنچانے کے ممکنہ اسباب اختیار کئے یہی وجہ ہے کہ ان کا عملی نمونہ سب کے لئے قابل تقلید قرار پایا اس وقت ہر شخص کو یہی فکر رہا کرتی تھی کہ اپنے بزرگان ملت کے نمونہ پر اپنی زندگی بنائیں اس کے مقابلہ میں آج ہم بھی مسلمان ہیں اور مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں۔ قرآن کی اس آیت کو ہر وقت پیش کرتے رہتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور برے کاموں سے منع کرے بیشک اس آیت کی صداقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی اس کا منکر ہے سچ پوچھو تو یہ ہے کہ اگر آج کوئی ایسی جماعت حقیقی معنوں میں پیدا ہو جائے تو خدا کا وعدہ بھی پورا اور تمام دنیا پر مسلمانوں کی بادشاہت قائم ہو جا سکتی ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ عمل کی حیثیت سے آج کوئی شخص بھی ان صفات سے متصف نہیں ہو سکتا جن کا ہم نے اس کے اوپر ذکر کیا ہے کاش مسلمانوں میں اظہار سے پہلے عمل کی ایک جماعت پیدا ہو جائے جن کے قول اور فعل میں یکسانیت ہو ایسی صورت میں ہمیں کامل توقع ہے کہ عام مسلمانوں کی اصلاح ہو جائے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس قسم کی انجمن سازیوں سے قوم کو کوئی فائدہ نہیں

ناظرین نظامیہ کو ہم سے بھی شکایت ہے اور ایک حد تک صحیح بھی معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے جب سے مجلہ کی اشاعت عمل میں آ رہی ہے اس تاریخ سے یہ مدیر بعض گھریلو پریشانیوں میں ایسا مبتلا ہے جس کے باعث مجلہ کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہو رہی ہے۔ فروری کے ماہ میں لڑکے کا انتقال ہوا ابھی ایک ماہ

ملاحظات

ہم ایک عرصے سے کہہ رہے ہیں کہ اسلام عمل کا نام ہے اگر مسلمان دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے عمل کی ضرورت ہے سب سے پہلے علماء اور مشائخین کو چاہیئے کہ وہ عمل کا نمونہ بنیں اور اپنے عمل کے ذریعہ دیگر مسلمانوں کو عمل کی ترغیب و تحریص دلائیں۔!

آج مسلمانوں کی حالت زندگی کے کسی شعبہ میں بھی درست نظر نہیں آتی ہر شعبہ زندگی بگڑا ہوا ہے افلاس اور رسومات کی تباہ کاریاں سب کچھ موجود ہیں مگر ان سب اُمور کی حقیقی اصلاح کی جانب کوئی بندۂ خدا متوجہ نہیں ہوتا اگر ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا روزانہ محاسبہ کرلے تو اس کو معلوم ہوگا کہ ہمارے قول اور فعل میں مساوات ہے یا نہیں اور اگر ہم اپنے گھر کے حالات اور اپنے گھر کے رسومات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ فلاں اور فلاں رسوم جن کے رائج ہونے پر گھر والیوں کا اصرار ہے آیا وہ کس حد تک درست ہیں اور کس حد تک ان پر رقم صرف کیجاسکتی ہے ان کے نتائج پر ہمیں پہلے غور کرلینا چاہیئے زاں بعد گھر والیوں کو تباہ کن نتائج سے آگاہ کریں تو اس امر کا قوی امکان ہے کہ یہ تباہ کن رسومات رائج نہ ہوسکیں غرض مسلمانوں میں علمی معاشرتی اور اقتصادی خرابیاں پیدا ہوچکے ہیں اگر ان سب کی جلد از جلد اصلاح نہ ہوجائے تو یقین ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی کوئی عزت اور وقعت نہ رہیگی اور نہ یہ عزت کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں گے ہمیشہ مفلس اور دوسروں کے دست نگر رہیں گے

مسلمانوں کی اصلاح کا یہ کام سارے رہنمایان قوم علماء اور مشائخین سے زیادہ ممکن ہے اگر یہ پہلے خود درست ہوجائیں اور اصلاح کا نظم پہلے اپنے گھروں سے شروع کریں اور اپنے گھروں میں جو رسومات رائج ہوچکے ہیں ان کی اصلاح کرلیں اور اس کے بعد میدان عمل میں مسجد میں خانقاہ میں اور جہاں کہیں ان کا گزر ہو اصلاح اور اصلاح کی صدائیں بلند کریں لوگوں کو عمل کے جانب متوجہ کرائیں تو امید ہے کہ اس باعظمت طبقہ کے ذریعہ عام مسلمانوں کی حالت درست ہوجائے

آج کل اخبارات میں انجمن علم و عمل کے مقاصد اغراض کی اشاعت ہورہی ہے ان اغراض و مقاصد کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد کے مسلمانوں کو اپنی

نہ گزرا تھا کہ ۲۰ ذیحجہ کو بیوی کا بھی انتقال ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون خدا مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے

متذکرۂ صدر واقعات کے بعد تاخیر اشاعت کی شکایت رفع ہوجائے گی اسی لئے ہم نے ارادہ کیا تھا کہ مجلہ وقت پر شائع ہو السعی منی والاتمام من اللہ کے بموجب ہم نے تیسرے نمبر میں وقت اشاعت کا اعلان کیا مگر یہ بھی پورا نہ ہوسکا اس کی بھی وجہ یہ ہوئی کہ آج دو ماہ سے میرا دوسرا لڑکا ابراہیم جس کی عمر ۲ سال کی ہے وہ ذات الجنب کے مرض میں مبتلا ہے ۱۰۴ اور ۱۰۵ کے قریب حرارت رہتی ہے اب الحمد للہ حرارت میں کمی ہے حالت رو بصحت ہے غرض ایسے اسباب ہیں جس کے سبب مجلہ کی اشاعت میں تاخیر ہوئی ناظرین مجلہ سے طالب دعا ہوں اور انشاء اللہ آئندہ سے وقت پر شائع ہونے کا انتظام کیا جارہا ہے۔

---

۹ رجب کو بیادگار اعلان خودمختاری دولت آصفیہ ایک یوم کی عام تعطیل واقع ہوئی ہے اس روز ہر شخص بلالحاظ مذہب و ملت اظہار مسرت کرتا ہے اس روز کی اہمیت و عظمت کا لحاظ کرتے مجلہ نظامیہ جس کا اہم نصب العین ملک و مذہب کی خدمت کرنا ہے وہ رجب میں خودمختاری نمبر کے نام سے شائع ہوگا ہمیں ہر محب قوم و فرزند وطن سے توقع ہے کہ وہ اس روز کم از کم مساجد منادر اور کلیساؤں میں دولت آصفیہ کے لئے جلسہ دعائیہ منعقد کریں گے اور ہر شخص مسرت و انبساط کے ساتھ خدا وند عالم کا شکر ادا کریگا۔ کہ اس نے رعایائے دکن کو اپنے فضل و کرم سے قید و بند کی زنجیر سے علیحدہ رکھکر خودمختار رکھا ۔۔۔۔ اس نمبر کی خاص خصوصیت یہ ہوگی کہ یہ جمادی الثانی اور رجب دو ماہ کا مجموعہ ہوگا اس میں تاریخ دکن سلاطین آصفی کا طرز عمل اور اصول حکمرانی و نیز حکومت آصفی کی رواداری کے متعلق مضامین ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ شعبان سے مجلہ نظامیہ وقت پر شائع ہوگا ہمیں امید ہے کہ مجلہ کی اشاعت میں جو غیر معمولی تاخیر ہو رہی ہے وہ بوجوہات بالا قابل معافی ہوگی۔

صحافتی اخوت و رواداری کے اصول کے موافق مجلہ نظامیہ بغرض علمی و مذہبی رسائل جرائد کے ریویو کی غرض سے بعض تعمیری رسائل کو بھیجا گیا بعض معاصرین نے اپنے ریویو اور تبادلہ سے اخوت نوازی کا ثبوت دیا بعض نے ریویو کے ضمن میں اپنے تاثرات پر مبنی تنقید بھی کی بعض معاصرین نے اب تک اس طرف توجہ نہیں کی گو مجلہ نظامیہ آپ کے بلند پایہ جرائد کی صف میں نہیں ہے لیکن رواداری کا اقتضاء ہے کہ کم از کم اس لحاظ سے ہمیں امید ہے کہ ہمارے بعض عادی جرائد و رسائل جو اب تک اپنے جرائد میں مجلہ نظامیہ کی تنقید نہیں فرماتے ہیں وہ اپنی فیاضی سے معاصرانہ ہمدردی سے دریغ نہیں فرمائیں گے اور نہایت فراخ دلی سے اخوت نوازی کا ثبوت دیں گے مجلہ نظامیہ اپنے ہمعصر بھائیوں کی ہر خدمت کے لئے حاضر ہے

مذاکرۂ علمیہ

نمبر (۳)

از مولانا سید شاہ محمد صاحب شطاری صدر الاساتذہ مدرسہ نظامیہ

(بسلسلہ گذشتہ)

علم کی عملی تقسیم | یہ ایک قضیہ مفصلہ و مسلمہ ہے کہ انسان محض ایک خاکی کالبد اور آب و گلی مجسمہ کا نام نہیں بلکہ اس کے اندر ایک اور ملکوتی عالم بالا والی چیز بھی پائی جاتی ہے جس نے اسے دیگر حیوانات اور جانداروں سے علانیہ ممتاز بنا رکھا ہے، اسے چاہیں آپ کسی نام سے پکاریں مگر اس کی موجودگی سے انکار نہیں کر سکتے نفس ناطقہ، عقل، روح بھی اس کی تعبیرات لفظیہ ہوسکتی ہیں مگر اس کی حقیقت آج بھی ویسی ہی حیز خفا میں ہے جیسے وہ حکماء و فلاسفروں کے وجود سے پہلے تھی۔ قرآن پاک نے "روحیات انسانیہ" کاملہ کے مالہ وما علیہ پر ایک سماوی تبصرہ اور اس کے صوری و معنوی خط و خال کا ایک ربانی آئینہ ہے، اس کی حقیقت پر جو مہر تسجیل ثبت کردی ہے بیان کی بات تو یہ ہے کہ وہ اب بھی جوں کی توں ہے فرمان ہوا تھا کہ **یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا** یعنے وہ ہی پوچھتے ہیں آپ سے روح کی نسبت کہ وہ کیا چیز ہے کہدیجئے کہ روح امر رب سے ہے علماء

محققین فرماتے ہیں کہ کائنات میں دو قسم کی مخلوق ہے ایک عالم امر سے متعلق اور ایک عالم خلق سے۔ ثانی الذکر عالم کون و فساد ہے عالم امر کی چیزیں اس سے متعلق نہیں اس سے بالاتر ہیں۔ روح یا حقیقت انسانیہ، اسی عالم امر کی چیز ہے جسے عالم غیب و عالم بالا کہتے ہیں یہ لاکیف ولا یشار الیہ کی قسم سے ہے۔ اسی عالم کے مالہ وما علیہ کے صحیح ادراک سے معرفت خدا بھی حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ اسی بناء پر یہ مقولہ مشہور ہے کہ **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ**۔ محدثین کے نقطہ نظر سے خواہ یہ مقولہ حدیث نہ ہو مگر اہل حقائق کے لحاظ سے یہ حدیث کا درجہ رکھتا ہے اور واقعۃً بالکل صحیح ہے کیونکہ سوائے عارفین و اہل حقائق کے آج تک کسی عالم مادی کو اس روح کا ادراک نہ ہوسکا اور جن کو ہوا تو وہ پھر معرفت خدا کا بھی حاصل ہو گیا۔ یہ مسلم ہے کہ انسان میں آب و گلی مادہ جسم، کے ساتھ روح بھی ہے اور انسان ان دونوں چیزوں سے ایک مرکب مخلوق ہے لہذا یہ ایک بدیہی امر ہے کہ ارتقاء انسانیت و معراج کمال

موافق وصالح واتق سے ہی وابستہ ہے مثلاً نجار وحداد
بغیر علم نجاری وحدادی کے نجار وحداد کہلانے کا مستحق ہی
نہیں ہو سکتا خواہ اس کے آلات اسی کے پاس بہت کچھ موجود ہوں
" اسی طرح اگر کوئی فن نجاری وحدادی وغیرہ کی
لندنی ڈگری ہی کیوں نہ رکھتا ہو مگر نہ اُس کے پاس آلات
موجود ہوں اور نہ وہ کبھی کام کرنا چاہتا ہو، تو پھر ایسے
ڈگری یافتہ کو لوگ لے کر کریں گے کیا؟ جب ان فنون
مفیدہ کی علت غائی ندارد ہو تو پھر اس کا وجود وعدم افادی لحاظ
سے دونوں برابر ہی ٹھہرے اسی طرح انسان اپنی شئون حیات
کی کامیابی اور انسانی زندگی کے معراج کمال کے حصول کیلئے
جو ما بین الملکیت والحیوانیت ہے، سب سے پہلے علم کا محتاج
ہے اور ساتھ ہی ساتھ اُس علم کے موافق عمل کا عرف شرع
میں یہی علم ایمان کہلاتا ہے اور یہی عمل، عمل صالح۔ مگر چونکہ
انسان فطرتاً مدنی الطبع واقع ہوا ہے اور مدنیت یا تمدن
اجتماعی زندگی کا نام لہذا آج تک یہ ایمان وعمل صالح اجتماعی
طور پر واقع نہ ہوں تب تک یہ ایمان وعمل صالح انفرادی طور پر
خواہ وہ کیسے ہی قوی کیوں نہ ہوں" مدنیت اعلیٰ یا
انسانیت کاملہ کے راہ پر نہیں لگا سکتے یہ دوسری بات ہے کہ
دوسری زندگی الیوم الآخر والحیاۃ الآخرہ
میں وہ انفرادی طور پر موجب نجات وفلاح شخصی وجزئی
ہوں۔ حالانکہ نصوص کتاب وسنت سے ظاہر ہے کہ دین اسلام
محض آخرت ہی کی اصلاح کا داعی نہیں ہے بلکہ وہ دنیا و
وآخرت دونوں کی برتری دونوں کے فوز وفلاح
کا حامی ومدعی ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي
أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ
هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً
يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ترجمہ) کہد یجئے اے پیغمبر کون حرام کیا۔
خدا کی زینت وآرائش والی اشیاء کو اور پاکیزہ اور چٹکوار
ونفیس رزق غذاؤں کو جو وہ اپنے بندوں کے لئے پیدا
کیا ہے کہد یجئے اے پیغمبر کہ یہ ساری پاکیزہ ونفیس ماکولات
ومشروبات وملبوسات وسامان ہائے زیب وزینت
وآرائش، اونہیں لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لائے ہیں دنیا میں
بھی اور آخرت میں تو خاص۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔
(ترجمہ) ہمارے پروردگار تو ہم کو دنیا میں بھی بہترین
حالت وزندگی عطا فرما اور آخرت میں بھی بہترین حالت
وزندگی عطا کر اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔
یہ یاد رہے کہ یہ دعا ایمان والوں کی بتائی گئی ہے بمقابل
اُس کے جو کافرین کی طرف منسوب ہے کہ منہم من یقول
رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ
مِنْ خَلَاقٍ۔ یعنے بعض لوگ (کافر) ایسے بھی ہیں
لیکن دعا یہ ہے کہ "اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھی
خوشحالی عطا فرما حالانکہ اون کے لئے آخرت میں خوشحالی
کا کوئی حصہ نہیں (باقی ملاحظہ ہو بر صفحہ کالم ۲)

اِن دونوں چیزوں کے ارتقاء و معراج کمال پر موقوف ہے نہ محض جسمانی ترقی سے یہ کمال پیدا ہو سکتا ہے اور نہ محض روحانی ترقی سے چنانچہ آج یورپ ترقی مادی کے معراج کمال پر گامزن اور کامیاب ہونے پر بھی معراج کمال انسانیت پر نہیں پہونچ سکا جس طرح روحانیین یونان و ہند و راہبین نصاریٰ کی نسبت کوئی محقق نہیں کہہ سکتا کہ وہ معراج کمال انسانیت پر پہونچ چکے تھے کیوں؟ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک افراط و تفریط کا پہلو لئے ہوئے ہے مادی ترقی والے خواہ وہ آسمان ترقی کے درخشاں ستارے کیوں نہ ہو جائیں مگر وہ مقتضیات ارتقاء روحانی سے یکسر محروم اور اس کمال سے بالکل نابلد اور علیٰ ہذا روحانیات کی ترقی والے خواہ وہ بزعم خود فرشتہ کیوں نہ بن جائیں مگر وہ مادی ارتقاء سے بالکل اجنبی اور مدنیت و تہذیب سے بالکل گرے ہوئے ہیں۔

لہذا یہ ایک بدیہی نتیجہ ہے کہ انسان مرکب من الروح والجسد کی حقیقی معراج کمال، ارتقاء روحانیت اور مادی اعلیٰ تہذیب و تمدن کی درمیان ایک جامع اعتدالی بین بین کیفیت ہے نہ وہ محض فرشتہ صفت روحانیت والا مجرد عن العلائق انسان بن کر مہذب و ترقی یافتہ انسان کامل کہلا سکتا ہے اور نہ وہ مادی ترقی کے طلسمات ہوش ربا کا موجد بن کر انسانیت کاملہ کا حامل بن سکتا ہے تحت ان سابق تحت آیت استخلاف آدم و اسجاد ملائک کے یہ بیان ہو چکا ہے کہ انسان کی انسانیت جس کی وجہ وہ مسجود ملائک و خلیفۃ اللہ بن سکتا ہے وہ علم ہی ہے چنانچہ وعلّم آدم الاسماء کلّها کے بعد وقلنا للملائکۃ اسجدوا لادم مذکور ہے۔ لہذا علم کی بھی دو قسمیں لازم آئیں ایک تو وہ علم جو انسان کی خیر روحانی کو بام ارتقاء پر چڑھا دے اور اوس کو بے لوث قائم و برقرار رکھے دوسرے وہ علم جو انسان کو اوس کے جزو مادی کی ترقیات میں مدد دے اور اُسے توحش و بربریت و بدویت اور گنوارپن کے گندی اور ناپاک گڑھے سے نکال کر ایک اعلیٰ شائستہ و متمدن زندگی کے سطح مرتفع پر چڑھا دے جس میں وہ صحیح صحیح نائب رحمان ہو کر تمام کرۂ ارض کے مودعہ قوائے علوی و سفلی کو اپنی زندگی کے خوشحال اور آرام و آسائش و زیب و زینت و آرائش والی بنانے میں کام میں لائے جیسے کہ اُس کے مالک و آقائے حقیقی نے اون کو اس کے لئے مسخر و مطیع و منقاد بنایا ہے وسخّر لکم ما فی السماوات والارض ورنہ وہ اپنے مربی و سرپرست خداوند کا اُس کے یہاں کافر نعمت مقصود ہوگا کیونکہ وہ پروردگار تو اس کے لئے یہ ساری دنیا کی ان گنت نعمتوں کو پیدا کرے اور اُس کے لئے انہیں مسخر و مطیع و منقاد بنائے اور یہ ناشکر کفور انسان اُن تمام نعمتوں سے یک لخت منہ موڑ کر تجرد کی راہبانہ ناپسندیدہ زندگی بسر کرے جو ایک مغضوب و محروم بندے کی علامت ہے

حدیث صحیح میں ہے کہ لا رہبانیۃ فی الاسلام اور قرآن میں ہے ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ علیٰ ہذا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن تارک الدنیا اصحاب کو جو تجرد و ترک علایق دنیوی کو ترک دنیا و باعث تقرب خدا سمجھکر اختصاء (خصی ہوجانے) کی اجازت چاہی تھی تاکہ عورت کا خیال ہی سرے سے نہ آنے پائے "جو تمام دنیاوی جنگ و جدل کی اصل الاصول ہے اور باعث اوّلین ہے) سخت منع فرمایا نیز عمرو بن العاص صحابی کے فرزند حضرت عبد اللہ بن عمرو کو جو اپنی زاہد و عابدانہ انداز طبیعت سے مجبور ہوکر باوجود نوجوانی کے اپنی جوان بیوی سے کنارہ کش رہکر رات تمام عبادت میں اور دن کو روزہ سے رہتے تھے حضور اکرم صلعم نے اس سے ان کو بہت سختی سے منع فرمایا ارشاد ہوا الخ ان لنفسک علیک حقا وان لزوجک علیک حقا تمہارے نفس کا بھی تم پر ایک بڑا حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی . . . . تم پر بہت بڑا حق ہے الخ . . . . یہ سب دلائل کیا علانیہ اس بات کی بین دلیل نہیں کہ اسلام میں ترک دنیا تجرد عن العلایق "حسب اصطلاح عامہ" کوئی چیز نہیں اور نہ وہی فقط تقرب الی اللہ و رضائے الٰہی کا باعث ہے جیسا قبل از اسلام اب تک بھی بہت ساری قوموں کا خیال تھا

اور ہے بلکہ حضور اکرم صلعم نے اور اُن کے خاص جانشینوں نے اپنے طرز عمل سے عملی ثبوت تمام دنیا کے سامنے اس بات کا پیش کیا کہ تقرب ایزدی محض اُس منشائے الٰہی کو پورا کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے جو انسان کی پیدائش سے ہے یہ منشائے ایزدی کیا ہے؟ اجمالا اس کا خاکہ دو لفظوں سے ادا ہوسکتا ہے یعنے ایمان و عمل صالح کی اجتماعی قوت کا قیام ایمان فعل قلب ہے اور عمل صالح فعل جوارح ظاہر ہے کہ جب قلب درست ہوگا تو نیت بھی درست ہوگی۔ اور تمام اعمال اعضاء و جوارح بھی درست ہوں گے حدیث صحیح ہے کہ ان فی الجسد لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب یعنے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ جب وہ درست ہوجاوے تو سارا جسم درست ہوجاتا ہے یعنے جسم کے سارے اعضاء و جوارح کے عمل درست ہوجاتے ہیں اور جب یہ بگڑ جاوے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے دیکھو یہ ٹکڑا وہی دل ہے۔ ایمان علم ہے جو خدا کی ذات و صفات کی تصدیق قلبی کا نام ہے اور عمل صالح انسانیت کے سزاوار اور شائستہ اعمال سے مراد ہے یعنے وہ اعمال جو ایک خدا کے بندہ ہونے اور اُس کے روئے زمین پر جانشین ہونے کی حیثیت سے انسان کے لئے سزاوار و لائق ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ عمل علم کے بعد ہی درست و صحیح متصور ہوتا ہے جیسے کہ ہر علم کی افادت عمل

بقیہ بر صفحہ (۲۰۷)

ما اہل لغیر اللہ کی تحقیق

ذیل کا مضمون مولانا شاہ محمد ملتانی بادشاہ صاحب سجادہ بیدر شریف کا ہے جو حیدرآباد کے ایک باعمل عالم تھے مولوی صاحب موصوف کی ابتدائی تعلیم مدرسہ صوفیہ بیدر شریف میں ہوئی حدیث اور فقہ کی تکمیل مولانا محمد عباس علیخان صاحب محدث مرحوم سے فرمائی۔

آپ نہ صرف ایک اچھے مقرر اور واعظ تھے بلکہ صاحب درس و تدریس بھی تھے تالیف و تصنیف سے بھی ممتاز تھے بتاریخ ۱۹ صفر ۱۳۴۲ھ م - آبان ۱۳۳۲ ف اس جہان فانی سے رحلت کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں مرحوم کے صاحبزادہ جناب شاہ ابراہیم صاحب قادری سے حسب ذیل رسائل دستیاب ہوئے ہیں جن کے دیکھنے سے مولانا علیہ الرحمہ کے شغف علمی کا خاص پتہ چلتا ہے۔

(۱) قول الرشاد فی تحقیق المیلاد (۲) ازالۃ الریب فی علم الغیب (۳) کاشف الحق المنور فی بیان زیارۃ القبور (۴) القول الثابت بالادلہ فی مسئلۃ ما اہل لغیر اللہ۔

اس وقت ہم ما اہل لغیر اللہ کے نسبت آپ نے جو تحقیق فرمائی اس کو درج کرتے ہیں اور امید ہے کہ اس مضمون کو عمل کی نیت سے پڑھا جائیگا۔ (مدیر)

الحمد للہ وحدہ۔ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الذی لا نبی بعدہ

اس احقر نے دیکھا کہ ما اہل اللہ لغیر اللہ بہ کے متعلق بعض اہل علم نے تفسیر بالرائے سے کام لیا ہے۔ اس لئے قرین صواب سمجھا کہ اس مسئلہ کی اصلیت پر روشنی ڈالی جائے تاکہ عوام اہل اسلام اس کے صحیح مفہوم سے آگاہ ہوجائیں قال اللہ عزوجل۔ انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ خدا نے تم پر مرا ہوا جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ چیزیں جس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا۔

ما اھل لغیر اللہ چار مقام میں مذکور ہے مگر رب العزت نے کہیں ما اھل لغیر اللہ بہ کی جگہ ما ذبح باسم غیر اللہ نہیں فرمایا۔ اور نہ کسی جگہ عند الذبح کی قید لگائی۔ پھر مفسرین نے عند الذبح کی کیوں قید لگائی۔ اس تدبر

کیا جاتا ہے۔ اس کے بیان سے بعض اہل علم نے گریز کیا
اب وہ عبارت ہدیہ ناظرین کرتا ہوں جو ما اھل لغیر اللہ
کے متعلق مفسرین نے لکھی ہے۔

صاحب تفسیر مدارک لکھتے ہیں حرم اللہ اکل ذبیحۃ
یتقرب بذبحہا الی غیر اللہ یعنی خدا نے ان تمام
ذبیحوں کو حرام کر دیا جو غیر خدا کے تقرب کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں
اسی طرح مفسر نظام نے اپنی تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے۔ لو ان
مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ
صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد۔ بیشک
اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا۔ اور اس ذبح سے غیر خدا
کے تقرب کا ارادہ کیا تو وہ ذابح مرتد اور اس کا ذبیحہ ذبیحہ
مرتد ہوگیا۔ احناف کی معتبر کتاب درمختار میں مذکور ہے۔
لو ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء
یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ۔ ولو ذکر اسم اللہ
تعالیٰ۔ یعنی اگر کسی نے امیر یا بزرگ کے آنے کے سبب سے
کوئی ذبیحہ ذبح کیا تو وہ ذبیحہ حرام ہو جائیگا کیونکہ وہ غیر خدا
کے نام پر پکارا گیا۔ اگرچہ عند الذبح اس پر خدا کا نام ذکر کیا گیا
ہو۔ اشباہ والنظائر میں مذکور ہے ذبح لقدوم الامیر
او لواحد من العظماء یحرم۔ ولو ذکر اسم اللہ
تعالیٰ۔ یعنی اگر کسی نے امیر یا بزرگ کے آنے پر ذبح کیا۔ تو
وہ ذبیحہ حرام ہو جائیگا۔ اگرچہ اس پر خدا کا نام ذکر کیا گیا ہو مفسرین
فقہا کے کلام سے یہ مسئلہ پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ جو ذبیحہ قبل ذبح
غیر اللہ کا نامزد ہو چکا ہو۔ عند الذبح بسم اللہ کہنا اس کی حرمت کو
دور نہیں کرتا۔ ابن خلکان سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا
علی کرم اللہ وجہہ نے سحیم کے تین سو اونٹوں کو مفاخرت کے
سبب محرمات میں داخل کیا۔ کتے اور چیلوں کو کھلا دیا لیکن
مسلمانوں کو کھانے نہ دیا۔ وعقر ثلث مائۃ ناقۃ وقال
الناس شانکم والاکل منہا۔ وکان ذلک فی
خلافۃ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فاستفتی
فی الاکل فقضی بحرمتہا وقال انما ذبحت لغیر ماکلۃ
ولم یکن المقصود منہا الا المفاخرۃ والمباھاۃ
فالقیت لحومہا علی کناسۃ الکوفۃ۔ فاکلتہا
الکلاب والعقبان والرخمۃ۔ وھی قصۃ
مشھورۃ۔ یعنی سحیم بن ریاحی نے تین سو اونٹ ذبح کئے
اور لوگوں کو کہا کہ کھاؤ۔ اور یہ واقعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی
خلافت میں واقع ہوا۔ حضرت سے اس کی نسبت فتویٰ چاہا۔
حضرت نے اس کی حرمت کا حکم دیا۔ اور آپ نے فرمایا ان
اونٹوں کا ذبح کھانے کے واسطے نہیں ہوا۔ مگر فخر اور مباہات
کے لئے۔ پس کوفہ کے گھورے پر ان کا گوشت پھینکا گیا جس کو کتے
اور چیل اور گدھوں نے کھایا۔ یہ قصہ مشہور ہے اسی طرح
سیدنا علیؓ نے ابن نائل کے اونٹوں کی نسبت حرمت کا فتویٰ
دیا۔ حالانکہ عند الذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کئے گئے تھے
اور غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا تھا۔
اخرج ابن ابی حاتم۔ قال کان رجل من بنی رباح

يقال له ابن نائل وكان شاعرا الى الفرزدق بما بظهر الكوفة على ان يعقر هذا مائة من الابل وهذا مائة من الابل فلما وردت قاما اليها بالسيوف يكسفان فخرج الناس بالحمر (؟) يريدون اللحم وعلي رضي الله عنه بالكوفة فخرج على بغلة رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ وهو ينادي ـ ايها الناس لا تأكلوا من لحومها ـ فانه اهل لغير الله تعالى ـ يعنی

روایت کیا اس کو ابی حاتم نے ـ کہ قبیلہ بنی ریاح میں ایک شخص تھا ـ اس کو نائل کہتے تھے ـ وہ شاعر بھی تھا ـ وہ کوفہ کے قریب فرزدق کو اس شرط سے پانی پر لایا ـ اگر ان کے اونٹ پانی پر آویں ـ تو وہ سو اونٹ اور یہ سو اونٹ ذبح کریں ـ جب وہ پانی پر آئے تو دونوں تلواریں کھینچ کر اونٹ ذبح کرنے کھڑے ہوگئے ـ لوگ گوشت لینے کے ارادہ سے نکلے اس وقت حضرت علیؓ کوفہ میں تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر آئے اور پکار کر کہنے لگے اے لوگو ان اونٹوں کا گوشت مت کھاؤ کہ ان پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے ـ

امام قرطبی سے مروی ہے کسی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ عجمی لوگ اپنی عیدوں میں جانور ذبح کرتے ہیں پھر مسلمانوں کو تحفہ بھیجتے ہیں اس کا کیا حکم ہے ـ آپ نے کہا جو جانور اس دن کے لئے ذبح کیا جائے اسکو کھاؤ

اسی طرح ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ ایک عورت نے اپنے کھیل تماشہ میں ایک عید منائی ـ اس تقریب میں ایک اونٹ ذبح کیا آپ نے کہا اس کو نہ کھاؤ وہ بت کے لئے ذبح کیا گیا ہے ـ ان روایات سے بھی ثابت ہوا کہ وہ ذبیحہ ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل تھا اس لئے کھانے سے منع کیا گیا ـ

امام بیضاوی سورہ مائدہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ـ

وما اهل لغير الله به ـ اى رفع الصوت لغير الله به كقولهم باسم اللات والعزى ـ البيضاوي تفسير انوار التنزيل ـ وما اهل لغير الله به ـ اى رفع الصوت لغير الله به كقولهم باسم اللات والعزى

جو غیر خدا کے لئے پکارا جائے جس طرح مشرکین ذبح کے وقت لات اور عزیٰ کا نام لیتے ہیں ـ

امام بیضاوی نے اہلال کی تفسیر بحسب مقتضائے کلام الٰہی و بموجب احادیث و اقوال فقہا رفع الصوت کے ساتھ کی ہے اور کاف مثالیہ کے ساتھ . . . . . . مشرکین کا قول تمثیلاً نقل کیا ـ اور پایہ ثبوت کو پہنچایا کہ ما اہل لغیر اللہ بہ ایک کلیہ ہے جس کے تحت میں کئی جزئی موجود ہیں منجملہ ان جزئیات کے قولهم باسم اللات والعزى عند ذبحه بھی ایک جزئی ہے جس طرح کل فاعل مرفوع ـ ایک کلیہ ہے اسکی ایک جزئی ضرب زید بھی ہے ـ اس مثال کے ایراد سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضرب زید کے سوا کوئی جزئی کل فاعل

مرفوع کے تحت میں نہ آسکے۔ اسی طرح قولہم
باسم اللات والعزیٰ کے ایراد سے قول مذکور کے
سوا کوئی اور مثال ما اہل کی تفسیر میں نہ آسکے مشرکین عرب
کی عادۃ اور رواج کے لحاظ سے اُن کا قول تمثیلاً نقل کیا
گیا۔ اس قسم کی تفسیر تفسیر بالاخص کہلاتی ہے۔ ما اہل
لغیر اللہ بہٖ میں تعمیم و اطلاق ہے۔ اس کی تفسیر میں
تخصیص اور تقیید ہے۔ ما اہل لغیر اللہ کلی ہونے
کے اعتبار سے مطلق ہے۔ اور قول مذکور جزئی ہونے
کے اعتبار سے مقید ہے۔ اور بینہما کوئی منافات
نہیں چنانچہ اصول فقہ کا ایک ضابطہ اس کا مؤید ہے
ان التقیید لایکون علی طریق المفہوم
المخالف اذ المطلق یبقی علی اطلاقہ والمقید
علی تقییدہ۔ فلا تنافی بینہما۔ یعنی بیشک تقیید
مفہوم مخالف کے طریقہ پر نہیں ہوتی کیونکہ مطلق اپنے
اطلاق پر اور مقید اپنی تقیید پر باقی رہ سکتے ہیں پس
دونوں میں کچھ منافات نہیں اس اصول کے لحاظ سے
ما اہل لغیر اللہ بہ علی اطلاقہ اور قول مذکور
علی تقییدہ باقی رہیں گے۔ اور دونوں کے مفہوم میں
کسی قسم کی منافات نہ ہوگی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جزئی کی قید
سے کلی کا اطلاق باطل ہوجائے۔ عارف باللہ مولانا
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ تحفۃ الموحدین
میں لکھتے ہیں کہ بہترین طاعات زکوۃ است۔ و انفاق
فی سبیل اللہ۔ نقد و جنس یا طعام اگر بنام بندگاں یا جن یا
پری یا ملائکہ یا دیگر غیر اللہ باشد شرک است۔ و خوردن
آں طعام ناجائز۔ کما قال اللہ تعالیٰ حرمت علیکم
المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل لغیر اللہ بہ
یعنی حرام کردہ شد بر شما یان مردہ و خون و گوشت خوک و
ہر چیز کہ آواز کردہ شد برائے غیر خدا برآں چیز۔ مثالش آنکہ
درحضور بادشاہ رعیتے نذر پیش غلام بادشاہ برد باآنکہ بادشاہ
موجود است و بہ غلام اجازت ہم نہ دادہ است پس لابد
آں غلام بمعرض سلطانی افتد و نذرش را نیز بخاک ذلت
اندازد و اگر آں غلام قبول کردہ باشد آں ہم بمحل غضب
درآید۔ و اگر انکار کردہ باشد نقصان بہ او نمی رسد۔ پس
آں نذر را کہ بخاک ذلت انداختہ است شخص دیگر قصد
گرفتن نماید لابد بمقام غضب درآید پس ظاہر شد باوجود حاضر
بودن آں ملک حقیقی اگر نقدی یا طعامی نذر غیر اللہ نماید گرفتن
و خوردن آں ناجائز بود

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ تفسیر
عزیزیہ میں لکھتے ہیں۔ وما اہل لغیر اللہ بہٖ۔ یعنی دیگر
آں جانور کہ آواز برآوردہ شد و شہرت دادہ شد در حق آں
جانور کہ لغیر اللہ۔ یعنی برائے غیر خدا است خواہ آں غیر
بت باشد یا روح خبیث۔ کہ بطریق بھوگ بنام او بہند
خواہ جنے مسلط برخانہ یا سرائے کہ بدوں دادن جانور
از ایزائے سکنہ آنجا دست بردار نشود۔ یا توپ را روانہ

کردن ندہد۔ وخواہ پیرے یا پیغمبرے باین وضع جانورے مقرر کردہ دہند۔ این ہمہ حرام است ودر حدیث صحیح وارد است کہ **ملعون من ذبح لغیر اللہ**۔ ہر کہ بذبح جانورے تقرب بہ غیر خدا نماید ملعون است خواہ در وقت ذبح نام غیر خدا گیرد یا نے۔ ایزا دکہ چوں شہرت داد کہ این جانور برائے فلانے است۔ ذکر نام خدا فائدہ نہ کرد۔ چہ آں جانور منسوب بغیر گشت وخبثے در وے پیدا گشت۔ کہ زیادہ از خبث مردار است زیرا کہ مردار بے ذکر نام خدا جان دادہ است وجان این جانور را از آں غیر قرار دادہ کشتہ اند۔ وآں عین شرک است ہرگاہ این خبث در وے سرایت کرد۔ دیگر بہ ذکر نام خدا حلال نمے شود۔ مانند سگ وخوک کہ اگر بنام خدا مذبوح شوند حلال نمے گردند

مسئلۂ فلسطین کا پس منظر شاہی کمیشن کی رپورٹ

عربوں کی بیزاری دنیائے اسلام کا احتجاج

۲

شاہی کمیشن کے سفارشات

(۴) یہودیوں کے قومی ادارے کے متعلق حکومت اپنے ۱۹۲۲ء کے اعلان کی توثیق کرے کہ یہ ادارہ حکومت فلسطین میں حصہ لینے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ اور اس سلسلہ میں انتداب کے دفعہ ۴ کے مفہوم کو بھی اگر ممکن ہو سکے تو پوری طرح واضح کر دے

(۵) اس کمیشن نے فلسطین میں پولیس اور فوجی انتظام کی بھی سفارش کی تھی جس پر ۱۹۳۰ء ہی سے مسٹر ڈوبگن (سیلون پولیس کے افسر اعلیٰ) کی نگرانی میں عمل کیا گیا۔

اس کمیشن کی رپورٹ شائع ہوتے ہی مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے جو اس وقت انگلستان کے وزیر اعظم تھے کمیشن کی پہلی اور دوسری سفارش کے متعلق ۳۔ اپریل ۱۹۳۰ء کو دار العوام میں یہ بیان دیا کہ :۔

"ہز مجسٹی کی حکومت شرائط انتداب کے ماتحت جن کی لیگ اقوام کی کونسل توثیق کر چکی ہے فلسطین کا انتظام جاری رکھے گی۔ یہ ایک بین الاقوامی پابندی ہے جس سے گریز کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔

دوہری ذمہ داریاں اس سلسلے میں برطانیہ پر عاید ہو رہی ہیں۔ ایک یہودیوں کے متعلق دوسری فلسطین کی غیر یہودی آبادی کے سلسلے میں۔ اور حکومت برطانیہ کا یہ غیر متزلزل ارادہ ہے کہ وہ ان دونوں ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ اور دونوں جماعتوں کے ساتھ پورا پورا انصاف برتے۔ یہ اس کا فرض ہے جسے وہ کبھی نظر انداز نہیں کریگی اور جس کی تکمیل میں وہ اپنی ساری قوتوں سے کام لے گی۔"

وزیر اعظم برطانیہ کا یہ بیان "فلسطین میں برطانوی انتظام" کی رپورٹ کے ساتھ مرکزی انتدابی کمیشن کے ملاحظہ کے لئے جنیوا بھیجدیا گیا۔ انتدابی کمیشن نے اس رپورٹ اور بیان پر سخت تنقید اور حکومت برطانیہ کی پالیسی پر شدید نکتہ چینی کی۔ "کمیشن نے یہ لکھا کہ حکومت برطانیہ کی کوشش کہ وہ اپنی ان دوہری ذمہ داریوں کو پورا کرے جو عربوں اور یہودیوں کے سلسلے میں اس پر عاید ہوتی ہیں۔ دراصل

اس اختلاف کی ذمہ دار ہے جو اس وقت فلسطین میں یہودیوں اور عربوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ زرعی اور تعلیمی اصلاح اور ترقی میں ناکامی عرب اور یہود میں جذبۂ اشتراک پیدا نہ کر سکنے کے باعث فلسطین میں موجود حکومت سے بے اعتمادی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ اس اعتبار سے "شاکمیشن" کی یہ تحقیقات کہ عربوں کا حملہ حکومتِ برطانیہ کے نظم و نسق کے خلاف نہیں تھا۔ بالکل غلط ہے حکومتِ برطانیہ اپنے ابتدائی شرائط کی تکمیل سے قاصر اور عربوں کی زرعی اور دیگر اصلاحات کی ذمہ داریوں سے غافل رہی۔"

مرکزی انتدابی کمیشن کی اس نکتہ چینی سے برطانوی سیاسی حلقوں میں بے چینی پیدا ہوگئی اور اپنے پہلے بیان کی صحت و صداقت اور شاکمیشن کی تحقیقات کی تائید میں دارالعوام اور دارالعوام کے باہر تقریریں ہونے لگیں۔ اسی دوران میں عربوں کا ایک وفد لندن پہنچا تاکہ وزارت برطانیہ سے گفت و شنید کر کے فلسطین میں امن و امان قایم کرنے کی صورت نکالے لیکن ۱۲ مئی سنہ ۱۹۳۰ء کو اس وفد نے اعلان کر دیا۔ یہ مطالبات تقریباً وہی تھے جو سنہ ۱۹۲۲ء میں عربوں نے پیش کئے تھے۔ ان میں یہودیوں کی ہجرت کو روکنے اور زمینوں کی فروخت کے بند کرنے اور فلسطین میں ذمہ دار حکومت قایم کرنے کا مطالبہ بھی شامل تھا۔

مئی سنہ ۱۹۳۰ء میں حکومتِ برطانیہ نے شاکمیشن کی تیسری سفارش کے پیشِ نظر سرجان ہوپ سمسن کو زمینوں کی کاشت اور یہودیوں کی ہجرت کے سلسلے میں تحقیقات کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اور ان کی رپورٹ شائع ہونے تک فلسطین میں یہودیوں کی مزید ہجرت کو روک دیا۔ لیکن اس اعلان کے خلاف یہودیوں نے اس قدر شور مچایا کہ حکومتِ برطانیہ نے مجبور ہو کر یہ حکم واپس لے لیا اور ان کی ہجرت سرجان ہوپ کی تحقیقات کے دوران میں بھی جاری رہی

۲۰۔ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء کو سرجان ہوپ سمسن کی رپورٹ شائع ہوئی۔ اس میں زیادہ تر طریقہ کاشت کی اصلاح پر زور دیا گیا تھا اور ساتھ ہی فلاحین کے معیار زندگی کو اونچا کرنے اور تھوڑی سی زمین یہود نو آباد کاروں کو دینے کی سفارش کی تھی لیکن یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ تجویز بغیر عرب اور یہود اشتراک عمل کے کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اور نتیجہ کے متعلق یہ رائے ظاہر کی تھی کہ یہ برسوں کی کاوش کے بعد نکل سکے گا۔ ہجرت کے متعلق سرجان ہوپ نے یہ لکھا تھا کہ "اب مزید مہاجر یہودیوں کے لئے زمینیں نہیں نکالی جاسکتیں۔ یہ قرین انصاف نہیں ہے کہ بیکار عرب مزدوروں کی موجودگی میں جب کام نکلے تو غیر ممالک کے یہودیوں کو فلسطین میں لا کر ان سے کام لیا جائے"۔ اس رپورٹ پر یہودیوں نے حسبِ دستور خوب غل مچایا لیکن اسی دن جس دن یہ رپورٹ شائع ہوئی حکومتِ برطانیہ نے اپنی پالیسی کی وضاحت میں ایک اور طویل بیان شائع کیا۔ یہ بیان دو حصوں میں منقسم تھا پہلے حصہ میں

وہ اصول بیان کیے گئے تھے جن کے ماتحت فلسطین میں انتظام کیا جا رہا تھا۔ اور یہ شکایت کی تھی کہ اس انتظام کے سلسلے میں حکومت کو نہ عربوں نے مدد دی اور نہ یہودیوں نے اس حصہ میں ......

. . . .

سنہ ۱۹۲۲ء کے اس اعلان کا بھی ذکر تھا جس میں فلسطین میں یہودی وطن قایم کرنے کا اعتراف کیا گیا تھا۔ اور اس کا بھی اقرار کیا گیا تھا کہ فلسطین کے عربوں اور یہودیوں سے جو وعدے کئے گئے ہیں وہ مساوی وزن رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے نقیض نہیں۔

دوسرے حصہ میں عملی مسائل سے بحث کی گئی تھی، مثلاً۔ پولیس اور فوج کے متعلق علی برطانوی پالیسی کی تشریح تھی۔ آئینی اصلاحات کے متعلق حکومت کے نقطۂ خیال کی وضاحت تھی اور آخر میں معاشرتی اور معاشی اصلاح پر گفتگو کی گئی تھی جس میں ہجرت، زمینوں کی آبادکاری اور ملک کے بیکاروں کا بھی ذکر آ گیا تھا۔ یہ حصہ زیادہ تر سر جان ہمسن کی رپورٹ اور اس کے اخذ کردہ نتائج پر مشتمل تھا۔

اس آخری حصہ کے متعلق یہودیوں کو یہ شبہ ہوا کہ یہ سنہ ۱۹۲۲ء کے اعلان کے خلاف ہے چنانچہ ڈاکٹر وائزمان نے اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے وزیر نوآبادیات کو لکھا۔ کہ انہوں نے اس اختلاف کی بنا پر یہوداداراے کی صدارت اور لارڈ ملچٹ نے یہود ایجنسی کی چیرمینی سے استعفےٰ دیدیا۔ ۳۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء کو حکومت کے تین سرکردہ مخالف ممبروں نے اخبار ٹائمس میں ڈاکٹر وائزمان کی یہ تجویز کہ عربوں اور یہودیوں میں ایک گول میز کانفرنس منعقد ہونی چاہیئے۔ قبول نہ کرنے پر حکومت کی مذمت کی اسی اکتوبر میں جنرل اسمٹس نے احتجاج کیا اور نومبر میں سر جان سائمن اور لارڈ ہیلشم نے اعلان کیا کہ حکومت کا وہ بیان شرائط انتداب سے گریز کے مترادف ہے۔

ان سب کے جواب میں وزیر اعظم مسٹر میکڈانلڈ نے غلط فہمیوں کو دور کرتے ہوئے ایک خط ڈاکٹر وائزمان کو "اخبار ٹائمس" میں لکھا اور اس میں اس قدر وضاحت سے اپنا نقطۂ نظر سمجھایا کہ ڈاکٹر وائزمان فوراً مطمئن ہو گئے۔ اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ یہودیوں اور حکومت برطانیہ کے درمیان جو اختلاف تھا وہ رفع ہو گیا اور آپس میں تعلقات دوبارہ قایم ہو گئے۔ اور اس طرح سنہ ۱۹۲۹ء اور سنہ ۱۹۳۰ء میں جو کشمکش پیدا ہو گئی تھی وہ ختم ہو گئی اور فلسطین میں امن و سکون کا دور شروع ہوا۔ یہ دور سنہ ۱۹۳۳ء تک برقرار رہا اور اس کسادبازاری کے عالم میں یہودیوں کے لئے ایسا مبارک ثابت ہوا کہ اس کی نظیر دوسرے ممالک میں نہیں مل سکتی۔

اس دوران میں فلسطین کے ہائی کمشنر نے کچھ غیر سرکاری عرب اور یہودی ممبروں کو زرعی کونسل، روڈ اور ریلوے بورڈ، تعین ہجرت کی مجلس قانون ساز اور صنعت و حرفت کی کمیٹیوں میں شامل کرنے اور متحد ہو کر کام کرنے پر آمادہ کر لیا

لیکن یہ عرب اور یہودی جو متحد ہوکر کام کررہے تھے وہ بہت تھوڑی تعداد میں تھے اور ان کے اتحاد کا اثر عام طور پر کچھ بھی محسوس نہیں ہوا۔ اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب نومبر ۱۹۳۲ء میں ڈائرکٹر لینڈ ڈولپمنٹ مسٹر لیوس فرنچ کی رپورٹ جو انہوں نے ایک عرب اور ایک یہودی ممبر کے مشورے سے مرتب کی تھی، عربوں اور یہودیوں، دونوں نے مسترد کردی، لیکن اس کے برخلاف فلسطین کی پوسٹ ریلوے اور ڈاک کے کام کرنے والوں کی تنظیم اطمینان بخش رہی۔

اکتوبر ۱۹۳۳ء میں فلسطین میں پھر انتشار پیدا ہوا۔ فسادات اور ہڑتالوں کی گرم بازاری ہوگئی اس کا سبب فلسطین میں چند ہی مہینوں میں یہودیوں کی بکثرت درآمد تھی کچھ یہودی جرمن سے آئے اور کچھ دوسرے ممالک سے اور ان یہودیوں کی ان تجارتی لائنوں میں کام سے لگادیا گیا جو اتنے دنوں میں فلسطین میں خوب ترقی کرگئیں تھیں۔ مثلاً عراق سے تیل کے نل فلسطین تک لانے کا کام آیا حیفہ کے بندرگاہ کی توسیع کی اسکیم یا پھر بعض تجارتی اداروں میں معقول ترقی کے باعث اُن کے لئے جگہ نکالی گئی جیسے فلسطین پوٹاش کمپنی فلسطین الکٹرک کارپوریشن وغیرہ۔ اور ان سب میں زیادہ تعمیر الکنہ کا کام تھا جو اُن کے سپرد کردیا گیا۔ حکومت برطانیہ نے ان فسادات کے خلاف فلسطین ڈفنس کونسل کے قانون منظورہ ۱۹۳۱ء کے ماتحت سخت اور غیر معمولی تدابیر اختیار کرنی شروع کردیں جن کے باعث یہ فسادات ۱۹۲۹ء کے ہنگاموں کی صورت اختیار نہ کرسکے۔

۱۹۳۴ء ان مشکلات سے بڑے ہے جو حکومت برطانیہ کو اپنی ہجرت والی پالیسی کی ترتیب اور تشکیل میں پیش آئیں اس کے پہلے مہینے میں حکومت نے طلب اور رسد میں تناسب پیدا کرنے کے لئے یہود مہاجرین کے مزدوروں کی متعین تعداد میں تخفیف کردی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہودیوں کی طرف سے اس حکم کے خلاف باربار بطور احتجاج ہڑتال ہونے لگی۔ اسی سال دسمبر میں ایک عرب وفد ہائی کمشنر کے پاس پہنچا اور اس نے یہ مطالبہ کیا کہ یہودیوں کی مزید درآمد فلسطین میں بند کردی جائے اس لئے کہ جس رفتار سے یہ درآمد جاری ہے وہ اس وعدے کے خلاف ہے جو شرائط انتداب میں حکومت نے عربوں کے حقوق کی حفاظت کے سلسلے میں کیا ہے۔ ہائی کمشنر نے اس کے جواب میں یہ اعلان کیا کہ گذشتہ دس مہینے میں ۳۶ ہزار یہودی فلسطین میں آئے ہیں اور یہ تعداد زیادہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے لکھا کہ حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ فلسطین کی پیداوار بڑھائے۔ اور اس میں یہ بھی اعلان کیا کہ حکومت دس ہزار ایکڑ زمین میں آبپاشی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جس میں سے ۳۷۵۰ ایکڑ زمین وہ عربوں کے لئے مخصوص کردیگی۔

دسمبر ۱۹۳۵ء میں ہائی کمشنر نے یہ محسوس کیا کہ فلسطین کی جدید میونسپل کونسل اس حد تک اطمینان بخش کام کرنے لگی ہے ایسے ذمہ دار حکومت کے قریب لانے کے لئے چند اصلاحات

دی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں عربوں اور یہودیوں دونوں سے مشورہ کیا۔ یہودیوں نے اس تجویز کو پسند نہیں کیا کیونکہ اس سے عربوں کو ایسا غیر محدود اقتدار حاصل ہونے کا امکان تھا جس کے وہ یہودیوں کے نزدیک مستحق نہ تھے لیکن عربوں نے اس تجویز کی ایسی مخالفت نہیں کی جیسی وہ اس سے پہلے سنہ ۱۹۲۴ء میں کر چکے تھے۔ عربوں میں اس تبدیلی کی وجہ یہ تھی کہ عربی پارٹی نے جو ہمیشہ حکومت سے اشتراک عمل نہ کرنے پر مصر رہتی تھی اس وقت مخالفت نہ کی۔ چنانچہ ابتدائی مشورے کے بعد یہ مسئلہ ۲۶ فروری سنہ ۱۹۳۶ء کو دارالامراء کے سامنے پیش ہوا۔ اور ۲۵ مارچ کو دارالعوام کے روبرو آیا۔ دارالعوام میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے وزیر نوآبادیات مسٹر جے ایچ ٹامس نے فرمایا کہ اب کے جو آئینی اصلاحات فلسطین کو دی جا رہی ہیں ان میں کونسل کے اختیارات محدود رکھے جائیں گے اور اس کو یہ اختیار نہ دیا جائیگا کہ وہ شرائط انتداب پر گفتگو کرے یا یہودی ایجنسی کے کام میں رخنہ ڈالے یا یہودیوں کی ہجرت کی پالیسی میں مداخلت کرے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ مجوزہ کونسل میں نمائندگی کا جو تناسب رکھا گیا ہے۔ سوا آٹھ لاکھ مسلم، ایک لاکھ عیسائی۔ اور تین لاکھ بیس ہزار یہودی آبادی کے لحاظ سے بہت مناسب ہے۔

۱۸ مئی سنہ ۱۹۳۶ء کو مسٹر ٹامس نے اعلان کیا کہ ایک شاہی تحقیقاتی کمیشن فلسطین کے سارے مسائل کی تحقیق کے لئے مقرر کیا جائیگا جس کی رپورٹ کے بعد فلسطین کو نیا دستور عطا کر دیا جائے گا لیکن اس کا موقع بھی حکومت کو نہ مل سکا کیونکہ اس اعلان کے فوراً ہی بعد فلسطین میں شدید فسادات شروع ہو گئے اور عربوں نے عام ہڑتال کر دی۔ چنانچہ ۹ جون کو فلسطین کی اس نئی صورتِ حال کے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر اومس بی گور نے دارالعوام میں یہ اعلان کر دیا کہ "حکومت برطانیہ اس وقت کوئی شاہی کمیشن مقرر کرنے یا مجوزہ دستور کے سلسلے میں گفت و شنید کرنے کے لئے تیار نہیں ہے جب تک فلسطین میں برطانوی انتظام کو پورا قابو حاصل نہ ہو جائے اور اس طرح مجوزہ دستور کے سلسلے میں یہ دوسری کوشش بھی ناکام رہی

"ان قضیوں کو جو عرب اور یہودیوں میں آئے دن پیدا ہو رہے تھے ان کی تحقیقات اور ان کے ازالہ کی تدابیر سوچنے کے لئے لارڈ پیل کی صدارت میں اگست سنہ ۱۹۳۶ء میں ایک شاہی کمیشن کا تقرر ہوا اس کمیشن نے جو رپورٹ مرتب کر کے پیش کی۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔"

شاہی کمیشن کی رپورٹ کا خلاصہ

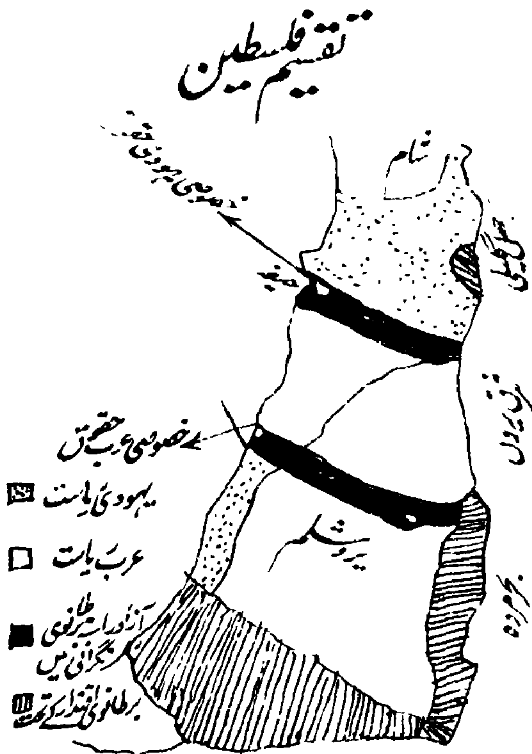
شاہی کمیشن کی رپورٹ تین حصوں میں منقسم ہے۔

(۱) پہلے حصہ میں عرب اور یہودیوں کے مابین تصفیہ کی نا ہموار حالات و ماحول کی تشریح کی گئی ہے۔

(۲) حصہ دوم میں کمیشن نے علاج کی تدابیر بتائی ہیں۔

(۳) تیسرے حصہ میں جو اس رپورٹ کا اہم ترین حصہ ہے یہ کہا گیا ہے کہ عربوں کے حوصلہ آزادی سے انگریزوں کو پوری ہمدردی ہے اور یورپ کے مصیبت زدہ یہودیوں کے لئے جائے پناہ مہیا کرنا بھی ایک فریضہ انسانی ہے یہ ضروری ہے کہ برطانیہ نے یہودیوں اور عربوں سے جو وعدے کئے تھے وہ باہم مربوط نہیں ہو سکے لیکن اس وعدہ کی تقویت پر جو یہودی فلسطین پہنچ گئے ہیں انہیں معذوری و لاچاری کی حالت میں چھوڑ دینے سے برطانیہ کے وعدوں کی ساکھ دنیا میں جاتی رہیگی اور آیندہ ان وعدوں کی کوئی وقعت نہ رہیگی اس لئے کمیشن نے تجویز کی ہے کہ تھوڑی سی قربانی عرب کرلیں اور تھوڑی سی یہودی اس طرح ایک ایسا انتظام عمل میں آسکے جس میں آگے چل کر امن وصلح کا امکان ہو ایسی تدبیر کمیشن کی رائے میں بجز اس کے کوئی نہیں ہے کہ فلسطین کو تقسیم کر کے اس میں یہودی اور عرب دو سلطنتیں قائم کیجائیں جو عراق اور شام کی طرح آزاد و خود مختار ہوں اسی طرح عربوں سے جو ایک حصہ زمین جو نکل جائیگا اس کے عوض میں جدید یہودی سلطنت سے انہیں ایک رقم خراج دلائی جائے گی اور عرب سلطنت کے لئے برطانوی خزانہ سے بیس لاکھ پونڈ کی گرانٹ دینے کی بھی سفارش کی گئی ہے کمیشن نے اس حصے میں تقسیم کی رو سے جو عملی انتظامات ضروری تھے ان کی تشریح کر دی ہے۔

فلسطین کے انتداب کو ختم کر کے اس کی جگہ عراق شام کی طرح عہد نامجات کا نظام قایم ہو جن کے ماتحت اس ملک میں دو حکومتیں ایک یہودی اور ایک عرب قائم ہوں اور ہر ایک حصہ ملک میں آزاد و خود مختار رہے جو اس کے حصے میں آئے عرب حکومت میں ماورائے اردن کی موجودہ



سلطنت بھی ہوگی یہودی اور عرب دونوں حکومتوں کو مجلس اقوام کی رکنیت کا حق بھی حاصل ہوگا اور جب یہ اسکی درخواست کریں تو انتدابی حکومت ان کی تائید کرے گی۔

ان دونوں سلطنتوں کے بیچ میں ایک رقبہ جس میں یروشلم اور بیت اللحم شامل ہوں علیحدہ کرلیا جائے اور اس حصہ کے انتظام کے لئے ایک جدید انتداب قائم کیا جائے جو ان مقامات مقدسہ میں ہر قوم کے رستوں کو بلا روک ٹوک اور بہ حفاظت حاضر ہونے کی اجازت دے۔ اور اس سلسلہ میں اس امانت کے فرائض بجا لائے جو یہودیوں اور عربوں اور عیسائیوں کے مشترکہ مفاد میں برطانیہ کے ذمہ ہے اور ان مقامات کی طرح حفاظت کی ذمہ داری لے۔ اس علاقہ میں اعلان بالفور کی پالیسی پر عمل درآمد نہ ہوگا

۳۔ اس رقبہ کی اور نیز یہودی اور عربی سلطنتوں کی حدیں کمیشن نے متعین کی ہیں اور ٹھیک ٹھیک حد بندی کے لئے ایک سرحدی کمیشن کے تقرر کی سفارش کی ہے نیز ان مقامات کا انتظام بتایا ہے جو ہر ایک علاقہ میں خارج الملکیت رہیں گے۔

۴۔ عرب حکومت کو یہودی حکومت سے ایک رقم خراج ملا کرے گی اور اس کے علاوہ عرب سلطنت کی پسماندہ حالت کو سدھارنے اور آبپاشی و ترقی اراضی کی اسکیموں کے اخراجات کے لئے برطانوی پارلیمنٹ سے بیس لاکھ پونڈ کی گرانٹ دینے کی سفارش کی گئی ہے

۵۔ یہودی سلطنت کے عرب مالکان اراضی اور عرب سلطنت کے یہودی مالکان اراضی جو اپنی زمینیں فروخت کرنا چاہیں تو متعلقہ حکومت اس کی خریداری کی ذمہ دار ہے اور قیمت کا تعین بشرط ضرورت انتدابی حکومت کر دے۔

۶۔ ہر دو ممالک میں مبادلۂ آبادی و اراضی کے ایک معاہدہ کی سفارش کی گئی ہے۔ اور برطانوی پارلیمنٹ سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ ایسے سمجھوتہ میں سہولت پیدا کرنے کے لئے عرب سلطنت کی مالی امداد کرے۔

۷۔ آخر میں تقسیم پر عمل درآمد ہونے پر درمیانی وقفہ کے انتظامات بتائے گئے ہیں اور اس میں خرید و فروخت اراضی کی ممانعت یہودیوں کی خرید و درآمد کی حد بندی ملک کی تجارت کو فروغ دینے کی تدابیر۔ مجلس شوریٰ کی توسیع اور نظام بلدیات کی اصلاحات میں شامل ہیں

فوائد

اس تقسیم کے فیصلہ سے عربوں اور یہودیوں کو جو فوائد ہوں گے ان کی تشریح کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ پورا پورا مطالبہ تو دونوں میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوتا لیکن جس چیز کی دونوں کو اشد ترین ضرورت ہے رہ جاتی ہے یعنی آزادی اور حفاظت۔ اور جزوی حیثیت سے جہاں تک مطالبات کی تشفی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ:۔

عربوں کو (۱) قومی آزادی حاصل ہو جائے گی اور وہ اتحاد عرب کی تحریک میں دیگر عرب ممالک کے ساتھ مساویانہ حیثیت سے شریک ہو سکیں گے۔ (۲) یہودیوں کے مسلط ہو جانے اور عربوں پر حکمراں ہو جانے کا اندیشہ ہمیشہ کیلئے جاتا رہیگا (۳) وطن الیہود ایک معین رقبہ کے اندر محدود ہو جائے گا اور مقامات مقدسہ اس کے حد سے باہر ہوں گے

اس لئے ان مقامات پر یہودیوں کے ترک وطن اور اقتدار کا خطرہ بڑھ جاتا رہے گا (۴) ایک حصہ زمین کا توان کے ہاتھ سے ضرور نکل جائیگا لیکن (۵) اس کے عوض میں عربوں کو یہودی سلطنت سے خراج ملیگا اور برطانوی پارلیمنٹ سے عرب سلطنت کی آبپاشی و ترقی اراضی کی اسکیموں کے لئے ۲۰ لاکھ پونڈ کی رقم ملے گی اور مبادلہ آبادی و اراضی کے معاہدہ کی صورت میں برطانوی پارلیمنٹ سے مزید رقم ملے گی

یہودیوں کو (۱) وطن الیہود کے قیام کا اصل مقصد حاصل ہوجائیگا اور یہ خطرہ باقی نہ رہیگا کہ آئندہ کسی وقت یہ عربوں کے محکوم ہوجائیں (۲) اس وطن الیہود کو وہ پوری طور پر اپنا کہہ سکیں گے جس میں یہودی آباد ہوں گے۔ وہاں کے ترک وطن و قیود کا تعیّن خود ان کے ہاتھ ہوگا اور (۳) تحریک صیہونیت کا اصل مقصد حاصل ہوجائیگا کہ فلسطین کے اندر یہودیوں کی مستقل آبادی اور خود ان کی حکومت جو دیگر اقوام کی طرح اپنے آدمیوں کو بھی دنیا میں شہری حقوق دلا سکے گی (۴) انہیں اقلیت کی زندگی بسر کرنے کی دقتوں سے نجات مل جائے گی۔

آخر میں کمیشن نے عرب اور یہودی زعماء سے اپیل کی ہے کہ وہ ان سفارشوں کی سطحی شکل پر نہ جائیں بلکہ انجام پر نظر ڈال کر اس تعطل کو رفع کرنے میں مدد دیں جو ساری دنیا کو بے چین کئے ہوئے ہے۔ اور اس پر غور کریں کہ تمام حالات کو دیکھتے ہوئے امن و صلح کے امکان کی اس سے بہتر کوئی اور صورت نہ تھی جو کمیشن نے تجویز کی ہے

تقسیم فلسطین سے بیزاری | عربوں کی مجلس اعلیٰ نے فلسطین کمیشن کی رپورٹ پر غور کر کے اس نتیجہ کا اعلان کیا ہے کہ ملک کے سب سے زرخیز حصہ میں یہودیوں کی سلطنت قائم کی گئی ہے عربوں کو چاہئے کہ وہ خامی وعدوں پر کوئی بھروسہ نہ کریں بلکہ اپنے وطنی پروگرام پر قائم رہیں عرب خاص طور سے یہ بہت ناپسند کرتے ہیں کہ انہیں ساحلی علاقہ سے نکال کر پہاڑیوں کی جانب بھگا دیا ہے اس طرح اس تقسیم کے بعد ان کے پاس کوئی بندرگاہ نہ ہوگا

عرب تاجداروں سے اپیل | عربوں کی مجلس اعلیٰ نے سلاطین اسلام شاہ عراق، شاہ یمن، شاہ مصر، سلطان ابن سعود اور مصطفیٰ کمال سے ذریعہ تار اپیل کی ہے کہ تقسیم فلسطین کا سب سے زرخیز حصہ یہودیوں کو دیا گیا ہے اور مسجد عمر اور مسیحی مقامات مقدسہ برطانوی امانت برداری کے تحت ہوں گے اس برقیہ میں ان تاجداروں سے خدا اور مذہب کا واسطہ دے کر اس مجوزہ تقسیم اور امانت برداری کے خلاف مداخلت کرنے کی درخواست کی گئی ہے

ترکی میں فلسطین کی صدائے بازگشت | ترکی میں فلسطینی عربوں کے مسئلہ کو سارا عالم اسلامی نہ صرف ایک قومیت کا مسئلہ سمجھ کر بلکہ ایک اسلامی قضیہ کے اعتبار سے اہمیت دے رہا ہے باوجود ترکی حکومت مذہبی مسائل میں نقطۂ اعتدال سے نیچے مشہور ہے لیکن وہ بھی مسئلہ فلسطین اور بالعموم بلاد اسلامیہ کے اہم مسائل سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی جریدۂ ترکیہ میں

سیاست برطانیہ کے نام سے کئی مقالے شائع ہوئے اس طرح ترک بھی تقسیم فلسطین سے راضی نہیں ہیں

مصطفےٰ پاشاہ کی تقریر | اخبار حاکمیت انقرہ راوی ہے کہ پارلیمنٹ میں غازی مصطفےٰ پاشاہ نے تقریر کیا کہ اپنے نادان عرب بھائی ہم کو بے دین کہتے اور حمیت مذہبی سے خارج سمجھتے ہیں لیکن تقسیم فلسطین سے عرب قوم کے سینہ پر جو زخم ڈالا گیا ہے اس کی تکلیف جتنا ہمارا دل محسوس کرتا ہے اتنا اسکندرونہ اور انطاکیہ کے عربوں کا دل نہیں کرتا ہم دنیا کو یہ تبلانا چاہتے ہیں کہ ترک اپنے قبلۂ اولین کو کبھی استعمار پرست یورپ کا بازیچہ بننے نہ دیں گے اور اپنے پیغمبر کے اس فرمان کو کبھی نہ بھولیں گے کہ عرب میں صرف اسلامی حکومت قائم ہو سکتی ہے اور کسی کو اس میں حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ہم اب تک اس وجہ سے خاموش رہے کہ ہم میں تاب مقاومت نہ تھی لیکن اب خدا کے فضل سے ہم یہ اعلان کرنے کے قابل ہوگئے ہیں کہ اگر ارض مقدس پر دست درازی کی گئی تو ساری دنیا سے اسلام بھڑک اٹھیگی اور ترک اس بات کے کبھی روادار نہ ہوں گے کہ اپنے قبلہ اولین کو اجانب کے ہاتھوں میں چھوڑ دیں۔

یوم فلسطین | بغداد کے طول و عرض میں تقسیم فلسطین سے عدم رضامندی کے اظہار کی غرض سے یوم فلسطین منایا گیا اور ولولہ انگیز مظاہرے ہوئے اور مظاہرین نے آزادی عرب اور وحدت عربیہ کے ترنم آمیز کلمے زور زور سے کہہ رہے تھے مسجد حیدر خانہ میں اجتماع ہوا اور تقسیم فلسطین پر نقد و تبصرہ کیا گیا۔

۲۔ وطن پرستوں اور وطنی جرائد کی متفقہ جد و جہد سے شام و لبنان میں بھی یوم فلسطین منایا گیا سلطان پاشا اطرش نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا :—

"لوگو آپ سب کو معلوم ہے کہ امت عربیہ ایک طویل جہاد و مسلسل قربانیوں کے بعد تمام ممالک عرب کی توحید میں کامیاب ہوئی ہے اور ہمارے فلسطینی بھائیوں کو اس وطن کی کڑیوں میں ملانے کی کوشش کی جا رہی ہیں لیکن اس موقع پر روایات و مواعید کو ٹھکرا کر شاہی کمیشن نے جو سفارشات پیش کی ہیں ان سے نہ صرف عرب کے دامن حریت پر دھبہ لگنے کا اندیشہ ہے بلکہ قلب عرب پر جراحت رسانی ہوتی ہے اور صیہونیت ہمارے وطن عزیز میں تقویت پاتی ہے ہم کسی طرح تقسیم فلسطین پر رضامند نہیں ہیں۔ اور نہ غیروں کو وطن مقدس میں حکومت کرنے کا کوئی اختیار دے سکتے ہیں حکومت فرانس سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ اپنے حلیف سے کہیں کہ سیاسیات فلسطین پر مکرر غور و خوض کریں۔

مدینہ منورہ میں مظاہرہ | تقسیم فلسطین کی رپورٹ پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے باشندگان نے بھی احتجاج کیا۔ اور یوم فلسطین کے ذریعہ حکومت کو اطلاع دی گئی کہ وہ معاملات فلسطین پر غور کر کے حکومت برطانیہ کو اطلاع دیں۔

وزیر اعظم عراق کا بیان | حکمت سلیمان بک وزیر اعظم

عراق نے تقسیم فلسطین پر دو مرتبہ اپنے خیالات کا اظہار فرمایا
اور ہر دو بیانات میں بتلایا ہے کہ وہ
ان سفارشات کی پوری قوت کے ساتھ مزاحمت
کی جائیگی اس رپورٹ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بابت
منطق تائید کر سکتی ہو یا عقل قبول کر سکتی ہو یہ قرار داد عدل
کے خلاف ہے اور غصب حقوق پر محتوی ہے کمیشن نے چار
لاکھ یہودیوں کی رعایت کا اس ملک کو ہدف بنا دیا اور
عربوں سے حقوق کو غصب کر لیا اس غصب کو کمیشن نے حق و
عدل بتایا ہے اور اسی اساس پر سفارشیں مدون کی ہیں یہ
کہاں کا عدل ہے کہ سارے دنیا کے جہاں کے مختلف
جنسوں کے یہودیوں کو لا لا کر بھرا جائے اور خود وہاں کے
باشندوں کے حقوق فطری کچلے جائیں
نمائندہ الاہرام نے سوال کیا کہ انگلستان سے توقع
ہے کہ وہ اپنے موجودہ مسلک میں تبدیل کریگا جواب میں وزیر
اعظم نے کہا کہ ہاں آخر میں چل کر انگلستان کو اپنے موقف
میں تبدیلی کرنی ہوگی کیونکہ اس کی سیادت معروفہ و معلنہ
یہ ہے کہ منطق و عدل و وجدان سے بنی ہے اور کمیشن کے سفارشات
ان تینوں چیزوں سے بالکل خالی ہیں اور یہ جوہر سیاست برطانیہ
سے یکسر متغائر ہیں آخر میں فرمایا۔
اس کا صحیح حل صرف یہ ہو سکتا ہے فلسطین کا دستور
عراق کے دستور کی طرح ہو اور وہاں وطنی حکومت عربیہ تالیف
کی جائے یہودیوں کا موقف اس طرح ہو جس طرح عراق میں یہودیوں کا

موقف ہے۔ ہر اہل وطن مراعات وطنیہ کا مستحق ہے رقبہ
ہجرت یہود کا مسئلہ ذرا نازک ہے لیکن اس سے کسی قسم کے
خوف کی ضرورت نہیں اکثریت فلسطین میں عربوں کو دوامًا حاصل
رہیگی۔

ہندوستان میں بھی ماتم فلسطین منایا گیا | ہندوستان کے
مختلف صوبوں میں تقسیم فلسطین سے عدم رضامندی ظاہر
کی گئی جلسے منعقد ہوئے ہندو مسلم حضرات نے متحدہ طور پر
ولولہ انگیز تقریریں کیں اور حکومت کو متوجہ کیا کہ رپورٹ
تقسیم فلسطین پر غور کر کے ایسے حل کا اعلان کریں جس سے
فلسطین کی بھی تقسیم نہ ہو اور وہاں ہر قسم کا امن و امان موجود رہے

کیا انگلستان میں بھی اختلاف ہے | انگلستان میں بھی اس
تقسیم پر دو قسم کی جماعتیں موجود ہیں ایک جماعت کی رائے ہے کہ
فلسطین کی تقسیم کر دی جائے دوسری جماعت کی رائے ہے کہ
فلسطین کی تقسیم خطرناک اور غیر منصفانہ ہے ایک اور تیسری
جماعت کی رائے ہے کہ ممکن ہے حکومت بعض تفصیلات میں
خفیف سی تبدیلی کی ضرورت محسوس کرے لیکن حکومت کسی طرح
اس کے لئے آمادہ نہیں ہے کہ زیادہ اہم تبدیلیاں کیجائیں۔
فلسطین کا پس منظر اور اس کے شاہی کمیشن کی رپورٹ
دنیائے اسلام کا احتجاج غرض ان ہر سہ حصوں کا اجمالی تذکرہ
لکھ دیا گیا ہے جس سے واضح ہوگا کہ آئندہ ان عربوں کی
قسمت میں غلامی لکھی ہوئی ہے یا آزادی۔ جہاں تک اطلاعات
وصول ہو رہی ہیں اس سے یہ اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے کہ وہم

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا کہ موافق شاہی کمیشن کی تقسیم کے متعلق ضرور تبدیلی ہوگی اور اگر ایسا نہ ہوگا تو فلسطین کا امن و امان محفوظ نہ رہ سکے گا اور نتیجہ فلسطین فسادات کا مرکز بنا رہیگا غرض تقسیم فلسطین کے سبب عالم اسلام میں ایک قسم کا ہیجان پیدا ہو گیا ہے جدھر دیکھو اظہار ہمدردی اور تعاون کی تحریک مفتی اعظم فلسطین کی خدمت میں روانہ کیے جا رہے ہیں۔

اسلام اور عمل

ان الذین امنو وعملوا الصلحت یھدیھم ربھم
بایمانھم تجری من تحتھم الانھار فی جنت النعیم

یہ قرآن حکیم کے گیارھویں پارے سورہ یونس کی آیت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نیک عمل کیا ان کو خدا مقصود تک پہنچا دیگا۔ اور آخرت میں اُن کے لئے جنت کا قیام ہوگا جہاں بہتی ہوئی نہریں آسائش کے باغوں میں ہوں گی

یوں تو قرآن میں متعدد جگہ عمل صالح کی ہدایت اور اس پر عمل کرنے کی سخت تاکید آئی ہے تمام قرآن عمل کے متعلق پیہم رہا ہے اور بتلا رہا ہے کہ جو لوگ مومن اور مسلم کہلائے جائیں انہیں چاہئے کہ اپنی زندگی عمل صالح سے مملو رکھیں چنانچہ آیت مذکورہ الصدر میں دو طرح کی تقسیم کی گئی ہے جو لوگ عمل صالح کرتے ہیں اُن کے لئے ہی دنیا اور دین ہے

یہ ظاہر ہے کہ ہر مقصود میں خواہ وہ ادنٰی ہو یا اعلٰی درجہ کا اس کے دو جز ہوتے ہیں پہلا جز علمی ہوتا ہے تو دوسرا جز عملی جیسا کہ اگر ہم کوئی دنیاوی کام کرنا چاہیں تو پہلے ہمیں چاہیئے اس کا علم حاصل کریں اس کے بعد اس پر عمل کریں تب ہمیں اس میں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو بھی دیکھا جائے تو آپ کی تمام زندگی عمل سے مملو نظر آئے گی آپ جس طرح لوگوں میں رہتے اسی طرح گھر میں نظر آتے آپکا رشتہ گھر والوں عزیزوں احباب اور دیگر حضرات سے یکساں تھا ہر ایک آپ کے ہاں مساوی درجہ رکھتا تھا آپ کے زبان مبارک سے کوئی ایسا جملہ نہیں نکلا جس پر آپ کا عمل نہ ہو یہی وجہ ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت تمام دنیا میں پھیل گئی وہی عرب جو وحشی اور غیر متمدن تھے ان کی حکمرانی کا سکہ قائم ہوگیا (۱) ان کو تمام دنیا ایک با عظمت حکمران سے خطاب کرنے لگی ہر کمزور طاقت ان کے سایہ میں پوشیدہ رہنے پر رضامندی ظاہر کی۔ تجارت صنعت و حرفت اور جدید اختراعات ان کے ہاتھ میں تھی اور حقیقی معنوں میں الذین امنو وعملوا الصلحت طوبی لھم وحسن ماب (۲) کے صحیح مصداق بنے رہے۔

یہ ہے ان لوگوں کی کیفیت جو ہم سے پہلے جو اس دنیا میں موجود تھے جن کے محمود ثمرات سے آج دنیا مستفید ہو رہی ہے اس کے مقابلے میں ہماری موجودہ حالت کا محاسبہ کیا جائے

---

(۱) من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منھا یعنی جو شخص نیکی کرے اس کے لئے اس سے بہتر اجر ہوگا پ ۲۰ سورۂ قصص

(۲) جو ایمان دار ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کئے ان ہی کے لئے خوشحالی ہے اور اچھا ٹھکانا ہے قرآن پ ۱۳ سورۂ رعد۔

تو معلوم ہوگا کہ نہ ہمارا ایمان ہی اچھی حالت میں ہے اور نہ ہماری دنیا ہی سدھری ہوئی ہے۔

آج مسلمان دنیا کے ہر شعبہ میں کمزور اور دنیا ان سے نفرت کا اظہار کر رہی ہے اور دنیا کی ہر چیز ہم سے دور ہو رہی ہے عزت ہے نہ عظمت اور نہ دولت ہے افلاس اور تنگ دستی کا دور ہے ہر مسلمان اس میں گرفتار پریشان و نالاں ہے بیروزگاری عام ہوتی جارہی ہے جدھر دیکھو ادھر کہنے والے حضرات نظر آئیں گے لیکن نتیجہ صفر برآمد ہو رہا ہے۔ رہا سہا وقار بھی ہم سے دور ہو رہا ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے جس کے سبب آج مسلمان اپنے مقصود تک نہیں پہنچ رہے ہیں دیکھو ہمارے مقصود تک پہونچنے میں بیشمار خطرات نظر آرہے ہیں وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجر عظیم (۱) کے صحیح مصداق ہو سکتے ہیں؟ اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ عمل صالح سے دنیا بھی ملتی ہے اور مغفرت بھی نصیب ہوتی ہے جب ہم عمل ہی میں کمزور ہوں تو پھر کس طرح مغفرت کے طالب کہلائے جا سکتے ہیں۔ غور کرو اور سوچو کہ ہمارا عمل کیسا ہے اور کیا ہمارا عمل کسی آئین کے تحت ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ والبعث فیھم رسولا منھم یتلو علیکم ایتک ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم (۲)
اس آیت کریمہ میں (۱) یتلو (۲) یعلمھم الکتب (۳) یزکیھم یہ تین چیزیں دین کے لئے جز ہیں اور ہر ایک اپنی جگہ قائم ہے لیکن ان تین میں یزکیھم ہی کو وہ امتیاز حاصل ہے جسکے باعث انسان اپنے مقصود تک پہونچ سکتا ہے اور تزکیہ سے مراد عمل ہے اگر عمل نہ ہو تو علم کچھ بھی نہیں۔

عمل دو طرح کا ہے ایک عمل ظاہری ہے اور دوسرا باطنی اس وقت جو لوگ عمل کرتے ہیں وہ صرف اعمال ظاہری ہیں ظاہر کا درست کرنا یہ ہے کہ ایک مسلمان کے اقوال و افعال سب قرآن و حدیث کے موافق ہوں باطن کی درستی یہ ہے کہ قلب کی حالت درست ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ توکل شکر جیسے اوصاف انسان میں پیدا ہو جائیں اور انسان اپنے میں سے رذائل کو دور کر دے اسی کا نام تصوف ہے لیکن آج کل رسم و رواج کا نام تصوف ہے حالانکہ تصوف ظاہر و باطن کی اصلاح اور تعمیر کا نام ہے مگر جو کیفیت اس وقت اس فن کی پیدا ہو گئی ہے اس سے نفس تصوف کو کوئی تعلق نہیں۔ خلاصہ یہ کہ عمل ہی سے انسان کو دنیا بھی ملتی ہے اور آخرت بھی نصیب ہوتی ہے اور جب انسان میں عمل نہ رہے تو یہ دونوں چیزیں جو مقصود کہلاتی ہیں ان تک رسائی ..... سائی کس طرح ہو سکیگی۔ مسلمانوں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین حق ہیں:-
(۱) آپ کے ساتھ محبت ہو (۲) آپ کی عظمت قلب میں ہو (۳) آپ کی متابعت کی جائے

اس وقت کے پیدا شدہ حالات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ بعض نے عظمت کو لیا مگر محبت اور متابعت کو چھوڑ دیا بعض نے متابعت کو لیا محبت اور عظمت کو چھوڑا بعض نے محبت و عظمت کو لیا متابعت کو چھوڑا تینوں شعبوں کو لینے والا

ایک بھی نظر نہیں آتا حالانکہ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تینوں کو نے اور اس کا حق ادا کرے۔ یہ تینوں لازم و ملزوم ہیں جب تک یہ تینوں صفات مسلمانوں میں موجود نہوں اس وقت تک کوئی مسلمان مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا اور نہ اس کو دین مل سکتا ہے اور نہ دنیا ہم سے دین و دنیا دونوں رخصت ہو رہے ہیں ایسی حالت میں سب سے بڑی ضرورت کی طرف مسلمان متوجہ ہو جائیں اور اپنے عمل کے ذریعہ اسلام کی خدمت کریں تو زیادہ اچھا ہوگا۔

واعتصموا باللہ ھو مولکم فنعم المولیٰ ونعم النصیر خدا کا سہارا مضبوط پکڑے رہو وہی تمہارا اچھا کارساز و مددگار ہے۔

از مدیر

حضرت غوث الثقلین سیدنا محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات

(۱) اے لڑکے صفائی اور سچائی کو اختیار کر اگر کسی انسان میں یہ دونوں صفات نہ ہوں تو کوئی شخص خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔

(۲) اے لڑکے بری صحبت تم کو اچھے لوگوں سے بدگمان کر دیگی۔ (۳) متقی علما کی صحبت میں رہا کرو کیونکہ ان کی صحبت تمہارے لئے برکت ہے۔ آگاہ رہو کہ تم ایسے علماء کے ہم صحبت نہ ہو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے ایسے لوگوں کی صحبت تمہارے لئے برائی کا بیج ہے

(۴) اے لڑکے قرآن پر عمل کرنا تجھ کو اسکے نازل کرنے کے پاس پہونچا یگا اور حدیث پر عمل کرنا تجھکو حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا یگا۔

(۵) جھوٹی قسم سے پرہیز کرتے رہو وہ گھروں کو ویران کر کے چھوڑتی ہے اور اس سے مال و دین کی برکت جاتی رہتی ہے۔

آج بھی ایسے مسلمان ہیں جو حضرت غوث اعظم سے حسن عقیدت رکھتے ہیں نیازات کرتے ہیں لیکن ان سے پوچھا جائے کہ حضرت کے ارشادات پر بھی عمل کرتے ہیں تو جواب نفی میں ملے گا۔ حالانکہ آپ کے ارشادات پر ہی عمل کرنا عین حسن عقیدت کی دلیل ہے حضرت غوث پاکؓ کا شمار ایسے لوگوں میں نہ تھا جو کہتے اور عمل نہیں کرتے آپ مجسمہ علم و عمل تھے اسوۂ حسنہ آپ کا شیوہ تھا۔ اگر آج ہم خود صاف ستھرے رہیں گھر کو پاک رکھیں سچ بولا کریں تو نہ کسی قسم کی کوئی مصیبت آتی ہے اور نہ کسی مرض کا شکار ہوتے

آج کتنے ایسے مسلمان ہیں جو عدالتوں اور معاملات میں .... جھوٹی قسمیں کھایا کرتے ہیں مگر دیکھو وہ کبھی نہ کبھی روز افلاس میں مبتلا ہو جا ینگے صحت برباد ہو جائے گی گھر تباہ ہو جائے گا لہذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ اگر حقیقی معنوں میں حضرت محبوب سبحانیؓ سے ہماری حسن عقیدت ہے تو ہم پر لازم ہے کہ آپ کے ارشادات پر عمل کریں (از خاک مدیر)

تہذیب اخلاق

از مولوی شیخ صالح باحطاب صاحب مولوی کامل (نظامیہ)

تہذیب اخلاق کی کیا توصیف کی جائے جب ثابت ہے کہ حسن خلق اوس کا ثمرہ ہے۔ جانتے ہو کہ حسن خلق حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفت ہے۔ کیوں نہ ہو ارشاد ربانی ہے "انک لعلیٰ خلق عظیم" ایسی گراں بہا صفت کو حاصل کرنا اور اُس کو طرۂ امتیاز بنانا ہر ذی عقل کا مقصود اہم اور منشاء اتم ہونا چاہیے حقیقتاً ظاہر و باطن کو اوصاف پسندیدہ وخصائل حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ کرنا ہی حسن خلق ہے

مسلم ہے کہ ہر شئے کی قدر و منزلت اُس کے اضداد ہی سے کما حقہٗ ہویدا ہوجاتی ہے "وبضدها تعرف الاشیاء" ہم اگر ذرا بھی غور کریں تو یہ امر ظاہر ہو جائیگا کہ اخلاق حسنہ کی ضد اخلاق سیئہ ہیں۔ خدا کی پناہ! بدخلقی اور کج خلقی کی اس سے بڑھکر اور کیا مذمت ہوسکتی کہ جناب باری عزاسمہ اپنے حبیب پاک کو کہیں "لو کنت فظا غلیظ القلب" کہیں وہ کیا ہے۔ اسی صراط مستقیم کے حامل رسول اکرم کی تعریف میں ارشاد قرآنی "قد افلح من زکاها" وارد ہے اور اسی جادۂ ہدایت سے گمکردہ راہوں کی تنبیہ کے لئے آسمانی دستور العمل میں "وقد خاب من دسّاها" بھی موجود ہے۔ اگر انسان امراض قلبی میں مبتلا نہ ہو تو ساری خوبیاں اوس کے قدم چومتی ہوں گی۔ اور جس بندہ خدا کا دل نور ایمانیت سے محروم ہو تو وہ کیا سنتا کیا کہیں اور کہہ کیا سکتے ہیں جو خدا جب فیصلہ کر چکا ہے "لهم قلوب لا یفقهون بها" العیاذ باللہ۔ کیا یہ مناسب نہیں کہ ہم اس صحبت میں امراض قلب اور ان کے علاج پر کم از کم کچھ سطحی اور طائرانہ نظر ہی دوڑالیں

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور پرنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم حسن خلق سے مراد کیا ہے؟ بلا توقف ارشاد رسالت پناہ روحی فداہ۔ قرآنی آیت ہی گوش گذار کر دیجاتی ہے "خذ العفو وأمر بالمعروف واعرض عن الجاهلین" عفو و درگذر کرو بھلائی کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ جاہلوں سے یکسر اعراض کرو۔ نتیجہ "فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم" یہ انعام ہے یقیناً دشمن دوست ہو جائے مخالف موافق بن جائے۔ سائل کے مزید استرشاد پر زبان قدس ترجمان نے "صل من قطعك واعف عمن ظلمك" کہکر

جو لوگ رشتۂ محبت توڑ دیں اون سے رابطہ اتحاد و مودت جوڑ دو جس نے تم پر ظلم و تعدی کی ہو اوس کو معاف کر دو سچ ہے۔ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن اور حق ہے عمل کرنے والوں کے لئے قانون قرآن بس ہے۔

دوسری روایت ہے کہ ایک شخص آں سرور کائنات علیہ افضل الصلاۃ واتم التحیات سے دریافت کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوتا ہے الدین حُسْنُ الْخُلُق (حسن خلق ہی تو دین ہے) سائل بار بار اپنی تشنگی کا اظہار کرتا ہے جس پر توضیحاً فرمایا جاتا ہے ھو ان لا تغضب مطلب یہ کہ غیظ و غضب کو کافور کرنے کا نام حسن خلق ہے سبحان اللہ کس قدر مجرب اور کس درجہ آزمودہ تشفی بخش علاج ہے کہ غیظ و غضب کو مات کرنے پر قابو اور دسترس حاصل ہو جائے تو حسن خلق کی نعمت میسر ہو جاتی ہے اور حسن خلق سے متصف ہونا گویا دولت دین اور نعمت ایمان ثروت ایقان سے مالا مال ہونا ہے وہی شخص دریافت کرتا ہے یا رسول اللہ صلعم شوم بدبختی کس چیز کا نام ہے؟ جواب رسالتمآب صلعم پر غور کرو الشوم سوء الخلق برے اخلاق ہی تو شوم ہیں ماحصل یہ ہوا کہ راس الخیر حسن خلق اور بنیاد شر سوئے خلق ہے۔

اس بیان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اگر کسی کے چہرے پر ظلماً دست شفقت رسید کیا جائے تو باوجود قدرت سر تسلیم خم کرنے کا حکم ہے۔ نہیں۔ اسلامی قانون من اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ کی اجازت دیتا ہے۔

عفو عن الناس اور حسن خلق اور اسی قبیل کی خوبیاں بیان کرنے سے مطلب یہ ہے کہ ظلم و تعدی۔ سوئے خلق۔ و دیگر اخلاق ذمیمہ کا صدور بیحد مذموم ہے۔ دلیل اس دعوی کی والبادی اظلم میں موجود ہے۔ رہا انتقام مثلی پر اسے نہ مذموم۔ ثبوت اس مدعا کا والجروح قصاص سے بدرجۂ غایت حاصل ہے تسلیم و رضا تو بڑی چیز ہے حدیث نبوی ہے کہ تمام مخلوق کو مال و دولت سے تم اپنی گرویدہ بنانے سے عاجز ہو اس لئے حسن خلق اور بشاشت سے عامۃ الناس کو اپنا بناؤ۔

احنف ابن قیس سے جن کا علم ضرب المثل ہے کسی نے دریافت کیا حضرت عزت نفس اور حسن خلق کس شئے سے حاصل ہوتے ہیں؟ جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ من الذل یعنی کسر نفس اور کبر و نخوت کی بیخ کنی سے انسان مجسمۂ اخلاق ہونے کے علاوہ از سرتاپا عزنفس سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ آپ ہی کا قول ہے "العز کلہ فی الذل" انسان نیک خو اور خوش خصال ہونے کے لئے ضروری ہے کہ انکسار و تواضع سے سر مو قدم نہ بڑھائے طرفۃ العین بھی انانیت کو پھٹکنے نہ دے حسد اور غرور جیسے مہلکات سے اجتناب کرے۔ تو لاشک ولاریب تخلقوا باخلاق اللہ کا تاج اوس کے سر ہوگا۔

ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی فوجی سردار کی ملاقات ہوئی وہ دریافت کرتا ہے اَفَنتَ عَبْدُ؟ آپ جواب میں نعم فرماتے ہیں یعنی یہ استفسار کر رہا ہے کہ تم غلام ہو؟ آپ فرماتے ہیں ہاں وہ کہتا ہے آبادی کا راستہ بتلاؤ آپ سیدھے اوس کو مقبرہ سے پہونچتے ہیں جس پر وہ برانگیختہ ہوکر . . . . . اس قدر پیٹتا ہے کہ آپ کا جسم ولباس خون آلود کر دیتا ہے۔ اسی حالت میں وہ مزید سزا کے لئے حضرت کو اپنے ساتھ لے آتا ہے جوں ہی عوام کی نظر آپکے حالِ زار پر پڑھتی ہے تو لوگ فرطِ حیرت ۔ جوشِ محبت و نور غیرت سے دریافت کرتے ہیں حضرت کے ساتھ کس نابہنجار نے یہ سلوک کیا ہے؟ جنگ دی پر جب یہ راز فاش ہوجاتا ہے تو وہ سر قدموں پر رکھکر معذرت خواہی کرتا ہے کوئی اگر سماع قبول کے لئے کان رکھتا ہے حق کو باطل سے تمیز کرنے کے لئے آنکھہ رکھتا ہے۔ خیر و شر کو سمجھنے کے لئے اپنے سینہ میں دل رکھتا ہے تو حضرت کا جواب سُن لے۔

” بھائی جب تم نے دریافت کیا تو میں جواب میں غلامی کا اقرار کیا جس سے میری مُراد خدا کی غلامی تھی اگر تم یہ دریافت کر لیئے ہوتے کہ میں کس کا غلام ہوں تو یہ حال عیاں ہوجاتا مگر تم نے بلا دریافت جب زد و کوب شروع کر دی میں تمہارے لئے دعاء خیر کرنے لگا اس لئے کہ میں مظلوم تھا اور مظلوم کو ضرور جزائے خیر ملتی ہے یہ مناسب نہیں تھا کہ آپ کی وجہ سے مجھ کو حسنات ملیں اور میری وجہ سے تم سزا بھگتیں حقیقی آبادی تو یہی مقبرہ تھا“۔

یہ تھا حقیقی انکسار اور سچا تواضع سع۔ ان لم تکونو مثلھم فتشبھوا بہم کبھی۔

تاریخ وعبر

حالاتِ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ

(۳)

اللاحق بالسابق

از مولوی محمد عبدالحمید صاحب کامل (نظامیہ) استاد منطق و فلسفہ مدرسۂ نظامیہ

مزار امام مرجع خاص و عام حضرت امام جس طرح اپنی حیات دنیوی میں علم و عمل سے بنی نوع انسان کی دستگیری و رہبری فرمایا کرتے تھے وصال کے بعد بھی عوام و خواص آپ سے استبرک واستمداد کیا کرتے ہیں اس طرح آپ کا فیض برابر جاری و ساری ہے چنانچہ سیرت کی مستند کتابوں میں مرقوم ہے کہ علماء و غرباء اپنی دینی و دنیوی مشکلات میں خصوصیت کے ساتھ حضرت امام کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر خداوند عالم سے دعا مانگتے ہیں اور ان کے یہ مقاصد دینی و مطالب اُخروی پورے بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ان زائرین و مستفضین میں خصوصیت سے حضرت امام شافعی رحمہ کا نام پیش کیا جاتا ہے چنانچہ علامہ ابن حجر شافعی اپنی کتاب **خیرات الحسان** میں خود حضرت امام شافعیؒ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ جب تک میں بغداد میں رہا حضرت امام صاحبؒ سے استبراک کرتا اور آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتا رہا اور اگر حاجت درپیش ہوتی تو دو رکعت نماز ادا کرتا اور آپ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر اللہ عزوجل سے قضائے حاجت کے لئے دعا کرتا جو فوراً قبول ہوتی نیز حضرت امام شافعیؓ نے صبح کی نماز حضرت امامؓ کی قبر شریف پر پڑھی اور قنوت کو ترک فرمایا اور بسم اللہ جہر سے نہیں پڑھی۔ آپ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس صاحب قبر کا ادب پیش نظر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت امام کی قبر شریف پر حاضر ہو کر فرمایا خدا آپ پر رحم فرمائے ابراہیم نخعی اور حماد بن سلیمان انتقال کر گئے اور اپنا خلیفہ چھوڑ گئے لیکن آپ اس دنیا سے پردہ فرمائے اور کسی کو اپنا جانشین نہ چھوڑا۔ یہ فرمانے کے بعد زار زار رونا شروع کئے

حسن بن عمارہ نے فرمایا آپ اسلاف کے جانشین تھے اپنے بعد کسی جانشین کو نہ چھوڑے اگر لوگ علم میں آپ کے جانشین ہوں جس کی آپ نے تعلیم دی ہے تو امکان ہے مگر تقویٰ اور ورع میں بدوں توفیق آپ کے جانشین ہونا ناممکن ہے

موت التقي حياة لا نفاد لها. قد مات قوم
وهم في الناس احياء

حضرت امام کے ملفوظات طیبہ | (۱) جو شخص علم کو دنیا کے لئے سیکھتا ہے علم اوس کے دل میں جگہ نہیں کرتا۔

(۲) جس شخص کو علم نے بھی گناہوں اور بے حیائیوں سے بے حیائیوں سے باز نہ رکھا اس سے زیادہ زیان کار کون ہوگا

(۳) جو شخص علم دین میں گفتگو کرے اور اس کو یہ خیال ہو کہ اُن لوگوں کی باز پرس نہ ہوگی وہ مذہب اور خود اپنی قدر نہیں جانتا۔

(۴) اگر علماء خدا کے دوست نہیں تو عالم میں خدا کا کوئی دوست نہیں

(۵) جو شخص قبل از وقت ریاست کی تمنا کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے

(۶) سب سے بڑی عبادت "ایمان" اور سب سے بڑا گناہ "کفر" ہے پس جو شخص افضل ترین عبادت کا پابند اور بدترین معصیت سے محترز ہے اس کے مغفرت کی بہرحال امید کی جاسکتی ہے

(۷) جو شخص حدیث سیکھتا ہے اور اس سے استنباط مسائل نہیں کرتا وہ ایک عطار ہے جس کے پاس دوائیں ہیں لیکن یہ نہیں جانتا کہ کون کس مرض کے لئے ہے۔

(۸) جو شخص علم کا مذاق نہیں رکھتا اس کے آگے علمی گفتگو کرنی اس کو اذیت دینی ہے۔

حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل علمی، فضائل عملی اور آپ کی حیات طیبہ سے متعلق علماء و ائمہ وقت نے ضخیم ضخیم مجلدات میں اتنا صحیح مواد جمع فرمایا ہے کہ جن کے مطالعہ سے حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے دُرِّ بے بہا اس خاکدان عالم میں نہاں ہیں مجلہ نظامیہ میں حضرت امام کی سیرت طیبہ پیش کرنے کی جو سعادت حاصل کی گئی ہے وہ دراصل اس بحار کے چند قطرات ہیں۔ اور اس کے بعد اصل رسالہ کتاب العالم والمتعلم کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ جوابات حضرت امام کے ہیں جو نہایت واضح اور سہل ترین مثالوں میں سمجھائے گئے ہیں لیکن سوالات نہایت دقیق اور مختلف فیہ ابحاث سے متعلق ہیں۔ اس لئے ناظرین کرام سے درخواست کی جاتی ہے کہ پوری توجہ اور کامل دلجمعی سے مطالعہ فرمائیں[1]

تمہید | تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو زندہ ہے مرتا نہیں۔ اور بے نیاز ہے کھاتا نہیں۔ اور نگران ہے سوتا نہیں اور ایسا بادشاہ ہے جس کا قصد نہیں کیا جاسکتا تھا جس طرح کہ ہے اور رہے گا جس طرح تھا مخلوق کو اپنے علم سے پیدا کیا اور اپنی حکمت سے ان کو مضبوط کیا اور اپنی قدرت سے اندازے مقرر کئے۔ ہر چیز میں اس کا علم اترا

---

(۱) زیر بحث ترجمہ میں عالم سے مراد حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور متعلم سے مراد آپ کے جلیل القدر شاگرد ابو المقاتل حفص بن سلم سمرقندی راوی کتاب ہیں۔

ہوا ہے۔ ا... ہر چیز پر اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے۔ اس کی خلقت میں کوئی فرق نہیں اور نہ اس کی صنعت میں کوئی خلل ہے۔ اس کی ادراک قدرت کے آگے نابینایان غائب اور اس کی نائل عظمت کے سامنے بینایان قاصر اور اس کی سلطنت کے حصول کے آگے گردنیں جھکی ہوئیں اور اولیا اس کے احاطہ علم کے سامنے مدہوش ہیں وہ ایک ہے یکتا ہے بے نیاز ہے۔ کوئی اس کا ہم پایہ وہم پہ نہیں زمانہ جنا گیا اور نہ اس کا کوئی ہم رتبہ ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول پرہیزگاروں کے پیشوا۔ رسولوں کے سردار نبیوں کے آخر ہیں۔ اور اس کے نبی اور فرشتوں اور تمام نیک بندوں پر سلام ہو۔ اور اللہ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

متعلم اے عالم میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی صحبت سے مستفیض ہوں اس لئے کہ مجھے آپ کے فضل وکمال پر کامل اعتماد اور پورا بھروسہ ہے۔ خدا سے اُمید ہے کہ وہ مجھے آپ کی صحبت سے نفع پہونچائیگا۔ خدا آپ کو عافیت بخشے۔ مجھے فتوی دیجئے میں اس لئے آپ سے سوال کر رہا ہوں کہ آپ اس کی وجہ مستحق اجر جزیل ہوں مجھے اقسام اقسام کے لوگوں سے پالا پڑا ہے اور وہ مجھ سے ایسی باتیں پوچھ رہے ہیں جن کے جواب سے میں اگرچہ واقف نہیں لیکن اس کی وجہ سے میں حق کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتا۔ اور میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ حق ایک امر معتبر ہے اور اس کا بھی مجھے بخوبی علم ہے کہ حق شکست پانے والا نہیں اور باطل ضرور مٹنے والا ہے اور میں اس کو سمجھتا ہوں کہ میرا نفس انتساب حق سے جاہل و ناآشنا ہے اور اصل مدعی میں میرا مرتبہ اس طفل مکتب کی طرح رہے جس کو بات کرنے کا بھی ہوش نہیں یا میرا درجہ اس مریض مجنون کی طرح ہو جو ایسے خرافات بکتا ہے جن کی وجہ سے وہ دوسروں کی نظروں میں ذلیل وخوار کرتا ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ اصل حق سے واقف و باخبر ہو جاؤں اور حق ہی کہوں تاکہ کوئی ناحق شناس مجھے حق سے ہٹانا چاہے تو نہ ہٹا سکے۔ اور اگر کوئی علم کا طالب آئے تو اس پر حق کو واضح کردوں اور خود اپنے معاملہ میں صاحب بصیرت رہوں

عالم (۱) سبحان اللہ تم نے کیسی مفید بحث چھیڑی ہے سنو علم عمل کا ایسا تابع ہے جس طرح تمام اعضاء بصر کے تابع ہیں اور علم تھوڑے سے عمل کے ساتھ اس بہت سارے عمل سے زیادہ نفع بخش ہے جس کے ساتھ علم نہیں اسی طرح دشت و بیاباں کے سفر میں راہ مقصود کے علم کے ساتھ تھوڑا ضروری توشہ اس بہت زاد راہ کے ہمراہ ہونے سے زیادہ نافع ہے جس میں راہ مقصود کا پتہ نہیں۔ دیکھو اسی وجہ سے ہادی مطلق فرماتا ہے هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ انما یتذکر اولوا الالباب کیا عالم وجاہل برابر ہو سکتے ہیں نصیحت و عبرت آموزی صاحبان فہم

و بصیرت ہی کا حصہ ہے ۔

متعلم بخدا آپ نے طالب علم کی رغبت کو اور بھی بڑھا دیا۔ اب میں ان اقسام اقسام کے لوگوں میں صنف اولیٰ سے شروع کرتا ہوں۔ آپ ان پر راہ حجت بتلائیے۔ میں نے ایک ایسی قوم کو دیکھا جو کہتی ہے کہ تو ان (رائے و قیاس کے) جھگڑوں میں نہ پڑ کیونکہ صحابہ اس جھگڑے میں نہیں پڑے تھے تجھے اتنی ہی گنجائش ہے جتنی انہیں تھی۔ اس قوم نے میرے رنج و غم میں اضافہ کر دیا۔ میں ان کی مثال اس شخص کی طرح پاتا ہوں جو ایک بڑی دریا میں اپنی جہالت کی وجہ غوطہ زنی کے خیال قریب ہے کہ ڈوب مرے ۔ دوسرا شخص اس سے کہتا ہے کہ اپنی جگہ ٹھیرا رہ اور غوطہ زنی کا خیال نہ کر ۔

عالم میں سمجھتا ہوں کہ تم ان کے بعض عیوب پر مطلع ہو چکے ہو جب وہ کہیں کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں جتنا صحابہ کو کافی تھا تو تم ان سے کہو ہاں میرے لئے اس وقت کافی ہوتا جب میں ان کی طرح ہوتا اور میرے سامنے وہ برگزیدہ ہستی نہیں جو ان کے سامنے تھی۔ اور ہم کو ان لوگوں سے پالا پڑا ہے جو ہم پر طعن کرتے ہیں اور ہماری خونریزی کو حلال سمجھتے ہیں۔ ہمارے لئے اس کے بجز چارہ نہیں کہ ہم معلوم کریں کہ کون مخطی ہے اور کون مصیب ہے اور اپنی عزت کی حفاظت کریں۔ صحابہ کی مثال اس قوم کی طرح ہے جن سے کوئی لڑنے والا نہیں اس لئے ان کو ہتیار . . .

کی ضرورت نہیں اور ہم لڑنے والوں میں گھرے ہوئے ہیں ہمارے لئے ہتیار ضروری ہیں۔ بریں ہمہ اگر کوئی شخص مختلف فیہ مسائل میں زبان کو روک رکھے تو دل کو روک نہیں سکتا۔ اس لئے کہ اس کا دل دو باتوں میں سے ایک کو یا ہر دو کو برا سمجھے گا۔ اگر دونوں کو پسند کرے اور ہر دو باہم مختلف ہیں تو یہ ناممکن ہے۔ جب دل جور کی جانب مائل ہو تو اہل جور کا محب ہوگا اور جب دل حق کی جانب مائل ہو تو اہل حق کا محب ہوگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص زبان سے ایمان لائے اور دل سے ایمان نہ لائے تو وہ اللہ عزوجل کے پاس مومن نہ ہوگا اور جو شخص زبان سے ایمان لائے اور دل سے تصدیق کرے تو اللہ کے نزدیک بھی اور مومن کے نزدیک بھی مومن ہوتا ہے ۔

متعلم آپ نے جیسا ارشاد فرمایا ہے اسی طرح ہے لیکن یہ فرمائیے کہ اگر میں مخطی و مصیب میں تمیز نہ کروں تو کیا میرے لئے کوئی ضرر کا باعث ہے ۔

عالم ایک وجہ سے تو ہمارے لئے ضرر نہیں لیکن دوسری کئی وجوہ سے ضرر ہے وہ ایک وجہ جو تمہارے لئے مضر (×) ایک یہ کہ تم کو جاہل کا خطاب ملے گا کیونکہ تم کو خطا و صواب میں تمیز نہیں دوسری یہ کہ ممکن ہے تم کو بھی ایسا شبہ لاحق ہو جو دوسرے کو لاحق ہوا ہے اور تم کو اس شبہ سے نکلنے کی سبیل نہیں معلوم کیونکہ تم کو اپنا مخطی اور مصیب ہونا ہی معلوم نہیں۔ تیسری یہ کہ تم کو معلوم نہیں کہ کس سے خدا کے لئے دوستی رکھیں اور کس سے خدا کے واسطے دشمنی

(×) نہیں یہ کہ تم سے مخطی کے اعمال کا سوال نہیں کیا جائیگا اور وہ وجوہ جو ضرر میں ان

اس لئے کہ تم مخلص اور مصیب کو نہیں جانتے . . . .

متعلم: آپ نے مجھ سے پردہ غفلت کو ہٹا دیا۔ اور میں آپ کے ساتھ گفتگو کرنے میں برکت پاتا ہوں یہ بتلایئے کہ ایک شخص خود تو عدل وانصاف بیان کرتا ہے لیکن اپنے مخالف کے ظلم و عدل کو نہیں جانتا۔ آیا اس شخص کو حق دار اور اہل حق کہنا صحیح ہے۔

عالم: جو شخص عدل وانصاف تو بیان کرے اور مخالف کے جور و عدل کو نہ معلوم کر سکے تو وہ درحقیقت جور و عدل ہر دو سے ناواقف ہے۔

برادر من میرے نزدیک تمام اقسام کے لوگوں سے جاہل اور کم رتبہ یہی لوگ ہیں اس لئے کہ ان لوگوں کی مثال ان چار آدمیوں جیسی ہے جن کے پاس ایک سفید کپڑا لایا گیا اور ان سے اس کپڑے کا رنگ دریافت کیا گیا۔ ایک نے کہا کہ یہ سرخ کپڑا ہے دوسرے نے کہا کہ یہ زرد ہے اور تیسرے نے کہا یہ سیاہ ہے۔ چوتھے نے کہا یہ سفید ہے۔ ان تینوں کی بابت پوچھا گیا کہ انہوں نے ٹھیک کہا یا غلط تو وہ کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ کپڑا سفید ہے اور کیا عجب ہے کہ وہ بھی سچے ہوں۔ بالکل اس چوتھے شخص کی طرح وہ حضرات ہیں جو کہتے ہیں ہم جانتے ہیں زانی بوقت زنا کافر نہیں اور کیا عجب کہ وہ شخص بھی سچا ہو جو یہ روایت کرتا ہے کہ بوقت زنا زانی سے ایمان اس طرح نکال لیا جاتا ہے جس طرح اس کا پاجامہ نکل جاتا ہے۔ ہم اس راوی کی تکذیب نہیں کر سکتے۔ اور کہتے ہیں کہ جو شخص قدرت ادائی فریضہ حج کے باوجود بلا حج کئے مر جائے وہ مومن ہے ہم اس کی نماز پڑھیں گے اور ہم اس شبہ کی تکذیب نہیں کرتے جو کہتا ہے کہ ایسا شخص یہودی یا نصرانی مر گیا۔ یہ لوگ شیعہ کے قول کا انکار کرتے ہیں اور پھر انہی کا قول کہتے ہیں۔ خوارج کے قول کا انکار کرتے ہیں اور پھر انہی کا قول کہتے ہیں۔ مرجئہ کے قول کا انکار کرتے ہیں پھر انہی کا قول کہتے ہیں۔ اور ان ہر سہ صنف کے اقوال کی تحسین و تزئین میں روایات کرتے ہیں اور انکا دعویٰ یہی ہے کہ یہ ساری روایات رسول خدا سے ثابت ہیں۔ ہم کو یقین ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کو "رحمت" بنا کر بھیجا ہے تاکہ لوگوں کو متفق فرمائیں اور اتحاد کی جانب دعوت دیں اس لئے مبعوث نہیں فرمایا کہ پھوٹ ڈالیں اور بعض مسلمانوں کو بعض کے خلاف ابھاریں۔ ان حضرات کا یہ بھی خیال ہے کہ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کچھ روایتیں ناسخ ہیں اور کچھ منسوخ ہم جس طرح سنتے ہیں روایت کرتے ہیں افسوس کہ ان کو اپنی عاقبت کا کس قدر کم اہتمام ہے کہ لوگوں سے ایسی احادیث روایت کرنے کا ذمہ اٹھایا ہے جن کے منسوخ ہونے کا ان کو علم ہے۔ اور آج منسوخ پر عمل کرنا گمراہی ہے۔ لوگ اس منسوخ کو لیں گے اور گمراہ ہوں گے۔ اور ہم کو یقین ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت کی دو طرح تفسیر نہیں فرمائی۔ قرآن کی جو آیت ناسخ تھی تو تمام لوگوں سے اس کے ناسخ ہونے کی

تفسیر فرمادی اور جو منسوخ تھی تمام لوگوں سے اس کا منسوخ ہونا بیان فرمایا۔ یاد رہے کہ اخبار، و صفات میں کچھ منسوخ نہیں ناسخ و منسوخ کا تعلق امر و نہی میں ہے۔

متعلّم۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے، آپ کیا ہی اچھے معلم ہیں کہ میرے لئے علم کا ایک ایسا دروازہ آپ نے کھول دیا جس کا مجھے پتہ نہیں تھا۔ آپ نے اس قوم کی ایسی باتیں بتلادیں کہ اب ان کی کمزوری معلوم کرنے کے مزید بصیرت کی چنداں ضرورت نہ رہی۔ اب صفت ثانی کے اس قول کی تردید بتلایئے کہ اللہ کے ادیان بہت ہیں اور خدا کی ساری فرض کردہ باتوں پر عمل کرنا اور تمام حرام کردہ اشیاء سے باز رہنے کا نام ہے۔

عالم۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ انبیا صلوات اللہ علیہم مختلف ادیان پر نہیں آئے تھے اور نہ ہر رسول اپنی قوم کو سابق رسول کے دین کے چھوڑنے کا حکم دیا کرتا تھا اس لئے کہ ان سب کا ایک ہی دین تھا البتہ ہر رسول اپنی "شریعت" کی دعوت دیتا تھا اور سابق رسول کی شریعت سے روکتا تھا اس لئے کہ ان کی شریعتیں مختلف تھیں۔ اسی لئے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا کہ ہم نے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور طریقہ ولو شاء الله لجعلكم امة واحدة اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا تا۔

(باقی آئندہ)

بقیہ سلسلہ صفحہ ۲۳۲

(۲) شاہان سیسلی میں سے ایک بادشاہ کو اس حالت میں دکھلایا گیا ہے کہ عرب اطبا اس کا معالجہ کر رہے ہیں۔

(۳) یہ معالجہ "داغ دینے کا عملیہ تھا۔ یہ اُس کی حالت اُس کے طریقے، اور اس کے آواز کی شکل و قطع واضح کرتی ہے۔ عربی میں اس طرح داغ دینے کو "کی" کہتے ہیں۔ اب بھی بعض ممالک میں داغنے کا طریقہ رائج ہے۔ لیکن جدید طب نے اسے غیر ضروری قرار دیدیا ہے (۱) شاہان سیسلی میں سے یہ کس کی تصویر ہے۔ اس بارے میں اہل نظر نے مختلف رائیں قائم کی ہیں بعض کا خیال ہے کہ یہ فریڈرک دوم کی تصویر ہے جو عربی علوم و تمدن کا بہت بڑا قدردان تھا، اور جس نے ہر علم و فن کے مسلمان علماء اپنے دربار میں جمع کئے تھے۔ یہ سنہ ۱۲۲۰ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ لیکن بعض خیال کرتے ہیں یہ اس قدر پرانی نہیں ہے غالباً یہ اُس وقت کی ہے جب نیپلیس اور سیسلی کی حکومتیں مل کر "دو سیسلیوں کی حکومت" سمجھی جاتی تھیں، اور چارلس دوم حکمران تھا اس چارلس کے متعلق بھی تاریخی تصریحات موجود ہیں کہ اس نے کئی بار اپنے علاج کے لئے مصر اور مراکش سے عرب اطبا طلب کئے تھے۔ اگر یہ خیال صحیح ہو تو اس صورت میں یہ چودھویں صدی کی تصویر ہو گی۔ کیونکہ چارلس دوم آف نیپلس نے ۲

۲ سنہ ۱۳۰۹ء میں انتقال کیا ہے۔ بہرحال اس میں شک نہیں یہ قدیم عہد کی ایک قیمتی یادگار ہے۔ اس سے اُس عہد کے عرب اطبا کی تصویر، وضع و لباس، اور طریق علیات پر جو روشنی پڑتی ہے، اس کی تاریخی قدر و قیمت کا موجودہ عہد کے مورخین نے اعتراف کیا ہے۔

مادر علم و عمل جامعہ نظامیہ سے اظہار محبت

از مولوی سید مسعود رضوی مولوی فاضل (نظامیہ)

اے مادر مہربان۔ دکن کی قدیم مونس و غم خوار مشہور درسگاہ۔ اور ملک عرب کے پھوٹے ہوئے سرچشمہ اسلام کی سرزمین دکن کی طرف بہنے والی علمی و عملی نہر ہے۔ بتا کہ تو نے دکن کی کس قدر کھیتی کو سینچا۔ اور اس کی کس کس حد تک خدمت کی۔ اور کہاں کہاں کے علاقے سیراب کیئے۔ تیرے علم و عمل اور فضل و کمال کے باغوں میں لوٹنے والوں نے کیا کیا اور کیسی کیسی نئے بہاریں لوٹیں

بے شک تیرے غنچہ و گلبوٹوں کی مہک و مسکراہٹ نے ملک و قوم کی بڑی حد تک فضاء کو چمکا اور مہکا دیا ہے تیری حیات طیبہ کی شراب کے مست کن اور پُرکیف سرور و خمار نے کس کس کو مخمور و متوالا نہ کیا۔ اور تیری اسلامی علوم سے پٹی ہوئی سرسبز گودی میں کتنوں نے تربیت نہ پائی تو پھر کیا.......... تو زینتِ دکن کے اسلامی پودوں کی آنکھوں کا تارا نہیں.......... ہاں اے مادرِ مہربان سچ سچ بتا دکن کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں تیری عظمت و شوکت اور شان و شکوہ کے گیت کس نے گائے

(۲)

کیا تیری شریعت مآب گود کے پلے ہوئے فرزندوں کا ملک کے ایک عریض اور بسیط حصے میں بول بالا نہیں یا وہ جہاں میں تیری مقبولیت اور کامرانیوں کے ڈنکے نہیں بج رہے ہیں.......... کیا ملک و قوم کی تعمیراتی بنیادوں میں تیرے ہونہار سپوتوں نے کوئی حصہ نہیں لیا.....

ہاں تو پھر تجھے اپنے فرزندوں سے اس قدر بیر کیوں ہے یا نہ معلوم وہ تجھ سے وفا ناشناسی کر رہے ہیں۔

سُن اے میری علمی کائنات ذرا غور سے سُن۔ بھلا تیرے ہی دریائے علم کے پیاس بجھائے ہوئے اور تجھی کو بھول سکیں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ آج کل کی مادی دنیا کے تاثرات نے تجھے بھی ایک ہلکا سا دھکا ضرور پہنچایا ہے جس کے سبب تو کچھ رنجیدہ اور بوکھلائی سی دکھائی دے رہی ہے تیرے اس ملال نے تیرے فرزندوں پر بھی جمود و سرد مہری کا نہیں بلکہ ایک مبہوت کن سکوت کا عالم طاری کر دیا ہے

جس کے لوٹنے اور تجھے رنج سے چھٹکارہ دلانے کے لئے اب ہماری اپنی اپیل تیری مہتم بالشان مجلس کے اُن محترم کار فرماؤں سے ہوگی جن کے ہاتھوں قدرت نے تیری انتظام کی باگ دے رکھی ہے۔

(۳)

ہاں ہم جانتے ہیں اور بے شک جانتے ہیں کہ تجھے کس بات کا دُکھ اور کس چیز کا ملال ہے کہ جس کے باعث تو ہماری طرف سے ایسی بے اعتنائی برت کر اپنے فکروں میں کھوئی ہوئی اور بھنبوری سی ہو رہی ہے۔ اور غالباً یہ سمجھا ہوگا کہ ہم تیرا ہاتھ بٹانے کے قابل نہیں رہے یا اگر صلاحیت ہے بھی تو کوتاہی کر رہے ہیں —— نہیں نہیں تیرا یہ خیال ہرگز صحیح نہیں بلکہ تیرے ہونہار سپوتوں کے عناصر میں رہی ایک سچی لگن اور ایک ایسا حقیقی اعتدال ہے جو تیرے چشمۂ فیض سے عطا ہوا ہے اور تیرے چھُٹتے و منہ بولے فرزندوں کے خاکی کالبدوں میں وہی روح کھیل رہی ہے جس کو تو نے اُن کے رگ و پے میں پھونک مارا ہے۔

تیری محترم اور عظمت مآب ہستی نے گہوارہ دکن میں تیری داغ بیل ڈالی اور جس کی مساعی جمیلہ کی بدولت تو نے یہاں ایک سچا اور اچھا جنم لیا ہے۔ خدارا تو اپنے ان روح فرسا احساسات سے اپنے اُس بانی کو نہیں بانی نہیں بلکہ پدر بزرگوار کو جو تیری ہی آغوش میں اور تیری ہی لوریوں کی بدولت میٹھی نیند سو رہا ہے نہ جگا اور بس نہ جگا

کہیں ایسا نہ ہو کہ تو اپنے ایسے شفیق باپ کی روح کے حق میں سوہانِ روح بنے۔

(۴)

کیا تو نہیں سمجھتی کہ خود آپ مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی اکلوتی چہیتی اور نازپروردہ بیٹی ہی نہیں بلکہ ان کی اپنی زندگی کی ساری کائنات بھی ہے تیری تربیت اور بقائے حیات کے لئے موصوف نے کیسی کیسی مصیبتیں جھیلیں اور کیا کیا کاوشیں اٹھائیں اور تجھے پروان چڑھانے میں اپنی ساری زندگی کس طرح بھینٹ دی حتیٰ کہ دمِ آخر بھی تیری ہی یاد و بقاء میں تو ڈکر تیری ہی آغوش میں قیامت تک کے نیند لینے کی ٹھان لی

کیا تو نہیں جانتی کہ تیرے چھوڑ جانے والے نے تجھے یتیم نہیں چھوڑا بلکہ تجھ جیسی نہ بجھنے والی شمع علم کی تربیت و پرورش کی باگ سرزمین دکن کے اُس چوبیس گھنٹے منور و روشن رہنے والے آفتاب علم کی قیادت میں دی ہے جس کے نورانی بقعوں نے دکن کے چپے چپے نہیں بلکہ ذرّے ذرّے کو منور کر دیا ہے۔ کیا یہ بات تیرے لئے عمروں موجبِ صد فخر و امتیاز نہیں ۔۔۔۔۔۔

جب یہ ایک مسلم امر ٹھیرا تو پھر جا بیکہ رنج و غم کا سامنا بلکہ تجھے معمولی فکروں سے بھی دوچار ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہاں جن دو باتوں کا خیال تجھے رہ رہ کر ستاتا ہوگا بے شک وہ ہمیں بھی کھٹکتی رہتی ہیں ایک تو یہ کہ باوجود ساری آسائش و

ضروری سہولتیں مہیا رہنے کے پھر بھی تیری گودی میں کچھ فرزندوں کا کال سا نظر آرہا ہے۔ شاید کچھ عرصہ سے تیری نصاب کی کڑیاں سخت کردی گئی ہیں عالباً جن کا بوجھ تیرے فرزند خاطر خواہ نہ اٹھا سکتے ہوں۔

دوسری بات یہ کہ جس طرح تیری معنوی تعمیر مستحکم ہے اسی طرح تیری ظاہری اور حقیقی تعمیر محتاج توجہ معلوم ہو رہی ہے۔

(۵)

کچھ دن ہوچکے ہماری سرکار کے فیاض باپ نے نیا فنانس نے ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) رقم کی منظوری دے دی تھی جو ہنوز محفوظ ہوگی مگر جس کے کافی نہ ہونے کے سبب مزید (۴۰۰۰۰) ہزار رقم چاہی گئی جس کی منظوری تاحال زیر غور ہے

ہاں اے میری سچی ماتما والی مادر مہربان بے شک تو نے اپنی زندگی کے سچے کروٹ لئے ہیں علم و عمل کا ہر ہر گوشہ ... چین و آسائش میں ایک حقیقی اور روحانی مسرت پیدا کر رہی ہے۔ خدا کرے کہ تجھ پر چڑھے ہوئے رشک و حسد کے دیو کا طوطی سدا بولتا رہے و نیز تو جس مرقدِ فخر و منبع حسنات کے زیر اثر پھل پھول رہی ہے اس نے بھی اپنی زندگی کے ایک شاندار مستقبل کو لبیک کہا ہے ... جس طرح کہ مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے تجھے علمی پروان چڑھا کر دکن میں ایک نہ مٹنے والی یادگار قائم فرمائی ہے کیا عجب ہے کہ اسی طرح کسی خرمن فخر کی بدولت تو اپنا تعمیری پروان بھی چڑھا کر رہیگی

اے مادر مہربان تیری ذی شوکت اور متبرک مجلس کے محترم صدر نشین اور معزز رکنوں سے ہماری صرف یہی ایک نیازمندانہ التجا ہے کہ تیری ان رہی سہی مشکلات اور گتھیوں کو سلجھا کر رہتی دنیا تک ایک مایہ ناز اور خالص اسلامی یادگار کی حقیقی بقا کا موجب ہوں گے۔

بقیہ سلسلہ صفحہ ۲

مطلب صاف ہے اور کافر کے مقاصد و حیات الگ الگ ہیں کافر کا معراجِ کمال یہی ہے کہ وہ محض اسی زندگی دنیاوی ہی کی ترقیات جاہ و مال و منال نصیب ہوں اور پس از مرگ والی حقیقی اور دائمی زندگی کو وہ بالکل نظر انداز کرتا ہے یا بالکل اس سے انکار کرتا ہے بخلاف ایک مومن مسلم کے کہ اس کے جذبات دلی اور مدعائے قلبی نہ فقط دنیاوی ترقیات مادیہ ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ وہ آخرت والی زندگی کی خوشحالیوں اور ترقیات عالیہ کا بھی گرویدہ ہوتا ہے۔

مضامین نگار حضرات

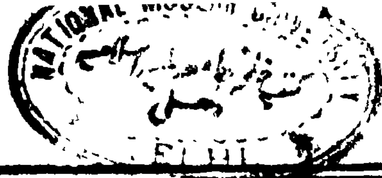
مضامین صاف اور واضح خط میں روانہ فرمائیں ورنہ دفتر کسی غلطی کا ذمہ دار نہ ہوگا

آثارِ عتیقہ

ازمنۂ وسطیٰ میں عربی طبابت

روم کے کتب خانۂ ویٹیکن کے بعض مشرقی آثار

دنیا کے اکثر علوم و فنون کی طرح فنِ طب نے بھی عربی تمدن کے ہاتھوں نشو و نما حاصل کی ہے۔ قدیم متمدن اقوام نے دیگر علوم کی طرح اسے بھی پیدا کیا، مدون کیا، اور اس درجہ تک پہنچا کر چھوڑ دیا جو ایک عمارت کی ناتمام در و دیوار کا ابتدائی درجہ ہوتا ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں اسلام نے ظہور کیا اور ریگستانِ عرب میں انسانوں کی ایک جماعت طیار کر کے مشرق و مغرب میں پھیلا دی۔ یہ آئی۔ اور اس نے علم و تمدن کے ہر گوشے پر نظر ڈالی۔ بنیادیں ہر جگہ تھیں، اور دیواریں بھی اکثر جگہوں میں اُٹھنے لگی تھیں، لیکن تکمیل کہیں بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے ذوق علم و تمدن کی وسعت نے ہر گوشے کو ہاتھ لگایا اور ہر دیوار پر اینٹیں رکھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آج علم و فن کی کوئی شاخ بھی ایسی نہیں ہے جس کے سلسلۂ وسعت و تکمیل کی ایک سب سے بڑی کڑی عربی و اسلامی تمدن کی علمی جد و جہد نہ ہو۔ یہی سبب ہے کہ مورخینِ علوم نے عربی تمدن کو عہدِ قدیم و حاضر کے لئے "واسطۃ العقد" قرار دیا ہے۔ یعنے درمیان کی کڑی یہی کڑی ہے جس کا ایک سرا دنیا کے تمام قدیم علوم و تمدن سے اور دوسرا جدید ترقیات سے جڑا ہوا ہے۔ یہ عہدِ قدیم کو جدید سے ملاتی ہے، اور عہدِ جدید کی سب سے قریب تر کڑی ہے۔ ازمنۂ وسطیٰ (مڈل ایجز) میں یورپ کی تمام درسگاہوں میں عربی حکماء کا فلسفہ ہی نہیں بلکہ طب بھی پڑھا جاتا تھا۔ ذکریا رازی، ابن رومیہ، بوعلی سینا، ابن رشد، ابن زہر، ابن طفیل، ابن مسکویہ کی کتابیں فن کا اصلی سرمایہ تھیں۔ جدید طب کی تاریخ میں آج تک کینن CANON یعنی قانون شیخ کا ذکر موجود ہے جو سولھویں صدی تک پیرس اور روم کے طبی مدرسوں کے نصاب تعلیم میں داخل تھا۔ فلسفہ کی طرح طب کی تاریخ میں بھی ایوی سینا Avicenne، ایویروس دی گریٹ Averroes اور ایوے پاکا Avempaca کے نام آتے ہیں جو دراصل شیخ الرئیس۔ بوعلی سینا، ابن رشد اور ابن باجہ کے عربی ناموں کے یورپین مخارج ہیں، اور اسی سے



پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان ناموں نے اُس عہد کے یورپ میں کس درجہ شہرت اور قبولیت حاصل کر لی تھی؟ روم اور میلانو کی بعض قدیم خانقاہوں کی محرابوں پر شیشے کے رنگین چوکھٹوں میں جہاں ارسطو، بقراط، اور جالینوس کی تصویریں بنائی گئی تھیں وہاں بوعلی سینا، ابن رشد، فارابی، اور ذکریا رازی کی تصویریں بھی منقش تھیں یہ شیشے اس وقت تک پوپ کے محل میں موجود ہیں اور بعض مستشرقین نے ان کے عکس اپنی مضامین میں شائع کئے ہیں۔

عربی فن طب کے اس عروج و احاطہ کا سب سے بڑا زندہ ثبوت اس کی بے شمار مصطلحات ہیں جو اس وقت تک یورپ کی زبانوں میں مستعمل ہیں۔ اگر انہیں الگ کر دیا جائے تو طب کے بے شمار اسماء و افعال کے لئے ان کے پاس کوئی ذریعہ بیان باقی نہیں رہے گا۔ انگریزی زبان۔ یورپ کی دوسری زبانوں کے مقابلہ میں اصلاً کم علمی ہے، تاہم انگریزی طب میں بھی سینکڑوں الفاظ ایسے جو دراصل عربی اسماء و مصطلحات ہی سے وجود میں آئے ہیں مثلاً

تمر ہندی (املی)	Tamarind
یاسمین	Jasmine
یشب	Jasper
تریاق	Theriac
قند	Candy
روغن بلسان	Balsam
عنبر	AMBER
کافور	CAMPHAR
بلور	BIAWER

عربی علمیات طبیہ کے آثار | پندرھویں صدی تک یورپ میں امراض کے علاج کا تمام دار و مدار عربی طب اور عرب اطبا پر تھا۔ یورپ کے بادشاہ جب کبھی کسی پیچیدہ مرض میں مبتلا ہوتے، تو مصر و شام سے عرب اطبا و اسی طرح بلائے جاتے تھے، جس طرح موجودہ زمانہ میں یورپ کے اطبا، مشرقی ممالک میں بلائے جاتے ہیں۔ اس عہد کے بعض قیمتی آثار اس وقت تک یورپ میں موجود ہیں۔ ان سے عربی اطبا کے وہاں قیام کرنے اور بعض حیرت انگیز معالجات انجام دینے کا ثبوت ملتا ہے۔ مشہور فرانسیسی مستشرق پروفیسر رینو REINAUD نے اپنی تحریر "حروب صلیبیہ کے بعد یورپ اور مشرق کے علمی اتصال" میں اس طرح کی پانچ تصویریں نقل کی ہیں جن میں سے تین تصویریں شاہان یورپ کے معالجات سے تعلق رکھتی ہیں۔

یہ موقع پوپ کے محل میں صقلیہ (سیلی) کے قدیم اوراق و کتب کے ساتھ آیا تھا۔ جن اہل نظر نے اس کی جانچ کی ہے وہ متفق ہیں کہ:-

(۱) یہ تصویر تیرھویں یا چودھویں صدی کی ہے اور سیلی میں تیار کی گئی ہے۔

(بقیہ سلسلہ ملاحظہ ہو بر صفحہ (۲۴۴) کالم (۲))

اقبال [illegible]

اسٹیٹ ایجنسی

نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کی طرح اپنی جائداد کی خرید و فروخت و رہن اور تعمیر امکنہ پیمائش نقشہ جات تعمیر و ترتیب برآوردات کے کاروبار میں سہولت ہو اور نفع بخش طریقوں پر زراعتی اراضیات باغات موٹر کار ریس شیرز حاصل کرنا چاہتے ہوں تو جلد مندرجۂ بالا پتہ پر ہم سے گفتگو یا خط و کتابت کریں

یاد رکھیے

ہمارے ذریعے معاملہ کرنے میں آپ کو کسی قسم کا کوئی دھوکہ یا فریب نہ ہوگا بلکہ آپ کو حسبِ منشاء کے مطابق ارمان دستیاب ہوسکیگی

اہلِ ملک کیلئے

ہماری خدمات بے قیمت پیش ہیں

[illegible]

[illegible] ہے کہ [illegible] عرصہ [illegible] روزگار [illegible] ہیں [illegible] جواہرات [illegible] عنبر [illegible] ہوسکتے ہیں ایک [illegible] ہوجائیگا کہ ہماری تجارت [illegible] استفادہ کے لئے [illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

آپ ہوا امیدلیں ... [illegible]

آپ بھی تجربہ کیجئے ... [illegible]

کے موافق ہیں ... صرف ... [illegible]

صحت اور قوت بہت عزیز چیز ہے اس کی حفاظت کے لئے ... [illegible]

مثلاً ایک کل کورس ... گولی ... کی قیمت ... [illegible]

اگر آپ تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو ۱۲-۱۲ گولی کے نمونے ... [illegible]

کورس استعمال کرنے ... ہو جائیں گے

صرف ... تندرستوں ... کے علاوہ ... [illegible]

... موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے ... استعمال ... [illegible]

... [illegible]

رجسٹری نمبر

جلد ۱۱ رجب المرجب ۱۳۵۶

مجریہ آصفیہ نشان ۱۲۹

یرفع اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات



مجلّہ مشائخ نظامیہ

شاہ ابو الخیر کنج نشین فاضل نظامیہ مدیر

محمد وجیہ الدین مولوی کامل نظامیہ شریک مدیر

آپکی بیمار عزیزہ کے لئے اگر وہ سیلان الرحم میں مبتلا ہے

نساکا

خواتین کے لئے وہ موذی مرض ہے جو درد سر اور درد کمر لاغری کمزوری ضعف رحم ضعف اعصاب دوران سر ہاضمہ کی خرابی ایام میں بے ترتیبی کے علاوہ بے اولادی اسقاط حمل اور دق وغیرہ کی شکایتیں تک پیدا کر دیتا ہے اس مرض کے ازالہ کے لئے موجودہ زمانہ میں آپکے ملک کی تیار کردہ اور ہر مزاج و موسم میں قابل استعمال دوا صرف "نساکا" ہے معمولی شکایات میں ایک بکس اور کہنہ اور پیچیدہ شکایت کی صورت میں

(دو یا تین بکس کا استعمال ہمیشہ کیلئے سیلان الرحم سے نجات دلاتا ہے)

(آپ بھی)

اپنی بیمار عزیزہ کو نساکا استعمال کرنے کا مشورہ دیجئے؟

اس کے استعمال سے تمام شکایات زائل ہو کر وہ اپنے فرائض کو بخوبی انجام دینے کی اہلیت اور اعضائے تولید میں

(استقرار حمل کی صلاحیت حاصل کریگی ہزاروں مریض اس سے شادکام ہوچکے ہیں)

بڑے بڑے اطباء اس کی سفارش و تصدیق کرتے ہیں

قیمت فی بکس جس میں دو ہفتہ کی دوا ہوتی ہے دو روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک آپکے شہر کے ہر بڑے

(دوا فروش کے مخزن سے مل سکتا ہے)

ملکی شفاخانہ یونانی ثریا بلڈنگ نظام گٹی

حیدرآباد دکن

دستخطی مولوی عبدالسعید ... بوجب ... فاں
ابوالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاتھنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

اپنے آپ کو ذلیل نہ سمجھو اور رنجیدہ ہو تم ہی سے برتر ہوگے اگر تم ایماندار ہو

بعہد میمنت جلالت مآب آصف جاہ سابع خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

تذکار خود مختاری دولت آصفیہ

سنہ ۲۱۴ آصفی

مجلہ نظامیہ

مرتبہ
شاہ ابوالخیر کنج نشین (نظامیہ)

جمادی الثانی و رجب المرجب ۱۳۵۶ھ عدد (۷-۸)
مہر — آبان ۱۳۴۶ف

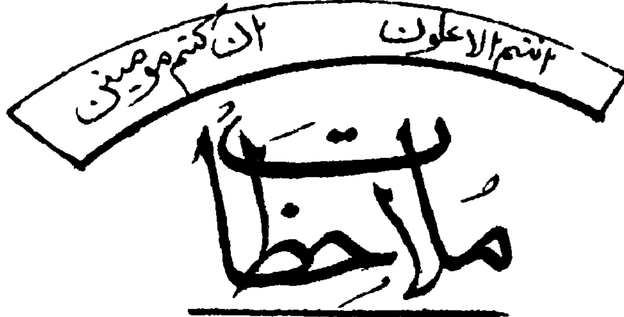
مطبع مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قیمت سالانہ عہ

فہرس

قیمت برائے سرکار عالی ۴ر



اسلام صرف عبادت کا نام نہیں بلکہ وہ تمام مذہبی تمدنی اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کے متعلق اپنے اندر ایک کامل و مکمل نظام رکھتا ہے جس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہمارے اسلاف نے دنیا میں ترقی اور دنیا پر حکمرانی قائم کی ہم بھی ان کے اخلاف اور ان کے نام لیوا ضرور ہیں لیکن افسوس ہے کہ آج ہم میں ان جیسی خوبیاں ہیں اور نہ ان جیسا ایمان حجروں میں بیٹھے رہنے اور اپنے نفس کو آرام پہونچانے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی سمجھ رہے ہیں جو کسی طرح صحیح نہیں جن لوگوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ خوب واقف ہیں کہ ہمارے اسلاف نے کبھی یا کہیں بھی صرف حجروں اور خانقاہوں میں بیٹھے رہنے کو کافی نہیں سمجھا اور نہ صرف نماز روزہ کو ادا کر دینا بس خیال کیا جس طرح وہ خانقاہوں، مدرسوں اور مسجدوں میں بیٹھنا پسند کرتے تھے اسی طرح میدان عمل میں بھی نمودار ہوتے تھے اور ہر وقت اسلام کی عزت برقرار رکھنے اور اسلامی شوکت کی حفاظت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد المومن القوی خیر و احب الی اللہ من المومن الضعیف[1] پر سختی سے پابند تھے۔

مالک الملک عز شانہ کا شکر کس طرح ادا ہو سکے کہ اس نے ہمیں مشرق مظلوم کی اُن چند ممتاز قوموں سے ایک بنایا ہے جنہیں اپنا یوم خود مختاری منانے کی عزت نصیب ہوتی ہے اور خالق الخلق جل اسمہ کی کس طرح تقدیس ادا ہو کہ اس نے نوع ظلوماً جہولا

(۱) قوت والا مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کم قوت والے مومن سے بہتر اور زیادہ محبوب ہوتا ہے (مسلم)

کی پستیوں میں اپنا بول بالا کرنے کا کام ہمارے سپرد کیا دینا ایاک نستعین فاھدنا الصراط المستقیم

ہم حیدرآبادیوں کی یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ آج (۱۲۵) سال ہوئے ہمارے سوتے ملک اور اونگھتی قوم میں فرمان جلالت مآبی نے بیداری اور ہوشیاری کی پہلی لہر دوڑائی تھی الحمد للہ "چشم بد دور" تب سے اب تک نوی زندگی کے اظہار کے لئے روزافزوں کوششیں عمل میں لائی جارہی ہیں اے خوشا بختی کہ ہم آج اپنی زندگی کے پہلے ہی سال اس مبارک و مسعود موقع کی بساط بھر یادگار منا رہے ہیں اور ضرورت ہے کہ اس قومی عید اور ملی جشن کے سلسلہ میں گاؤں گاؤں اور گلی گلی پر جوش اور ولولہ انگیز مناظر بیش از بیش ہوتے جائیں - خوشہ چینان آصفی اور برکت اندوزان چشمۂ حیدرآبادی دنیا کے گوشے گوشے میں مسجدوں میں، مندروں میں، گرجوں میں اپنی اپنی طریقت کے مطابق خلوص قلب سے زمزمۂ شکر ادا کریں اور درگاہ مجیب الدعوات میں اس کے خیر و برکت میں دن دونی رات چوگنی ترقی کی دعا کریں کہ "ادعونی استجب لکم"-

آزادی کے حصول میں جو دشواریاں ہیں خدا نے اپنی عنایت سے ہمیں ان سے بچالیا، آزادی کی بقاء و ترقی کے نسبتہً سہل تر کام میں اب ہمیں اپنی توانائیاں خرچ کرنی ہیں - خدا ہے کرے ہم آئندہ صدیوں میں بھی بیرونی حملوں سے ویسے ہی مصئون و مامون رہیں جیسا گزشتہ صدی میں لیکن قانون قدرت اٹل ہے اور اس کا حکم ہے کہ ہم اپنی حفاظت آپ کرنے کی آٹھ پہر تیاری کریں - "واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ" (الخ) یہ فرض کفایہ نہیں بلکہ ہر ہر فرد کا فرض عین ہے علم و جسم کے ساتھ اخلاق و کردار کی ہر آزمایش میں خود کو کامیاب بنائے -

---

اچھے حکمران سے بڑھکر قوم کے لئے کوئی نعمت نہیں ہندوستان میں شیعہ - سنی اور ہندو مسلم اختلاف سے بڑھکر کوئی مصیبت ابتک نہیں آئی ہوگی کیا ہمارے لئے یہ کچھ کم باعث سہولت نہیں ہے کہ خدا مان جہان پناہی کو ہر رعیت اپنا سمجھتا ہے اور جس کا اپنا مذہب رعایا پروری ہے جو ہمارا سلطان القلوب اور امیدگاہ ہے اور جس پر ہم جتنا بھی ناز کریں کم ہے - اس نے ہماری گرتی ہوئی ہمتوں کو

سمجھایا، بھٹکی ہوئی ملت کو راہ راست پر لگایا کو قرنوں تک پیش آتا ہے ربنا انک مجیب الدعوات
خود خطرات میں پڑا لیکن انہیں سر بلند کیا۔ قبلہ، یا قاضی الحاجات
ربنا وفقنا لما تحب وترضاہ واجعل
مرضاہ۔ آمین یارب العالمین۔

وہ مبارک مہینہ جس میں شب معراج کی تذکار ہوتی ہے جس میں سلطان الہند معین الدین چشتی اجمیریؒ کی یادگار منائی جاتی ہے جس میں امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰؓ جیسے شیر دل شجاع کی ولادت باسعادت کی سالگرہ ہوتی ہے۔ ایسے مبارک مہینہ میں بندگان اعلیحضرت جلالت مآب شمس الملت والدین کے یوم پیدائش اور سلطنت آصفیہ کے یوم اعلان خود مختاری کا بھی آنا ایک ایسا حسن اتفاق ہے جو سراسر خوش فال اور نیک آیند ہے۔
ملک کے چھوٹے بڑے، مرد، عورت، ہندو مسلم گبر و ترسا، خواص و عوام سب مل کر اسی موقع پر آستانہ جلالت مآبی میں نہایت عقیدت مندانہ طریقہ سے یوم خود مختاری دولت آصفیہ کی تہنیت باہجت و برکت پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یہ دن ہر سال روز افزوں مسرت کے اسباب کے ساتھ ذات شاہانہ

آخر میں یہ عرض کرنے کی بھی جرارت کی جاتی ہے کہ ہمارے علمائے کرام کا جو حقیقۃً مسلمانوں کے مذہبی قائد ہیں، یہ فرض ہے کہ اس وقت ملک جس نازک دور سے گزر رہا ہے اسکی نزاکت اور اہمیت کو نظر انداز نہ کریں آپس کی نزاع اور اختلاف میں پڑ کر اصل مقصود کو ترک نہ کریں ورنہ مسلمانوں کی خرابی اور بربادی کی تمام ذمہ داری انھیں پر عاید ہوگی اسوقت سب سے بڑی ضرورت ملک کی موجودہ نزاکت اور اسکے مستقبل پر غور کرنے کی ہے اور ساتھ ساتھ ملک میں اسلامی مذہبی تعلیم کے لئے مدرسین نظامیہ کے تحت ایک مفید نظام قائم کرنا مسلمانو کی تنظیم دیہات کے مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کرنا اور اسلامی اوقاف کے لئے ایک خاص نظم قائم کرنا بھی — غرض یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جنکی پوری نگہداشت اور ذمہ داری طیلسانین نظامیہ اور دیگر علماء و مشائخین پر عاید ہوتی ہے وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضاہ۔
کاش یہ دونوں جماعتیں باہم متحد ہو کر تعمیر قوم

کے لئے آیا وہ ہو جائیں تو کیا ہی اچھا ہے۔ اے زندہ اور ...... قیوم خدا۔ ہمارے گناہوں سے درگزر فرما۔ ہمارے ضعف و ناتوانی پر رحم کر ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے ہماری قوم کو رسوا نہ کر اور ہمارے اچھے کاموں میں ہماری مدد فرما و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

خادم ملک و ملت

شاہ ابوالخیر کنج نشیں (نظامیہ) عفی عنہ

جذبہ وطن پرستی کا پیغام

مجلۂ نظامیہ کا خصوصی نمبر مجھے یقین ہے کامیاب ثابت ہوگا۔ آپ نے اُسے ایک بڑے مبارک واقعہ سے منسوب کیا جو تاریخ دکن میں ہمیشہ یادگار رہیگا اور جو ہم سب ابنائے وطن کے جذبہ وطن پرستی کو زندہ اور تازہ رکھتا ہے۔

خدا کرے کہ اس کی یاد ہم سب کے لئے شمع ہدایت کا کام دے اور ہم کو مالک کی خیر خواہانہ اور مسلسل خدمت گزاری اور ریاست کی تعمیر و ترقی کی کوشش میں محو کردے۔

عالیجناب نواب، علی یاور جنگ

معتمد امور دستوری

رعایائے حیدرآباد کی قومی عید

مجلہ نظامیہ

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب

مجلہ نظامیہ کے یادگار اعلان خودمختاری نمبر کا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور آپ کو مبارک باد دیتا ہوں - میں اپنی جنتری میں ہر ملت و قوم کی جداجدا عیدوں کا نام دیکھتا ہوں لیکن حیدرآبادیوں نے کسی دن کو حیدرآباد کے تمام باشندوں کے لئے مشترکہ طور پر یوم عید نہیں منایا - میرے خیال میں ۲۹ رجب سے بہتر کوئی اور دن رعایائے . . حیدرآباد کی عید کے لئے نہیں ہوسکتا - جو حیدرآباد کی صحیح حیثیت اور اسکے صحیح مرتبہ کو ظاہر کر رہا ہے حیدرآبادیوں کو چاہیئے کہ اس دن مجالس منعقد کرکے ایسی تقاریر اور مضامین کے ذریعہ جس میں حیدرآباد کی تاریخ اور حیثیت بیان کی گئی ہو اپنے نوجوانوں کی ذہنی تربیت کریں - اور ایسا لٹریچر . . شائع کریں جو اس دن کی اہمیت کو دنیا پر واضح کرے - جس کا ایک نمونہ آپ کا یہ نمبر بھی ہے -

حیدرآباد کا خادم

بہادر یار جنگ

اعلیحضرت بندگان عالی مدظلہ العالی

عالیجناب نواب امیر زیار جنگ بہادر صدر المہام عدالت و امور مذہبی سرکار عالی کا پیغام

ملک کے نام

مدرسہ نظامیہ حیدرآباد کے قدیم اداروں میں سے ہے جہاں دینیات و علوم شرقیہ کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اسکا بیج نواب فضیلت جنگ مرحوم نے بویا جو درخت نکلا اسکو اعلیحضرت بندگانعالی کی فیاضی و گلونیدای نے سیراب کیا آج اسکے ثمرے نہ صرف حیدرآباد دکن بلکہ تمام ہندوستان بہرہ ور ہو رہا ہے لیکن اس درخت کی ابھی بہت کچھ نمو ممکن ہے۔ رسالہ نظامیہ جو جاری ہوا ہے اسکی مزید نمو و ترقی کا ایک ذریعہ ہے مجھکو بہت مسرت ہوگی اگر اس کے منتظمین مدرسہ نظامیہ کے ہر شعبہ پر تنقیدی نظر ڈالا کریں اور نیک نیتی اور آزادی سے ایسے مشورے دیا کریں جس کی وجہ سے اسکی مزید نشو و نما ممکن ہو ہمارے بادشاہ اعلیحضرت بندگانعالی کے کارناموں میں مدرسہ نظامیہ بھی اپنے اصلی اغراض کے نقطہ نظر سے ایک ایسا کارنامہ ہے جو کہ حیدرآباد کی تاریخ میں ہمیشہ درخشان و تابان رہیگا مجھکو امید ہے کہ یادگار خود مختاری جو نمبر شائع ہوگا وہ اس کے کارکنان میں ایک ایسی روح پیدا کریگا جو مدرسہ نظامیہ کو اعلیٰ تر پیمانہ پر پہونچا دیگی۔ فقط

۱۰ رجب مبارک ۱۳۵۶ھ

جریدۂ غیر معمولی

دو صد سالہ جشن خود مختاری سلطنت آصفیہ

میں

تقریر شاہی

حضّار دربار کو غالباً معلوم ہوگا کہ ہمارے آج یہاں جمع ہونے کی غرض یہ ہے کہ ہم ایک ایسے عظیم الشان اور دلچسپ تاریخی واقعہ کی دوسری صدی کی یادگار منائیں جو میرے خاندان نیز اس ملک کے متعلق ہے جس پر سلاطین آصفیہ نے دو سو سال تک حکمرانی کی ہے۔ نواب نظام الملک اول کو اللہ تعالیٰ نے عجیب اوصاف ودیعت کئے تھے یعنی اُن میں ذاتی شجاعت اور اعلیٰ تدبر کے جوہر موجود تھے اس کے سوا انہوں نے فن سپہ سالاری میں درجہ کمال حاصل کیا تھا۔ انہیں اوصاف کی وجہ سے ان کی پُر رعب شخصیت اٹھارہویں صدی عیسوی میں نمایاں تھی اس زمانہ میں مغلیہ سلطنت دہلی سرعت کے ساتھ روبہ زوال تھی لیکن یہ سمجھا جاتا تھا کہ اگر کوئی قوت اس کے زوال کو روکنے اور سلطنت میں از سر نو استحکام پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے تو جو نظام الملک اول کی قوت ہے ہندوستان اور دکن میں دور دراز کے صوبہ جات نے ان کے زور شمشیر کو مان لیا تھا اور وہاں انکی شجاعت اور سخاوت کی شہرت پھیل گئی تھی جہاں کہیں وہ گئے وہاں فساد وبغاوت کی کالی گھٹائیں منتشر ہوگئیں اور سلطنت کا کوئی ایسا حصہ نہیں تھا جس نے انکی اطاعت اور فرمانبرداری میں سر تسلیم خم نہ کیا ہو مگر باوجود ان باتوں کے ان کا دل دکن نے اُلجھا لیا تھا کیونکہ وہ اس ملک سے اپنے پیارے بچے کی طرح محبت کرتے تھے ان کی حکومت بہمہ وجوہ مطلق العنان اور خودمختارانہ تھی تاہم اُنہوں نے کل ذاتی اغراض کو بالائے طاق رکھ کر اس وقت تک تخت دہلی سے قطع تعلق نہیں کیا جب تک کہ شہنشاہ اکبر کے عہد

اور اُن کے خاندان کی اصلی شان و شوکت کے
از سرِ نو قائم ہونے کی موہوم سی امید باقی تھی ۔
اس مقصد کی تکمیل میں ایسے منہمک ہوئے کہ انہوں
نے بڑے ایثارِ نفس سے کام لیکر دکن کو ایک عرصے
کے لئے خیرباد کہا اور دہلی کی طرف روانہ ہوئے
تاکہ وہاں کے مہامِ سلطنت کو اپنے قوی ہاتھوں
میں لیں تو وہ شرافت اور شجاعت کی روح رواں
تھے لیکن وفاداری کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض
بھی ہوتے ہیں۔ ان کو جلد معلوم ہو گیا کہ سلطنت
کا مرکزِ عمل کمزور ہو گیا ہے اور بابر و تیمور کی نسل
کی حالت اس قدر خراب ہو گئی ہے کہ ان میں وفاداری
کی قدر کرنے کا مادہ زائل ہو گیا ہے اور وہ اپنی
وقعت کھو بیٹھے ہیں ۔ شاہی دربار میں اپنی حالت
کو مایوس کن پاکر انہوں نے پھر جنوب کا رخ کیا
اور دکن کو جس سے انہیں پہلے ہی اُنس تھا
واپس آئے ان کی خودمختاری میں کسی کو کلام
نہیں تھا مگر جب تک استحکامِ سلطنت امید تھی وہ
اپنے تعلق کو منقطع کرنا نہیں چاہتے تھے ۔ اس دفعہ
جب وہ دکن کو واپس آئے تو ان کو خیال ہوا کہ
خاندانِ مغلیہ معدوم ہو گیا ہے اور شاہی شجر جس
کی ڈالیاں ہندوستان پر اب تک سایہ فگن
تھیں وہ جڑ تک پژمردہ اور خشک ہو گیا ہے تاریخ
ہم کو بتلاتی ہے کہ ان کا یہ اندازہ کس قدر صحیح تھا۔
تختِ دہلی پر یکے بعد دیگرے بادشاہ تخت نشین
ہوتے گئے اور غیر وفادار فریقوں کی باہمی
سازشوں نے ان کو اپنی خواہش پر معزول کیا کرتی
ذاتی وقعت اور خودداری اس امر کو روا نہیں رکھ
سکتی تھی کہ ایک ایسے تخت و تاج کے ساتھ تعلق
قائم رکھے جو قعرِ مذلت میں گر چکا تھا اور آصف جاہ اول
کیلئے مقتضائے شرافت یہی تھا کہ وہ اپنے خاندان
اور ملک کے مفاد کی غرض سے جس پر حکمرانی کر رہے
تھے خودمختاری کا اعلان کر دیں انہوں نے اس
کام کو خلوصِ نیت کے ساتھ کیا ۔ کوئی اتحاد یک
طرفہ ہو نہیں سکتا اور استحکام صرف اسی وقت حاصل
ہو سکتا ہے کہ باہمی فرائض اور ذمہ داریوں کا
طرفین سے اعتراف کیا جائے تاریخی واقعات نے
ان کو اس منصب پر پہونچایا تھا لیکن مشیتِ ایزدی
نے اس کی تکمیل کر دی ۔ دکن کی خودمختاری کے
اعلان کے ساتھ گورنمنٹ بھی مستحکم بن گئی جس میں
دہلی کی سی سازشوں کا شائبہ نہیں تھا اور نظام
الملک کی رعایا کے لئے دوامی طور پر فلاح و بہبودی
کی صورت پیدا ہو گئی ۔ اس وقت سے اب تک
دو صدیاں گزر چکیں اور دکن کی بادشاہت پر
میرے خاندان کا اقتدار قائم ہوتے ہوئے

اب تیسری صدی آغاز ہو رہی ہے۔ یہ بات میرے لئے کچھ کم باعث فخر و مباہات نہیں ہے کہ سلاطین آصف جاہی نے صرف اس خیال سے حکمرانی کی ہے کہ اس ملک کی رعایا کو خوشحالی اور قناعت حاصل ہو۔ آصف جاہ اول کے اعلان خود مختاری سے وفاداری کی زنجیر میں اور کڑیوں کا اضافہ ہو گیا۔ جنہوں نے حاکم اور محکوم دونوں کو یکساں حب الوطنی میں جکڑ دیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میری عزیز رعایا کو اس اعلان کے متعلق ایسا ہی فخر و ناز ہے جیسا کہ مجھے ہے۔ اس عظیم الشان واقعے کی یاد ہم سب کو عزیز ہے کیونکہ وہ حب الوطنی کی علامت اور نشانی ہے۔

ممالک محروسہ کی سرسبزی اور تہذیب کو درجہ کمال کو پہنچانے کیلئے ہم سب کا ایک ہی نصب العین ہے اگر ہم اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوں تو ہم کو نظام الملک اول کا ممنون ہونا چاہئے جنہوں نے اپنی اعلیٰ فراست سے اپنے خاندان اور رعایا کو بیرونی مداخلتوں سے محفوظ و مامون کر کے خود مختار بنایا۔

اس عظیم الشان واقعے کی یاد اس قابل ہے کہ اس کو ہمیشہ تازہ رکھیں اور قومی زندگی کے اظہار کے لئے مزید کوششیں عمل میں لائیں۔ چونکہ مملکت سرکار عالی بیرونی دراز دستیوں سے محفوظ ہے اس کو زرین موقع حاصل ہے کہ رعایا کو خوش حال اور مطمئن بنائے۔

مجھے اپنی عزیز رعایا پر کامل اعتماد ہے اور یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ ان کی عقیدت فرمانروا کے تخت اور اس کی ذات کے ساتھ پختہ اور غیر متزلزل ہے لہذا اس موقع کی جتنی زیادہ قدر و قیمت کی جائے کم ہے کیونکہ حب الوطنی حاکم اور محکوم کیلئے ایک عام ورثہ ہے۔ باہر کے اجنبی و بدخواہ خواہ کتنا ہی ہمارے نظم و نسق پر نکتہ چینی کریں مگر جب تک ہم اپنے مسلک پر ثابت قدم ہیں اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں ان کی خردہ گیری ہم پر کچھ اثر نہیں کر سکتی بقول۔

قطعہ

سزاوار محبت بوالہوس نیست
کہ ہم رنگ گل تر خار و خس نیست
بو دپروانہ بہر عشق ۔ ورنہ
بر آتش سوختن کار مگس نیست

آخر میں میری دعا ہے کہ خدا اس ریاست

کو دنیا کے شر و فساد سے محفوظ رکھے اور اسکو روزافزوں ترقی و سرسبزی نصیب ہو۔
اور دوست شاد و سرخ رو رہے۔ بدخواہ ناشاد و سیاہ رو۔ آمین۔ بحاطہ یٰسین فقط

شرح دستخط مبارک
اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی
مورخہ یکم شعبان سنہ ۱۳۴۲ ھ

دعا

الٰہی میر عثمان علی خان شاہ شاہان ہو | جلالت میں سکندر ہو حکومت میں سلیمان ہو
(آمین)

ترانۂ قومی

خضر کی عمر ہو تجھکو عطا بخت سکندر ہو
فلک پر جب تلک ہو مہر و ماہ اور مہر و ماہ میں ضو
شجر میں شاخ ہو اور شاخ میں جب تک ثمر آئے

شہ عثمان علی خان تو رئیس ہفت کشور ہو
تری رفعت تری ثروت تری شوکت فزوں تر ہو
زمانے میں ترا نخل تمنا بار آور ہو

یارب رہے سلامت ملک دکن کا والی

ہیں جب تک قائم ایام اور لیالی | اسلامی جھنڈوں پر ہے جب تک نشان ہلالی
ہے مہر و مہ میں جب تک یہ رنگ شستہ جمالی | رسم اذان ہے جب تک اور نغمۂ بلالی
یارب رہے سلامت ملک دکن کا والی

رحمت ہو اس کی ثابت انداز حکمرانی | ہر ہر قدم پہ اسکو حاصل ہو کامرانی
خدمت کریں ہم اسکی وہ اپنی پاسبانی | خوش حال رہ کے لوٹیں ہم لطف زندگانی
یارب رہے سلامت ملک دکن کا والی

ہو علم کی ضیا سے پرنور چپہ چپہ | دولت سے امن کی ہو معمور کوچہ کوچہ
اظہار تہنیت میں ناطق ہو پتہ پتہ | ہندو ہو یا مسلمان کہدے یہ بچہ بچہ
یارب رہے سلامت ملک دکن کا والی

آمین آمین

سارے جہاں سے اچھا دکن ہمارا

از جناب مولوی شیخ محبوب صاحب مفتون مدرس مدرسۂ نظامیہ چنچلگوڑہ

ہندوستان میں اعلیٰ ملک دکن ہمارا
ہم نونہال اس کے اور وہ چمن ہمارا

بے خوف و بے خطر ہم آرام و چین سے ہیں
ممتاز ہے جہان میں پیارا وطن ہمارا

کیا نغمہ سنجیاں ہیں علم و کمال کی یاں
ہر کلیہ ہے بیشک اب تک چمن ہمارا

ہے جوئے شیر جاری ہر کلیہ کے اندر
ہر ایک ہے محقق فرہاد فن ہمارا

جب علم عام ہوگا حاصل مرام ہوگا
مشہور شش جہت میں ہوگا دکن ہمارا

شکر خدا کہ بیدار اب ملک ہو چکا ہے
سب دل سے دور ہوگا رنج و محن ہمارا

سمجھے نہ ہم کو عالم خاموش اب رہیں گے
اک روز دور ہوگا قفل دہن ہمارا

اسلام کا پھریرا اس ملک میں ہے اڑتا
اسلام کا ہے حامی شاہ دکن ہمارا

باد خزاں سے محفوظ ہو ملک حیدرآباد
سرسبز خرمی سے یہ ہو چمن ہمارا

مفتون کی یہ دعا ہے رب قدیر تجھ سے
تاج سر جہان ہو ملک دکن ہمارا

حیدرآباد کی خودمختاری

اور

اس کا ماضی و حال

ازجناب مولوی ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب لکچرار قانون جامعہ عثمانیہ

جب کسی قوم کی بھلائی کے دن آتے ہیں تو جہاں ایک طرف رعایا میں دل و دماغ کی صلاحیتیں ترقی کرجاتی ہیں تو وہیں قدرت بھی انھیں ایک اچھا حکمران نصیب کرتی ہے۔ اور سامان تو خدا کرتا ہے لیکن کام انسان سے لئے جاتے ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی مشرق کیلئے خاص مبارک ثابت ہوئی اسکا آغاز روس اور جاپان کی عہدنامہ کی ہوا۔ اس کو پانچ چھے ہی سال گزرے تھے کہ جلالت مآب نواب میر عثمان علی خان صدیقی متع اللہ ملکہ و سلطنتہ کا دور حیدرآباد میں شروع ہوتا ہے اس زمانے میں ترکی کا مرد بیمار بوسفورس کے کنارے نزع کے عالم میں تھا۔ ایران افغانستان بھی دہلی اور پشاور کا وظیفہ خوار ہوچکا تھا۔ یمن کسی شمار و قطار ہی میں نہ تھا۔ باقی تمام اسلامی آبادی والے ملک کسی نہ کسی مغربی قوت کے دست نگر ہوچکے تھے۔

جنگ عظیم کے دوران میں حیدرآباد میں کرنسی نوٹ (کاغذی سکہ) جاری ہوکر مالی استحکام کا باعث بنا اور جامعہ عثمانیہ قائم ہوکر دماغی آزادی حاصل اور ذہنی غلام سے نجات حاصل ہوئی۔ آس پاس کے علاقوں میں بھی کایا پلٹ نظر آنے لگی۔ امان اللہ خان نے افغانستان کو اور رضا خان نے ایران کو اور کمال پاشا (آتاترک) نے ترکی کو نہ صرف صحتمند بلکہ طاقتور ملکوں کی صف میں پہنچا کر دم لیا۔ ترکی کے ٹکڑے تو ہوئے مگر انھیں نگلنے والے ہضم نہ کرکے اگلنے پر مجبور ہوتے گئے۔

چند دن بھی نہیں گزرے تھے کہ ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۳ء میں جلالت مآب شاہ دکن نے حیدرآباد کی دو صد سالہ سالگرہ اعلان خودمختاری منائی اور اس

قومی عید کا احیا کرکے حکم دیا کہ "اس عظیم الشان واقعے کی یادو رسم قابل ہے کہ سکو دائماً تازہ رکھیں اور قومی زندگی کے اظہار کے لئے مزید کوششیں عمل میں لائیں"۔

چودہ برس ہوگئے۔ ایک مردہ قوم کو زندہ کرنے کے لئے یہ چودہ لمحے جتنے کم ہیں ظاہر ہیں اس چودہ سال میں ہماری قوم کے سڑے ہوئے جسم میں آب و ہوا کی ناموافقت اور ماحول کی خراب حالت کے باوجود جتنے بھی آثار زندگی پیدا ہوئے ہیں وہ حوصلہ افزا ہیں اور ان کے لئے ہم خدائے مسبب الاسباب کے بعد ظل اللہی کے ممنون ہیں۔

رسول اللہ صلعم کی جب وفات ہوئی تھی تو عرب کے گوشے گوشے میں بغاوت اور ارتداد پھیل گئے تھے۔ تیئیس سالہ فوق البشر جدوجہد کے بعد مردہ اور مرکز گریز عرب میں جو یکجہتی اور زندگی آئی تھی وہ پھر سے بربادی سے دوچار ہونے لگی تھی۔ ایسے وقت سیدنا ابوبکر الصدیق رضؓ میدان میں آتے ہیں اور اپنے اہم اور بروقت فیصلوں سے وہ رہنمائی فرماتے ہیں کہ اسلام کی بگڑی بن جاتی ہے اور وہ بجا طور سے خیر البشر بعد الانبیاء کے لقب کے مستحق ٹھیرتے ہیں کہ سیاسی طور سے اسلام کی آج تک اتنی بڑی خدمت کسی امتی نے نہیں کی۔

ہمارے وطن حیدرآباد کی مایوس کن اور حوصلہ فرسا حالت میں بھی سوائے کسی نسل صدیقؓ کے کسی اور سے کیا توقع ہوسکتی تھی۔ اور ہوا بھی یہی کہ ۱۱۴۲ ہجری میں قمر الدین خان صدیقی نے مغلیہ ہندوستان کے جلتے گھر سے بانسے ہی نہیں گھر سے بچالئے اور ۱۳۴۲ ہجری میں انھیں کے سپوت آقائے ولی نعمت عثمان علی خان صدیقی نے سوتے ملک کو ٹھوکر دی اور بھلائے ہوئے مقصد کو یاد دلا کر منزل مقصد کی طرف رواں دواں کردیا۔ خدا ان سے دین کے بڑے بڑے کام لے اگر آصف جاہ اول یہ نہ کرتے تو آج دکن میں مغلیہ سلطنت باقی نہیں رہتی بلکہ وہ باری باری مرہٹوں، روہیلوں، اور مغربی یورپ کے بنیوں کے ہاتھ کا اسی طرح کھلونا بنتا جس طرح پائے تخت دلی بنا۔ سلاطین آصف جاہی بے شبہہ دلی کی حکومت سے آزاد ہوگئے لیکن جب تک دلی میں کوئی مغل بادشاہ رہا، وہ فوق العادت نمک حلالی سے انکے جان و مال سے وفادار رہے۔ نہ علی وردی خان کا خاندان بنگال میں رہا نہ غازی الدین حیدر کے جانشین لکھنو کے مالک ہیں آصف جاہ اول اور سکندر جاہ کی بے نفسانہ نمک حلالی نہ صرف دین میں بلکہ دنیا میں بھی ان کی سرخروئی کا باعث بنی اور

ان کی اولاد کیلئے بھی ظل اللٰہی اور چتر شاہی کے مہیا کرنے کا باعث بنی ـــــ غرض ہمکو دلی کی حکومت اور دلی کے بادشاہ میں فرق کرنا چاہیے جو اب ایک ہی شخص کو حاصل نہ تھے ۔ آصف جاہی خاندان دلی کے بادشاہ کے وفادار اور مددگار رہے اور دلی کے غاصب افسران حکومت کی دستبرد سے دکن کو بچا کر مغلیہ سلطنت کی خدمت کرتے رہے ہیں ۔

یہ تو تاریخی پس منظر رہا ہے ۔ اس زمانے میں ہمیں علم بھی تھا اور جسم بھی تھا اور وہ جو آج ہند میں کوس لمن الملکی بجا رہے اور دعوائے انا خیر منہ[1] کر رہے ہیں، اس وقت ہماری مدد کے طالب وملتجی تھے ۔ اور آج بھی کوئی شخص ہمیں اپنا "حلیف صادق" کہنے پر آمادہ ہے تو اس لئے نہیں کہ ہمارے مردوں میں زنانہ پن اور عورتوں میں مردانہ پن بڑھ رہا ہے؛ اس لئے نہیں کہ ہمارے ہاں سینما گاؤں گاؤں میں پھیل گئے ہیں؛ اس لئے نہیں کہ شراب خواری سے سالانہ ڈیڑھ کروڑ کا ٹیکس حکومت کو وصول ہوتا ہے (جو دنیا میں سب سے کم نرخ اور کم شرح سے وصول کیا جاتا ہے)؛ اس لئے نہیں کہ ہم میں ہر حصہ عالم کی برائیاں "تہذیب" کے نام سے روز افزوں اختیار کی جارہی اور ہم کو دن بدن حکمرانی کے نااہل بنا رہی ہیں ـــــ بلکہ اس لئے اور صرف اس لئے کہ ابھی ہمارے پاس دس بارہ ہزار کی فوج ہے، ملک کے اکثر اونچے افسروں میں چند ایک کالے بھی ہیں اور بوقت ضرورت ہمارا خزانہ عامرہ کچھ روپیہ بھی دے سکتا ہے ۔

نقصہ بَسطۃً فی العلم والجسم ہوا تو ہمیں سنایا جانے لگا ہے کہ تم ماتحت ہو، غلام ہو اور دست نگر ہو ۔ اگر پھر سے ہم زادہٗ بسطۃً فی العلم والجسم کا مظاہرہ کریں گے تو رفتہ رفتہ ناگزیر طور سے مخاطب کا لہجہ بدلنے لگیگا اور حقارت کی جگہ خوشامد شروع ہو جائیگی ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِھِمْ اور نیز لَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ ۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنی حیثیت سے واقف ہو کر اس کے بقا کی فکر کریں ـــــ کیونکہ وہ بھی اب خطرے میں ہے اور حریف اسکو بھی ماننے سے انکار کر رہا ہے ـــــ اس کے بعد اس کی ترقی کا زمانہ آئیگا ۔ کسی کی اچھی کوشش سے نہ صرف وہ بلکہ اس کے جانشین بھی مستفید ہوتے ہیں اور کسی کی بدروش سے اس کے علاوہ اس کے بعد والے بھی خمیازہ بھگتتے ہیں ۔ وللّٰہ عاقبۃ الامور ۔

(۱) پیرامونٹ سی

ہمارا مطمح نظر اور اس کے حصول کے ذرائع

بیدار شو اے دیدہ کہ ایمن نتوان بود
از سیل دمادم کہ درین منزلہ خوابست

مقتبس

زندہ اور مہذب اقوام کا مطمح نظر، میدان ترقی میں آگے بڑھنا ہے۔ انسانی تخیل کو کشش، قوت ارادہ اور قوت عمل کو قوم کے سنوار اور بگاڑ میں بڑا دخل ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔

؎ خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

غیر مغلوب ہمت، بلند حوصلگی، اولوالعزمی و جد وجہد ہی انسان کو ذلت اور پستی و نکبت کے گڑھے سے نکال کر اس کے سر پہ کامیابی کا تاج رکھتی ہے اور اس کی معراج ترقی تک رہبری کرتی ہے۔

؎ بہر کاری کہ ہمت بستہ گردد
اگر خاری بود گلدستہ گردد

مبصرین پر ظاہر ہے کہ گاریبالڈی اور ماتزینی Mazzeni کی کوشش سے اطالیہ و اشنگٹن کی ہمت سے امریکا، کمال پاشا کی سرگرمی سے ترکیہ، اکبر خان اور امان اللہ خان کی بلند ہمتی سے افغانستان، امر سنگھ کی دلیری سے نیپال، میکاڈو کے اعظم کی جد وجہد سے جاپان، آزاد اور خود مختار قوموں کی صف میں کھڑے ہو گئے ہیں۔ خدا انہیں کی مدد کرتا ہے جو اپنی آپ مدد کرتے ہیں۔ "ولینصرن اللّٰہ من ینصرہ" (God helps those who help themselves)

مرد باید کہ ہراساں نہ شود
مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

جو قوم اپنی حفاظت، بقا اور ترقی کا دار و مدار اور انحصار اجنبیوں اور غیروں پر رکھے اور انکو اپنے مفاد کا کفیل اور ضامن تصور کرے، اور خود جمود اور خمود کی زندگی بسر کرے تو ایسی قوم بہت جلد زوال پذیر اور تنازع للبقا میں پسپا ہو جاتی ہے اپنے ملک و ملت کی ترقی

اور حفاظت و صیانت کے لئے افراد قوم کو خود کوشش کرنی چاہئے۔

۶ کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جو کوشش کرے۔

۶ بر توکل زانوئے اشتر ببند

پر ہمارا عمل ہونا چاہیئے۔

اس نظریے کو قران مجید میں نہایت وضاحت اور بسط سے بیان کر دیا گیا ہے کہ "اے مومنو اگر تم خدا (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جمائیگا"

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم (پ ۲۶، س ۴)

کیا اسلام مانع ترقی ہے

دوسرے ملل میں وطنیت اور قومیت کو نہایت اہمیت دیجاتی ہے۔ انکی بقا، اور شیرازۂ جمعیت ہے بھی اسی سے وابستہ۔ مگر اس کے برخلاف مسلمانوں کی روح زندگی، انکی بقا، ان کا قومی استحکام ان کی ملی جمعیت اور ترقی غرض انکا سب کچھ انکے مذہب پر منحصر ہے۔ مذہب پرستان اسلام کی اس ہزار سالہ دینی روح کو مٹانے اور انکو بیت بت نما بنانے کیلئے عرصہ دراز سے مغرب دسیسہ کاریاں کر رہا ہے اور اس کے اس پروپیگنڈے) سے اسلامی نئی نسل ایک حد تک متاثر ہوکر مذہب ہی سے متنفر اور کنارہ ہو رہی ہے اور اسکو مانع ترقی تصور کرنے لگی ہے ——

حالانکہ دنیا میں اسلام ہی ایک مذہب حق ہے جو ترقی کا مرادف ہے۔ دوسرے مذاہب اور ادیان کی مذہبی تعلیم کا عنصر غالب رہبانیت اور ترک دنیا پر مبنی ہے۔ ایسے مذہب کے ترک سے ہی انکی دنیادی ترقی ہوسکتی ہے اور دنیا میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ مگر اسلام ہرگز دنیاوی ترقی کا مانع نہیں بلکہ وہ تو دین و دنیا دونوں کی ترقی کا علمبردار حامی اور سرپرست ہے۔ مسلمانوں کی شاندار اور تابان و درخشاں تاریخ اور سورہ "فتح" اور "نصر" اور فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ. اس دعوے کے بین ثبوت ہیں۔ اسلام نام ہے اس دستور العمل آسمانی ہدایت ملی آخوت، اور اُسوۂ حسنہ کا جس کی صحیح پابندی سے انسان اس عالم فانی میں اپنی ہستی کو اپنے اور اپنی ملت کیلئے مفید اور کارآمد بنا سکتا ہے، اور اعلیٰ مرتبے پر پہنچ سکتا ہے اور عالم آخرت کی لازوال ربانی رحمت اور ابدی مسرت کا مستحق ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ الذین آمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ یعنی واللہ کے دوست وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے

ان کو دنیاوی زندگانی میں بھی فتح و نصرت ، کی بشارت ہے اور آخرت میں بھی (پ ۱۰ ع ۱)

رومن امپائر کو مسلمانوں نے سات برس میں شہنشاہیت عجم کو دو ماہ میں اسپین کو دو سال میں فتح کرلیا (تمدن عرب لیبان صفحہ ۱۳۷) مسلمانوں کی ترقی صفحہ ۱۲ - اسکا راز بس یہی تھا کہ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ، تم اسی وقت سر بلند رہوگے جب تم پکے مومن ہو۔

مسلمانوں میں جبتک مذہبی جوش، دینی حرارت، ولولہ، عزم، جذبۂ ملک گیری، تھے، کوئی قوت ان کے عزم راسخ کو روک نہ سکی۔ ڈاکٹر لیبان لکھتا ہے کہ "عربوں نے دنیا کو فتح کرنا اسی دن سے شروع کیا جس دن سے انھوں نے دین محمدی کی برکت سے اپنے کو ایک قانون مقررہ (شریعت) کا پابند کرلیا یہی پابندی تھی جس نے عرب کے متفرق قبائل کو یکجا کیا (تمدن عرب صفحہ ۷۰۴)

مایوسی کفر ہے

پست ہمتی، نگونساری اور مردہ دلی کی علامت ہے ، اسلام مایوسی کو کفر بتاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے "نہیں مایوس ہوتی ہے خدا کی رحمت سے مگر کافروں کی قوم"۔ حدیث شریف میں ہے "الیاس من الکفر" مایوسی کفر ہے۔

اولوالعزم اور بلند ہمت شخص اپنے پاس مایوسی کو پھٹکنے نہیں دیتا۔ فاتح روم و عجم حضرت فاروق اعظم کا قول ہے کہ "پست ہمت نہ ہونے کی کوشش کر۔ انسان ترقی کو پست ہمتی سے بڑھکر کوئی چیز صدمہ نہیں پہنچاتی (اجتہد ان لا تکون دنی الھمۃ فانی ما رأیت شیئا اسقط لقدم الانسان من تدانی ھمۃ)

ہمارا مطمح نظر

ہمت بلند دار کہ مردان روزگار
از ہمت بلند بجائی رسیدہ اند

زندہ اور متمدن اقوام اپنے ملی جھنڈے کے بلند کرنے اور اپنے وطن کی خود مختاری اور استقلال و استحکام کو اپنا مطمح نظر بناتے ہیں۔ حالیہ جنگ عظیم کا مقصد اعظم وزرائے انگلستان و فرانس و امریکہ کی بیان کے مطابق "کمزور قوموں کی حمایت اور ان کے ممالک کی حفاظت" تھا اور بس۔

اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ جس طرح افراد کی غلامی قابل نفرت اور ذلیل چیز ہے اسکو مٹانے میں علمبردار حریت انگلستان سب سے پیش پیش اپنے کو ظاہر کر رہا ہے ، اسی طرح قوموں کی غلامی اور محکومی بھی قابل لعنت اور لائق حقارت چیز ہے۔ کامل خود مختاری ہر حکومت کا فطری حق ہے ۔ یہ نفیس، عزیز، قیمتی تحفہ (کامل خود مختاری) دیا نہیں جاتا بلکہ قوم کی مسلسل جد و جہد اور انتھک کوشش سے

لیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قانون قدرت ہے کہ زندگی کی اعلیٰ ترین چیزیں ملتی نہیں حاصل کیجاتی ہیں۔ غلامی کی لعنت محکومی کے طوق، استبداد کی زنجیر کو افرادِ قوم کی عملیت، انکے اصلی جذبات اور حقیقی احساسات توڑ دیتے ہیں۔ ؎

نظر کیفی، دل سرشار پیدا کر
جو پیدا کر سکے یہ حال صہبا پیدا کر

آئرلینڈ، مصر، عراق، شام، چین، اسی مقدس مہم کے سر کرنے کیلئے میدانِ عملیت میں گامزن اور محکوم و غلام اور بے حس اقوام کے سامنے ایک شاہراہ عمل اور ایک طریق کار پیش کر رہے ہیں۔

آج محکوم اور غلام ہندوستان کے پیش نظر مکمل خود مختاری کا لائحہ عمل ہے، ہر صوبے اور ہر ضلع میں اس مقصد کے حاصل کرنے کیلئے ہندو سبھا، نوجوان سبھا، سنگٹن سبھا، بھارت سبھا، سوراج اور کانگریس سبھا کی انجمنیں اور ذیلی انجمنیں برسر عمل اور رو بعمل ہیں۔ سب کا مطمح نظر ہندوستان کی آزادی اور خود مختاری ہے ....

ذریعۂ حصول

؎ کاروان رفت و تو در کمینگاہ بخواب
وہ کہ بس بیخبر از غلغل بانگ جرسی

قوت اعلیٰ اور مرکز اصلی سے مربوط ہو کر ملی تعمیر، متحدہ قومیت کی آبیاری اور جماعتی قوت کا پیدا کرنا ہمارے مطمح کے حصول کے ذرائع ہیں۔

قرآن شریف میں اس کے متعلق چار حکم دئے گئے ہیں

(۱) **مشورہ** (وشاورھم فی الامر) شورت مہتم بالشان چیز ہے، اسکو نہایت اہمیت دی گئی ہے۔

(۲) **معدلت** (ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان) بغیر انصاف اور عدل گستری کوئی قوم حقیقی ترقی نہیں کر سکتی۔

(۳) **اتفاق** (واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا) ملی تعمیر و ترقی کے لئے اتحاد و اتفاق لازم و ملزوم چیز ہیں۔ قوم کی زندگی کیلئے مذہبیت، قومی اتحاد، اور قومیت کا احساس بہت ضروری ہیں۔ قومیت اور مذہبیت کا جذبہ جب تک برقرار رہے اسوقت تک قوم میں زندگی کی روح تازہ رہتی ہے۔ جب یہ جذبہ کمزور ہو جاتا ہے تو قوم میں کمزوری آجاتی ہے۔ اور اس جذبے کے مٹ جانیسے قوم مردہ ہو جاتی ہے۔ جب ملک متحد اور محبت و اخوت اور ہمدردی کے زبردست رشتوں سے مرتبط ہو جائیگا تو وہ دن دور نہیں کہ ہم اسکو ترقی، حقیقی مرفہ الحالی اور مکمل خود مختاری سے سربلند و شادکام دیکھیں۔ اہل ملک کے دماغ میں ذریعہ تحریر و تقریر ملکی خود مختاری کی امنگ مستحکم اور مستقل طور پر جاگزین کرا دینی چاہئے۔

(۴) **قوت** (وَاَعِدّوا لھم الآیۃ) مسلمات سے

ہے کہ قومی قوت اور ملی طاقت ترقی کا زینہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "المومن القوی خیر و احب الی اللّٰہ من المومن الضعیف" یعنی قوی مومن بہتر ہوتا ہے اور خدا کو ضعیف مومن سے زیادہ پسند ہوتا ہے۔ افراد کی مضبوطی سے قوم کی مضبوطی ہوتی ہے۔ قوم کی عظمت اور ملک کی شوکت افراد ہی کی حالت سے وابستہ ہے۔

حکومتوں کے معاہدے اور عہود و مواثیق کی پابندی اور ایفائے وعدہ، سب کچھ اسی پر منحصر ہیں طاقت کے سامنے مخالفت و موافق سب سر جھکاتے ہیں۔ قومیں قوت کے سہارے اٹھتی ہیں، قوت ہی سے بڑھتی ہیں اور قوت ہی سے زندہ رہتی ہیں۔

ہمارے سامنے ترکی، جاپان، اور افغانستان کی مثالیں موجود ہیں کوشش، جدوجہد، قربانی اور ایثار کے بغیر کوئی قوم باعظمت نہیں بن سکتی حکمائے عرب کا مقولہ ہے کہ "العقل السلیم فی الجسم السلیم"، عقل سلیم تندرست جسم ہی میں ہوتی ہے۔

(S. Smith) سڈنی اسمتھ لکھتا ہے کہ "زندگی کے تمام بھاری انعامات اور کامیابیاں ہمیشہ تندرست تنومند اور قوی اشخاص ہی حاصل کرتے ہیں"۔

مارسڈن لکھتا ہے کہ "اعلیٰ درجہ کی پائیدار خصلت اور کردار کے ساتھ جسمانی مضبوطی کا ہونا بھی لازمی ہے۔ وہ لوگ جو اپنی خصلت کی پائیداری اور مضبوطی کے لئے مشہور تھے عموماً طاقتور اور صحت کے اچھے تھے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جسیم اور قوی انسان کا رعب و داب زیادہ ہے"

ہربرٹ اسپنسر لکھتا ہے کہ کسی قوم کی اعلیٰ ترقی حاصل کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس قوم کے اشخاص اعلیٰ درجے کے حیوان بھی ہوں" (کتاب ایجوکیشن از اسپنسر)

مارسڈن لکھتا ہے کہ "اقبال مند بننے کے لئے تمہیں دماغی قوت کو ترقی دینی لازم ہے اور دماغی نشوونما میں سوائے تندرستی جسم کے اور کسی چیز سے زیادہ مدد نہیں مل سکتی آج کل کے تنازع للبقائی ——— (STRUGGLE FOR EXISTENCE) میں وہی لوگ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں جو اپنے جسموں کو اچھی حالت میں رکھتے ہیں"۔

جنرل فون بیرن ہاردی اپنی مشہور کتاب "جرمنی اور آئندہ جنگ" میں قومی تعمیر کے متعلق لکھتا ہے کہ "حال میں ان نوجوانوں کیلئے جنکی عمر اسکول میں پڑھنے کی نہیں ہے، مفید صحت ورزشوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ وہ اپنا خالی وقت اسمیں گزارتے ہیں مدرسوں اور کلبوں کی ورزشی تعلیم سے جسمانی ترقی پر مفید اثر ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان وجوہ سے عام ورزش اور فن سپاہ گری کا پورا انتظام کیا گیا ہے" الخ

ڈاکٹر لیبان لکھتا ہے کہ وہ ہمارے وقت میں تلوار کا زمانہ شروع ہوگیا ہے اور جو اوقی کمزور ہے اسکا نیست ونابود ہونا لازمی ہے۔" (تمدن عرب صفحہ ۵۳۹)

مذکورہ بالا چند مختصر اقتباسات سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ آجکل زندہ اقوام فزیکل سائنس اور فن سپاہ گری کو از حد زیادہ اہمیت دیتے ہیں کہ صحت جسمانی، تندرستی بدنی نشو ونمائے دل ودماغ اور حقیقی ترقی کے لئے یہ نہایت ضروری ہیں۔ ؎

ورزش سے خون بڑھتا ہے جسم نحیف میں
ہوتی نہیں خرابی ہے خون لطیف میں
تعلیم علم ہوتی ہے جس طرح صبح وشام
تعلیم جسم کا بھی مناسب ہے انتظام
ورزش سے دل کو انس وتمنا اگر رہے
پُرخم کبھی نہ صورت لیزم کمر رہے
دل شیر آدمی کا ہو، ستم پہ ڈر رہے
دنگل خوشی کا پیش نظر عمر بھر رہے
بھٹکے نہ پاس ضعف، مرض کی نہ کچھ چلے
جوش میں بچیں الم کے ہمیشہ امن سے ملے،

(مخزن حکمت صفحہ ۱۰)

ہز ہائنس یوراج بہادر نے ۵ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء کی ایجوکیشنل کانفرنس میں کہا۔ وہ آپ لوگ اتنک طالب علم کے دماغ کے ساتھ مصروف رہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب آپ انکی جسمانی تعلیم کی طرف متوجہ ہوں۔ انکو ایک اسپورٹس مین، اور ایک سچا اسکاوٹ کا ہیرو بنائیں۔ اگر آپ جسمانی تعلیم کو دماغی تعلیم کے ساتھ ملا دیں تو آپ ایک مکمل آدمی بنا سکیں گے"

خاتمہ یورپ کی ذرائع ترقی پانچ امور پر مبنی ہیں (۱) تربیت (۲) تیغ (۳) تجارت وحرفت۔ (۴) تبلیغ (۵) تنظیم ہم مختص بالمکان اور مختص بالزمان، امور کو ملحوظ رکھ کر ترمیم کے ساتھ ان اصول پانچگانہ سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

یہاں چند خاص امور لکھے جاتے ہیں جو قومی ترقی اور اصلاح کیلئے بہت ضروری ہیں۔

(۱) دل کے قوی، ہمت کے بلند، ارادے کے پختہ، محنتی، منضبط اور راست باز ہوں

(۲) شجاعت، بہادری اور عزم وہمت کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کریں۔

(۳) راحت طلبی، عیش پسندی اور کاہلی سے دور۔ سادہ لباسی، سادہ خوراکی، اور کفایت شعاری کے عادی بنیں۔

(۴) ضروریات زندگی کو محدود کریں۔

(۵) اپنے ملک وملت ودربار شاہ کیلئے جان ومال قربان کر دینے کیلئے ہمیشہ تیار رہیں۔

(۶) خداوند تعالیٰ کے سوا کبھی کسی سے نہ ڈریں۔

(۷) ایثار کریں اور خود جفا برداشت کرکے اوروں کو راحت پہنچائیں۔

(۸) اپنا نصب العین معین کرکے ہمیشہ تن من دھن سے اسکے حصول کی کوشش میں منہمک رہیں۔ فقط۔

از مولوی محمد غوث صاحبؒ

دُعا

از علامہ حکیم محمد وحید الدین صاحب عالی مرحوم

عثمان علی شاہ دکن چون خورشید — روشن بود اخترش بنور جاوید
ہر شب کہ درآید شب قدرش باشد — صبحے کہ دمد باد بعشرت چون عید
اے شہ کہ سمی حضرت عثمانی — در ملک علوم زیبدت سلطانی
باشی بجمال مہر و مہ را ثالث — در عمر ابد شوی خضر را ثانی
اے شاہ فلک ترا موافق باشد — ز اسکندر و جم قدر تو فائق باشد
خرگاہ تو تا حشر بود محفل عید — درگاہ تو کعبۂ خلائق باشد

دولت آصفیہ و انگریزی قوم کے تعلقات پر ایک نظر

از شاہ ابوالخیر کنج نشین

شہر بخارا میں خواجہ قلیچ خان خواجہ عابد منصب قضاۃ اور شیخ الاسلام کے عہدہ پر مامور تھے شاہجہان کے عہد میں ہندوستان آئے اور جلیل القدر مراتب ی سرفراز ہوئے چند روز کے بعد ان کے صاحبزادے میر شہاب الدین خان بھی ہندوستان آئے اور سلطان عالمگیر کے عہد میں کارہائے نمایاں انجام دیئے جس کے صلے میں فیروز جنگ کا خطاب سرفراز ہوا۔

۱۶۸۷ء/۱۱۲۲ھ میں عالمگیر نے دکن پر چڑھائی کی اور قلعہ گولکنڈہ کا محاصرہ کیا اور اسکی خدمت نواب فیروز جنگ کے تفویض تھی انہوں نے اس لڑائی میں وفات پائی جس کے سبب عالمگیر کو بیحد رنج ہوا۔

نواب قمرالدین خاں صدیقی اور تخت دہلی

عالمگیر نے ان کے فرزند نواب میر قمرالدین خان کو مناصب اور چین قلیچ خان کے خطاب سے معزز کیا۔ یہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مختلف مقامات کے صوبہ دار رہے اور کچھ عرصے تک سلطان جہاں دار شاہ کے وزیر بھی رہے ۱۷۱۲ء میں فرخ سیر نے دکن کی صوبہ داری پر انتخاب فرمایا اور نظام الملک فتح جنگ کا خطاب دیا۔

چونکہ اس عہد میں سلطنت مغلیہ کی حالت نہایت ابتر ہو رہی تھی اور ملک میں شہنشاہ کی کوئی وقعت و عظمت نہ تھی اور شہنشاہ کی حکومت برائے نام تھی امرا اور اعیان سلطنت اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے ہر وقت ملک کے امن و امان میں خلل پیدا کرتے رہتے تھے چو طرف طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی ملک کے مختلف صوبہ دار خود مختار ہو گئے تھے ایسے نازک موقع پر حضرت آصف جاہ اول نے نہایت دوراندیشی سے کام لیا ادھر تخت دہلی کو سنبھالنے کی کوشش فرمائی تو دوسری طرف دکن میں امن و امان قائم رکھنے کی بھی سعی کی اور ہر وقت شہنشاہ دہلی کے فرمانبردار رہے ممکن حد تک کبھی بھی منہ نہیں موڑا لیکن وہ

وہ امرا اور خودمختار صوبہ دار جو حضرت آصف جاہ کی اس غیر معمولی شخصیت سے بیحد متاثر تھے وہ ہر وقت حضرت آصف جاہ کو مغلوب کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ تاکہ ان کی خودمختاریت اور مطلق العنانی میں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ رہے اس خیال میں خاندیس کے صوبہ دار مبارز خان کو حضرت آصف جاہ کی خودمختاری کا دور۔ ختم کرنے کے لئے ابھارا۔ لشکر کھڑا علاقہ برار کے مقام پر ۱۱۳۷ھ میں ایک خونریز جنگ ہوئی۔ آخر حضرت غفران مآب نواب نظام الملک آصفجاہ اول کو بتاریخ ۲۹ رجب ۱۱۳۷ھ کو کامل فتح ہوئی۔

اس خونریز اور معرکتہ الآرا جنگ کے بعد دکن کی تاریخ میں ایک قسم کا انقلاب پیدا ہوتا ہے ...... دکن کا تعلق شہنشاہ دہلی سے نہیں رہتا اور نہ دکن حکومت دہلی کو کسی قسم کا کوئی خراج ادا کرتا۔ بلکہ دکن کا تعلق حکومت دہلی سے مساویانہ اور محبتانہ رہتا ہے۔ جب محمد شاہ شہنشاہ دہلی کو آصف جاہ کے دکن پر تسلط پانے کی خبر پہنچتی ہے تو نہایت مسرت و انبساط کے ساتھ دکن میں ان کی بادشاہت کو تسلیم کرتے ہوئے نظام الملک کو آصف جاہ کے خطاب سے مفتخر کرتا ہے۔

اس تاریخ سے حضرت آصف جاہ اول تنہا خودمختار بادشاہ کی حیثیت سے دکن میں حکمرانی قائم کی نظام الملک فتح جنگ آصف جاہ جیسے خطاب موروثی قرار دیے گئے۔ اس طور پر دکن میں دولت آصفیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اور تاریخ میں حضرت آصف جاہ اول اس دولت کے قیام کے بانی کہلائے۔

حضرت آصف جاہ اول خودمختار حکمران تو ہو چکے تھے۔ لیکن کبھی بھی شہنشاہ دہلی سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کئے۔ ہر وقت تخت دہلی کی مدد کرتے تحفہ تحایف پیش ... کرتے رہتے تھے۔ نادرشاہی قتل آپ ہی کی مجموعہ کوششوں سے موقوف ہوا۔ اور دوبارہ تخت دہلی پر مغلیہ سلاطین کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس کے بعد دہلی سے اپنے پایہ تخت آئے۔ اور ملکی انتظامات میں مصروف رہے۔ آپ ہی کے عہد میں کرناٹک ارکاٹ۔ ترچناپلی جیسے جدید علاقے سلطنت آصفیہ میں شامل ہوگئے۔

حضرت آصف جاہ اول بڑے تجربہ کار اور ایک برگزیدہ شخص ہی نہ تھے ...... بلکہ ... بہادر اور سخی بھی تھے حاجتمندوں اور غریبوں کو اسقدر دیتے کہ وہ پھر سے کبھی سوال نہ کرتے تھے۔

آپ کے دربار میں ہر قسم کے اشخاص شریک ہوا کرتے تھے ملک میں ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل تھی جس طرح ایک مسلمان کو اپنے تقاریب منانے کا حق حاصل تھا اسی طرح ...... دیگر مذاہب کے اشخاص کو بھی اپنے تقاریب منانے کا حق حاصل تھا یہی وجہ تھی کہ دکن کی رعایا آپ سے بیحد محبت رکھتی تھی آپ رعایائے دکن کے مقبول اور ہر دل عزیز فرمانروا تھے۔

انگریزی تعلقات کی ابتداء　حضرت آصف جاہ اول ہی کے عہد میں سلطنت آصفیہ سے انگریزی قوم کے تعلقات کی ابتدا ہو چکی تھی یہ تعلقات دو دوستوں کے مانند نہیں تھے بلکہ ایک فریادی اور فریاد رس کے سے تھے تجارت کی غرض سے اس قوم نے ہندوستان کے مختلف مقامات پر اپنی کوٹھیاں قائم کر رکھی تھیں اس زمانہ میں انگریزوں کے ساتھ فرانسی قوم بھی انکے دوش بدوش تجارت کیا کرتی تھی ان دونوں قوموں میں اتفاق نہیں تھا اور نہ ان دونوں کے تعلقات اچھے تھے ۱۷۴۶ء میں فرانسیسوں نے انگریزوں سے مدراس چھین لیا کرناٹک کے آصفجاہی گورنر انورالدین خاں نے ...... انگریزوں کی کوئی مدد نہیں کی جس کی بنا پر آصف جاہ اول کی خدمت میں انگریزی کمپنی نے درخواست پیش کی آپ نے اس فریاد کو نہایت توجہ سے سنا اور کرناٹک کے صوبہ دار کے نام احکام جاری فرمائے کہ فرانسیسوں سے مدراس واپس لیکر انگریزوں کو دلوا دیا جائے اس بنا پر صوبہ دار کرناٹک نے مدراس کو انگریزوں کے حوالہ کیا اس طرح سلطنت آصفیہ سے انگریزی قوم کے تعلقات پیدا ہونا شروع ہوئے اور وہ باامن شہری کی حیثیت سے ریاست کے اندرونی حدود میں تجارت کرنے لگی یہ کسے معلوم تھا کہ اس قوم کی قسمت میں آئندہ تمام ہندوستان کی حکمرانی لکھی ہوئی تھی۔

احمد شاہ ابدالی کی آمد اور شہنشاہ دہلی کی وفات　جب دہلی پر احمد شاہ ابدالی کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو ...... ۱۱۶۱ھ میں آپ شہنشاہ دہلی کی مدد کے لئے دہلی روانہ ہوئے برہان پور پہونچے تھے کہ، محمد شاہ کے ظفر مند ہونے کی اطلاع ملی اور ساتھ ہی بادشاہ کے انتقال کی خبر بھی پہونچی اس اثناء میں حضرت آصف جاہ بہادر سخت علیل ہوئے آخر (۷۹) سال کی عمر میں ۴۔ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ انتقال کر گئے اورنگ آباد میں مدفون ہوئے دو بیٹیاں اور (۶) فرزند چھوڑے ان میں سے ایک نواسہ اور چار شہزادوں نے بادشاہی کی

دور خانہ جنگی　حضرت آصفجاہ اول کے انتقال کے بعد

نواب ناصر جنگ تخت نشین ہوئے لیکن نواب مظفر جنگ نے جو مغفرت مآب کے نواسے تھے اطاعت قبول نہیں کی بلکہ خود کو دکن کی بادشاہت کا مستحق قرار دیا اور حسین دوست خان عرف چندا صاحب نے کرناٹک کے صوبہ دار بننا چاہتے تھے اتفاق سے یہ دونوں آپس میں مل گئے اور ان دونوں نے باہم عہد و پیمان کر کے ناصر جنگ اور نواب انورالدین خان صوبہ دار کرناٹک کے مقابل اٹھ کھڑے ہوئے

فرانسیسیوں اور انگریزوں کی کوششیں

ساحل کارومنڈل پر فرانسیسیوں نے ایک گاؤں پانڈیچری کو خریدا اور اسکو اپنا تجارتگاہ قرار دیا ۔ اس مقام پر فرانسیسی حکومت کی جانب سے گورنر رہتا تھا اسی طرح انگریزی قوم نے بھی بنگال اور مدراس میں اپنی تجارتی کوٹھیاں قائم کر رکھی تھیں ان دونوں قوموں ایسے وقت میں ہندوستان میں اپنی تجارت شروع کی جبکہ ہندوستان میں ایک طرف سلطنت مغلیہ روز بروز کمزور ہوتی جا رہی تھی تو دوسری طرف بہت سی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں قائم ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے جنگ کرتی رہتی تھیں اور تیسری طرف غیر ملکی تاجران ریاستوں کو آپس میں لڑا کر انکو کمزور کرتی اور آخر ان کے ملک پر قبضہ کر لیتی تھی چنانچہ دکن میں مظفر جنگ اور چندا صاحب کو فرانسیسیوں نے مدد پہونچانے کا وعدہ کیا اور ناصر جنگ و انورالدین کو انگریزوں کی مدد حاصل ہوئی اس طرح ان دونون فریقوں میں ایک عرصے تک جنگ رہی لیکن کسی کو بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی ۔

مظفر جنگ کی تخت نشینی

البتہ ہمت خان نامی افغان افسر نے مظفر جنگ کے مشورے سے ناصر جنگ کو اچانک قتل کر ڈالا جس کے سبب ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء میں مظفر جنگ فرانسیسیوں کی مدد سے تخت نشین ہوئے چندا صاحب کرناٹک کے صوبہ دار قرار پائے ۔

صلابت جنگ کی تخت نشینی

۱۱۶۴ھ میں مظفر جنگ بھی مارے گئے جسکی بنا پر آصف جاہ اول کے تیسرے شہزادے نواب صلابت جنگ تخت نشین ہوئے اور فرانسیسون کو مصطفےٰ نگر ایلور راج مندری چکاکل جیسے زرخیز اضلاع جو شمالی سرکار سے موسوم تھے بطور جاگیر دائی دیے گئے

مرہٹوں سے لڑائی

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مغفرت مآب حضرت آصف جاہ اول نے اپنے عہد میں مرہٹوں کی مکمل سرکوبی کی اور انہیں اپنا مطیع و فرمابردار بنایا مگر جب مرہٹوں نے آصف جاہی جانشینوں میں اختلاف اور جنگ و جدل کو دیکھا تو لوٹ مار کو جاری رکھا اور ہر وقت حملے کی تیاریوں میں رہے آخر ۱۱۶۴ھ ایک خونریز جنگ ہوئی جسمیں مرہٹہ قوم کو شکست ہوئی مگر

مرہٹہ قوم اپنی شکست کے باعث خاموش نہیں رہی دوبارہ دکن پر حملہ آور ہوئی اس موقع پر حیدرآبادی حکومت کو صلح کر لینی پڑی اور چند علاقے بیدر بیجاپور اور قلعہ دولت آباد کے نصف حصے سلطنت حیدرآباد سے نکل گئے۔ لیکن تیسری دفعہ ۱۱۷۵ھ میں ایک اور تیسری جنگ ہوئی جس میں مرہٹوں کو شکست ہوئی، گئے ہوئے علاقے دوبارہ مل گئے۔

ان لڑائیوں میں فرانسیسی قوم نے حیدرآباد کی کسی طرح سے کوئی مدد نہیں کی جس کی بنا پر دیئے ہوئے علاقے ہمیشہ کیلئے واپس لے لئے گئے مگر

ان واقعات سے انگریزی قوم خاموش نہیں تھی وہ بھی اپنا جال پھیلا رہی تھی گئے ہوئے علاقوں کو حاصل کرنے کیلئے شہنشاہ دہلی سے ایک فرمان لکھوا کر فرانسیسوں سے ان علاقوں کو حاصل کرلیا۔ لیکن شہنشاہ دہلی کو از روئے قانون دولت آصفیہ کے علاقوں میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں تھا جس کے سبب انگریزوں کو بر بنا فرمان کسی قسم کی کوئی کامیابی نظر نہیں آئی تو دربار نظام میں درخواست پیش کر دی۔

نواب نظام علیخان کی تخت نشینی — حضرت آصف جاہ اول کے عہد میں دولت آصفیہ کے مقبوضات کی سرحد شمال میں نربدا سے شروع ہو کر جنوب میں راس کماری پر ختم ہوئی مغرب میں کوکن کا علاقہ خارج تھا مشرق میں اڑیسہ کے ساحل پر بنگالہ کی سرحد تک ان کی عملداری پھیلی ہوئی تھی ملبار کو چین اور ٹراونکور کو چھوڑ کر مدراس کا تمام علاقہ احاطۂ بمبئی کا جنوبی حصہ اور ممالک متوسط کے وہ قطعات جو نربدا کے نیچے واقع تھے یہ سب علاقے قلمرو آصفی میں شامل تھے۔ اور یہ ملک خاندیس۔ برار۔ اورنگ آباد۔ محمد آباد بیدر۔ حیدرآباد و بیجاپور چھ صوبوں پر مشتمل تھا۔ ان (۶) صوبوں پر دولت آصفیہ کا جھنڈا لہراتا رہا تھا غرض حضرت آصف جاہ اول کے عہد میں قلمرو آصفیہ ایک وسیع حصہ تک پھیل گئی تھی۔ اور جو صوبہ دار و زمیندار اس سلطنت کے ماتحت تھے وہ برابر پابندی سے ہر سال خراج ادا کرتے رہتے تھے اس عہد میں جو مقبوضات قلمرو آصفی میں شامل تھے ان کا ایک نقشہ آئندہ صفحہ میں لکھا گیا ہے۔



نوٹ اس نقشہ کو مولوی حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب مدیر تاریخ نے مداخل و مخارج کے گوشواروں اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے تیار کردہ نقشوں کی مدد سے تیار کیا ہے ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء میں سیاہ مع درمیانی سفید حصے کے مملکت آصفیہ میں داخل تھا اب صرف درمیانی سفید حصہ باقی ہے ملک برار کا رقبہ بھی تبلایا گیا ہے۔

ایک اور نقشہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں جے سی۔ واکر کا تیار کردہ ہے (۱) جو سب میں قابل ذکر اور کار آمد نقشہ ہے۔ ۱۱۶۱ھ میں جب حضرت آصف جاہ اول کا انتقال ہوا تو ملک میں دور خانہ جنگی کا پھر آغاز ہوا یکے بعد دیگرے آصف جاہی تخت پر (۳) بادشاہ تخت نشین ہوئے نواب صلابت جنگ بہادر کے عہد میں ملک میں ابتری پھیلی ہوئی تھی انہی بد نظمیوں کی وجہ سے نواب میر نظام علیخان جو خاندان آصفی کے بہتر اور منتظم شہزادے تھے انکو دکن کی حکمرانی کا موقع مل گیا۔ یہ صرف منتظم ہی نہ تھے بلکہ ریاست کے ماہر اور ایک مدبر سپہ سالار بھی تھے۔ آخر ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء میں آصف جاہ ثانی کے خطاب سے تخت نشین ہوئے

تخت نشین ہوتے ہی سب سے پہلے کھوئے ہوئے علاقے کو واپس لینے کی کوشش کی ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء پانی پت کی لڑائی میں مرہٹوں کی قوت کمزور ہوگئی تھی اور دن بدن اس قوم کی طاقت ٹوٹتی جا رہی تھی اس موقع کو غنیمت سمجھکر ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء میں مرہٹوں سے جنگ چھیڑی اور کھوئے ہوئے علاقے کو دوبارہ حاصل کر کے قلمرو آصفی میں شامل کر لیا۔

ان خارجی جھگڑوں سے فارغ ہونے کے بعد ملک کی اندرونی اصلاح . . . کیطرف توجہ کی اور نہایت سرعت سے ملک میں متعدد قسم کے جدید اصلاحات جاری اور نافذ کئے جب آپکو اسکا بھی علم ہوا کہ انگریز کی قوت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور وہ اون جدید علاقے حاصل کر رہی ہے تو ایسی صورت میں ان علاقوں کو انگریزوں سے لینا چاہا مگر انگریز اس وقت لڑے نہیں بلکہ سرکار نظام میں قیام رابطہ اتحاد کی درخواست پیش کر دی جو منظور ہوئی۔ ۹ جمادی الثانی ۱۱۸۰ھ م ۱۲ نومبر ۱۷۶۶ء میں ایک معاہدہ فارسی زبان میں مرتب ہوا یہ پہلا عہد نامہ ہے جو انگریزی قوم اور نواب نظام کے درمیان مرتب ہوا جس میں (۱۲) شرائط لکھے گئے تھے اس معاہدہ کی رو سے تذکرہ صدر شمالی سرکار کے علاقے دولت آصفیہ کے جانب سے بمراحم الطاف خسروانہ انگریزی قوم کو بطور جاگیر دیئے گئے ایکے مقابلہ میں ان علاقوں کے معاوضہ میں سرکار نظام کو سالانہ (۹) لاکھ روپیہ بطور خراج دینے کا وعدہ اور ضرورت کے وقت سرکار نظام کو فوج سے مدد دینے کا اقرار کیا

انگریزوں کی بے وفائی۔

لیکن بعد میں انگریزوں نے خراج ادا کیا اور نہ وقت پر فوج سے مدد دی ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء میں مرہٹوں سے لڑائی ہوئی تو اس موقع پر بھی انگریز بالکل غیر جانبدار رہے اور کسی قسم کی کوئی مدد نہیں کی اس کے برخلاف انگریزوں کو سلطنت میسور سے جب کبھی لڑنے کا موقع ملا تو حیدرآباد سے

انگریزوں کو مدد پہونچتی رہی۔

ان واقعات سے نظام پر اچھی طرح روشن ہوگیا کہ کمپنی کی فوج نظام کیلئے کسی کام کی نہیں بلکہ کمپنی نے فوج کے اخراجات نظام سے لیکر اپنی خدمت کیلئے تیار کر رکھا ہے اور کسی طرح نظام کا ساتھ نہیں دے سکتی ہے اس بنا پر نواب نظام نے انگریزی فوج کو اپنے علاقے سے علیحدہ کردیا اور اس کے بجائے فرانسیسوں کو دوبارہ مامور کیا اور ایک مستقل باضابطہ فوج مرتب کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اس غرض کے لئے ایک فرانسیسی افسر ریمو کی مدد سے ایک باضابطہ فوج مرتب کی اور ایک جنگی کارخانہ بھی قائم کیا جس میں ہر قسم کا بہترین سامان جنگ تیار رہتا تھا اس طرح حیدرآباد کی فوجی طاقت اسقدر بڑھ گئی کہ ہندوستان میں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا تھا لیکن افسوس ہے کہ تھوڑے عرصے کے بعد ریمو کا انتقال ہوگیا اس کا کوئی جانشین پیدا نہیں ہوا جس کے باعث حیدرآبادی فوج کو بہت نقصان ہوا اس موقع سے انگریز ناواقف نہیں تھے عین اسی زمانہ میں شہزادہ عالیجاہ باپ کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوا مگر شہزادہ کو کامیابی نہیں ہوئی اس لڑائی میں

انگریزوں سے دوبارہ اتحاد

فوج کے منظم ہونے سے ایک ایسے افسر کی ضرورت پیش آئی کمپنی نے دوبارہ سرکار نظام سے دوستانہ اتحاد کی درخواست پیش کی جو منظور ہوئی ۱۷۹۸ء میں ایک جدید معاہدہ مرتب ہوا جس کے (۱۰) فقرات تھے اس معاہدہ کی رو سے انگریزوں کی جمعیت (کمکی فوج) کو مستقل کردیا گیا اور فوج کی تعداد (۶) پلٹنوں تک کردی گئی اس کا تمام صرفہ سرکار نظام پر ڈالا گیا اور سرکار نظام نے اس معاہدہ کے ذریعہ اقرار کیا کہ

(۱) آئندہ حیدرآباد میں سوائے انگریزوں کے کسی دوسری قوم کو کسی قسم کی کوئی نوکری نہیں دیجائیگی

(۲) انگریزوں کی طرف سے حیدرآباد میں ایک انگریزی وکیل (رزیڈنٹ) رکھا جائیگا اس طرح حکومت نظام کے جانب سے بھی ایک وکیل (سفیر) کلکتہ میں رہے گا۔

(۳) سلطان ٹیپو معاہدہ کے کسی ایک فریق پر حملہ آور ہو تو ہر فریق اس میں متحد ہوکر میسور کے خلاف لڑے۔

چنانچہ ۱۷۹۹ء میں میسور سے انگریزوں کی لڑائی ہوئی تو معاہدہ کی رو سے نظام نے انگریزوں کو مدد دی اور میسور کو فتح کرلیا اس کے بعد از روئے انصاف یہ ضروری تھا کہ میسور کا علاقہ انگریزوں اور نظام کے درمیان تقسیم ہوجاتا مگر لارڈ ولزلی جو اسوقت کمپنی کا گورنر تھا اس نے نہایت ہوشیاری سے

چند علاقے نظام کو دیئے اور بعض سرسبز علاقے خود کمپنی کے لئے حاصل کرکے بقیہ علاقوں پر ایک جدید ریاست قائم کرکے قدیم راجگان میسور کے اولاد کے سپرد کی۔

اس عرصے میں کمپنی کی مشاورتی مجلس (کونسل) نے سوچا کہ جب تک ہندوستانی روسا میں باہمی اتحاد واتفاق رہے اسوقت تک کمپنی کو اپنے مقاصد و اغراض میں خاطرخواہ کامیابی نہوسکیگی اس مقصد کو پیش نظر رکھکر لارڈ ولزلی نے نظام سے ایک جدید معاہدہ کے لئے گفت و شنید کی اور آخر ۱۲ اکٹوبر ۱۸۰۰ء کو ایک عہدنامہ مرتب ہوا جس سے نظام کے تعلقات انگریزی حکومت کے ساتھ ایک نئی بنیاد پر قائم کئے گئے اس عہدنامہ کے اہم شرائط یہ تھے۔

(۱) انگریزی کمپنی اور حکومت نظام نے وعدہ کیا کہ اگر کوئی تیسری طاقت ان میں سے کسی ایک پر حملہ آور ہو تو دونوں ملکر اس کا مقابلہ کریں گے۔

(۲) اس کام کیلئے ایک مدافعتی فوج رکھی جائیگی جس کے مصارف میں حکومت نظام نے کمپنی کو وہ تمام مفوضات حوالہ کئے جو ۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۹ء بزمانہ جنگ ہائے میسور ہاتھ آئے تھے وہ سب دیدئے گئے

(۳) آنریبل کمپنی کے مشورہ کے بغیر کسی دوسری طاقت سے کسی قسم کے تعلقات پیدا نہیں کرسکینگے اس کے عوض کمپنی نے وعدہ کیا کہ وہ بھی نظام کی اولاد اوران کے اعزہ کو انکی رعایا اوران کے ملازمین سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھیگی ان سب کے حق میں حکومت نظام کے اختیارات مطلق ہونگے۔

(۴) دوسری طاقتوں سے حکومت نظام کی نزاع ہونے کی صورت میں کمپنی کی حکومت کو فیصلہ کرنے کا کامل اختیار ہوگا۔

اس معاہدہ کی تیسری اور چوتھی شرط نہایت اہم جسکو پورا کرنے کیلئے کمپنی کی حکومت ایک عرصہ سے بے چین تھی تاکہ نظام کمپنی کی حمایت کو قبول کرکے اپنی خارجی آزادی سے دست بردار ہوجائے لیکن اس معاہدہ کی روسے خارجہ آزادی سلب نہیں ہوئی بلکہ دوستانہ اقرار ہواہے اوراس قسم کا عمل عام طورپر جاری ہے جیسا کہ حال میں سعودی عرب اوریمن میں ہوا[1] اسکے علاوہ ایک اور معاہدہ لارڈ ولزلی کے عہد میں ہوا وہ یہ تھا۔

(۱) حکومت نظام بندرگاہ مسولی پٹم میں کارخانہ تجارت قائم کرنے کی مجاز ہوگی اسیطرح اس مقام پر اپنا سفیر بھی رکھ سکیگی۔

(۲) حکومت نظام کے جہازوں پر نظام کا جھنڈا نصب ہوگا جس کی حفاظت انگریزی کمپنی کریگی

(۱) قانون بین الممالک ص ۲۹۶

یہ عہد نامہ ۱۲ اپریل ۱۸۰۲ء میں ہوا تھا جب تک نواب نظام علی خاں زندہ رہے اس وقت تک دولت آصفیہ کی بنیاد مضبوط رہی اور انگریزی کمپنی نظام کی تابانہ خود مختاری کو تسلیم کرتی رہی اور ہر قسم کے آداب ظاہری و باطنی محفوظ رہے سفارتی تعلقات بھی برابر قائم رہے بندرگاہ سولی پٹم پر نظام کے جہازات چلتے رہے اور آصف جاہی جھنڈے کی حفاظت و عظمت بھی ہوتی رہی اندرونی معاملات میں کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کی گئی لیکن نواب نظام علیخان کے آنکھ بند کرنے کے بعد سلطنت کی اندرونی حالت خراب ہونا شروع ہوئی تو انگریزی حکومت نے بھی اپنا رویہ بدل دیا ۱۸۰۵ء تک دونوں حکومتوں کے سفارتی تعلقات مساوی حیثیت سے قائم رہے مگر اس کے بعد انگریزی سفیر رزیڈنٹ ہی میں یہ دونوں قوتیں جمع ہو گئیں رزیڈنٹ حکومت انگریزی اور حکومت نظام دونوں کا سفیر کہلایا گیا اس طرح حکومت نظام کی سفارت رزیڈنٹ میں ضم ہو گئی - نواب سکندر جاہ مرحوم کے عہد میں صرف ظاہری آداب ملحوظ رکھے گئے سرکاری مراسلات میں کمپنی کا گورنر نیازمند لکھا کرتا تھا اور اس کے مقابلہ میں سرکار نظام اپنے لئے مابدولت کے الفاظ استعمال کرتے تھے اور یہ کیفیت نواب افضل الدولہ بہادر مرحوم کے عہد تک جاری رہی اس کے بعد سے انگریزی حکومت نے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی جانشین ہے ایک تخت اپنی روش کو بدل دیا ظاہری آداب جو باقی تھے وہ سب ایک ایک کرکے رخصت ہوتے گئے۔

دولت آصفیہ اور اس کی خود مختاری کے شواہد

دولت آصفیہ ایک خود مختار ریاست ہے ..... ذیل میں ماہرین اصول سیاسیات کے چند شواہد لکھے جاتے ہیں

لارڈ ڈلہوزی اپنے ایک سرکاری خط میں لکھتا ہے کہ یہ حکومت (حکومت برطانیہ) اعلان کرتی ہے کہ وہ کوئی ایسا عمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور نہ خواہش جس سے نظام کی آزادی کسی حد تک بھی متاثر ہوتی ہو معاہدہ خود ایسے عمل یا ارادہ کا مانع ہے۔

جنرل فریزر سابق رزیڈنٹ لکھتا ہے کہ نظام کی حکومت ایک مقتدر اعلیٰ اور خود مختار حکومت ہے اور بحالت موجودہ اس کا جواز نہیں ہے کہ ہم مداخلت کرکے نظام کی آزادی کو سلب کریں

کرنل ہیسٹنگز فریزر لکھتا ہے کہ۔

نظام کا اقتدار اعلیٰ اور اس کی خود مختاری جس کو ہر گورنر جنرل اور ویسرائے نے بلا استثناء تسلیم کیا ہے قابل احترام معاہدات پر مبنی ہے۔

حکومت نظام برطانیا کا کبھی باجگذار یا محکوم تھا

نذاب ہے۔ برخلاف اسکے حیدرآباد سالہا سال تک حکومت برطانیہ کو اس کے خدمات کا صلہ دیتا رہا اور اپنے علاقون کی بابت پیش کش وصول کرتا رہا جو حیدرآباد نے حکومت برطانیہ کو بغرض انتظام سپرد کر دیئے تھے۔

نظام کی معاہداتی حیثیت ایک مقتدر اعلیٰ اور ملکۂ وکٹوریہ کے حلیف کی ہے لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل وقت نے سر چارلس میٹکاف رزیڈنٹ حیدرآباد کے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا کہ ہمارے معاہدات جو نظام کو ایک خود مختار مقتدر اعلیٰ تسلیم کرتے ہیں سو ہمیں کسی مداخلت کی اجازت نہیں دیتے۔ خلاصہ یہ کہ اسوقت بھی ہماری دولت آصفیہ اپنے معاملات میں خود مختار اور اپنے ملک پر اقتدار اعلیٰ رکھتی ہے اور اپنے داخلی اور خارجی معاملات کو نہایت عمدگی سے سرانجام دے سکتی ہے جیسا کہ قانون بین الممالک کے صفحہ (۳۰۹) پر لکھا ہے کہ جب کوئی مملکت کسی دوسری مملکت کی اس طرح ماتحت ہو کہ خارجہ تعلقات کا اختیار باقی نہ رہے (الحمد للہ حیدرآباد کو یہ اختیارات باقی ہیں۔ (مدیر)) تو معاہدہ ماتحتی کو چھوڑ کر ایسی ماتحت مملکت کی دوسری باتون سے قانون بین الممالک بحث نہیں ہوتی گو اس قسم کی بعض بڑی عجیب مثالیں ملتی ہیں مثلاً ہز ہائنس سلطان مسکلہ و شجر

حیدرآباد میں ایک موروثی جمعدار نظم جمعیت اور جاگیردار ہوتے ہیں ہز ہائنس مہاراجہ اندور حیدرآباد کے ضلع بیدر کے مواضع بارنہ و بابل گاؤں کے موروثی پٹیل ہیں اور ۱۹۲۳ء میں حیدرآباد کے محکمہ مالگزاری نے اس تعلق کو ختم کرنا چاہا تو دربار ہولکر کی باصرار درخواست پر کہ یہ بزرگوں کی نشانی ہے حسب فرمان خسروی مورخہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ ان کے حقوق کی حفاظت منظور کیگئی اسی طرح بعض مہاراجگان راجپوتانہ بندیل کھنڈ جے پور جودھ پور بیکانیر وغیرہ کی جاگیرین اور انعام حیدرآباد کے صوبہ اورنگ آباد میں ہیں اور ان کے نائب عیدین کے موقع پر صوبہ دار اورنگ آباد کو نظر پیش کرتے ہیں یہ علاقے مغلیہ سلاطین کے عطا کردہ ہیں حال میں استحقاق دفینہ مقدمات عدالتی جانوران شکاری قبرستان مرگھٹ وغیرہ کے متعلق اختیارات سماعت کی بحث ہوئی تھی اور حکومت حیدرآباد کے اس استدلال کو ان انعام دار راجاؤں کے حق میں حکومت برطانوی ہند نے بھی تسلیم کیا کہ ممالک محروسہ سرکار عالی کی حد تک حکومت حیدرآباد حقوق و فرائض کیلئے حکومت مغلیہ کی جانشین ہے۔

اس تصفیے کے بعد تذکرہ صدر انعام وارون کے جملہ تصفیے حکومت نظام کی عدالتون میں ہوا کرتے ہیں

اس سے صاف واضح ہے کہ دولت آصفیہ عملاً خود مختار ہے اور اقتدار اعلیٰ کی حامل ہے بحمد اللہ اس وقت بھی دولت آصفیہ کو معاہدات کی حیثیت سے حسب ذیل حقوق حاصل ہیں۔

(۱) موجودہ انگریزی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کی جانشین ہے اور جو معاہدات حکومت نظام اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان ہوئے ہیں اسمیں یہ الفاظ موجود ہیں کہ جس طرح معاہدہ حکمران وقت کے لئے قابل تسلیم ہے اسی طرح انکے جانشینوں کیلئے بھی قابل تسلیم ہے اس لحاظ سے دولت آصفیہ اور برطانوی حکومت دونوں مساوی درجہ رکھتی ہے کسی کو کسی پر کوئی اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں - (۲) معاہدہ ۱۷۹۸ء کی رو سے حکومت نظام کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ رزیڈنٹ کی طرح اپنا ایک سفیر دہلی میں رکھے۔

(۳) معاہدہ ۱۸۰۰ء کی رو سے حکومت نظام نے اپنی خارجی آزادی کو سلب نہیں کیا۔ بلکہ دو حلیفوں میں باہمی مشورہ سے مشترکہ خارجہ پالیسی مقرر کرنے کا معاہدہ کیا۔

(۴) معاہدہ ۱۸۰۲ء کی رو سے دولت آصفیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بندرگاہ مسولی پٹم میں کارخانہ تجارت قائم کریں اور جہاز وغیرہ چلائیں اسی معاہدہ کی رو سے

(۵) دولت آصفیہ اپنے اندرونی معاملات میں بالکل آزاد اور خود مختار ہے کسی کو اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں

(۶) قانون بین الممالک کی روسے دولت آصفیہ کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ شمالی سرکارین اضلاع مفوضہ اور برار جو فوجی امداد کیلئے بطور جاگیر حکومت برطانیہ کو دیے گئے ہیں ان علاقوں میں اپنے اقتدار اعلیٰ کے نفاذ تک بلکہ عدالتی اختیارات وغیرہ کا مطالبہ کرے"[1] (قانون بین الممالک ص)

(۷) اور یہ تبلایا گیا ہے کہ معاہدات اور سند آمدر کے بموجب حیدرآباد اندرونی معاہدات میں بالکل

خدمت وطن کا شوق

الٰہی ہو کچھ مجھ سے خدمت وطن کی
میرے دل کو تو دے محبت وطن کی

جو سر دے تو دے اسمیں سودا وطن کا
جو دل دے تو دے دلکو الفت وطن کی

مجھے درد اتنا ہو اپنے وطن کا
کہ دکھ اپنا سمجھوں مصیبت وطن کی

غریبوں ضعیفوں کا ہو یہ سہارا
الٰہی بڑھے ایسی طاقت وطن کی

خود مختار ہے اس لحاظ سے حیدرآباد کی جانشینی کو تسلیم کرنا حکومت برطانیہ کے ہاتھ میں نہیں ہے اور نہ برطانیہ کو بطور اقتدار برتر کے مداخلت کا حق حاصل ہے۔

جفاکش بنو! افسوس ہے کہ آج مسلمان اسلامی تعلیمات سے روگردان ہو رہے ہیں نہ انہیں اپنے ایمان کی خبر ہے اور نہ ظاہری تنومندی کی مغادلی اور قومی تحفظ کیلئے ضروری ہے جسمانی تعلیم سپاہیانہ تربیت جفاکشی سادہ زندگی محنت مشقت اور ورزش کے نظام نامے کو اپنی زندگی کے لائحہ عمل میں جلد شریک کریں۔ قرانی ہدایت ہے۔ وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ اے مسلمانو غیروں سے مقابلے کیلئے جہاں تک ہو سکے قوت فراہم کرو سے مدد ان کیلئے ہتیار رکھو مسلم شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قوت والا مومن اللہ کے نزدیک کم قوت والے مومن سے بہتر ہے اور زیادہ محبوب اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اے مسلمانوں تم اپنی اولاد کو تیرنا اور نشانہ اندازی سکھلاؤ۔ رواہ الخطیب میں آپ کا ارشاد ہے کہ مسلح نماز پڑھنے میں غیر مسلح نماز پڑھنے سے اجر میں سات سو گونا اضافہ ہے۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ مہاجرین انصار مسلح سویا کرتے تھے۔ شفا الصدور میں ہے کہ گھوڑے کی سواری اور ہتیار کے استعمال کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔

مسولینی کا مقولہ ہے ورزش ہوشمندی قوت فیصلہ اور تحریک عمل پیدا کرتی ہے جسمانی تربیت سے اسی قدر سیرت کی تربیت ہوتی ہے جسقدر عضلات کی تربیت ہوتی ہے (۱)

ہمارے ہر دل عزیز صدر المہام نواب مہدی یار جنگ بہادر نے اپنے خطبہ تقسیم اسناد جامعہ میں نوجوانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ جوانمرد تو موں میں ہر ایک صحیح الجسم یا تو فی الواقع سپاہی ہوتا یا وقت پر آسانی سپاہی بن سکتا ہے اسی قسم کی روح ہمارے نوجوانوں میں بھی پیدا ہونی چاہئے سپاہیانہ تربیت دنیوی زندگی کے محاربہ کیلئے سب سے بہتر تیاری ہے اور جو اس طرح تیار اور مسلح نہ ہو اسکو شکست اور ذلت کیلئے تیار رہنا چاہیے (۲)

خدمت وطن کا ایک صحیح جذبہ! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے باشندگان حیدرآباد کو خود مختار رکھا ہے۔ اگر ہمارے افراد وطن میں صحیح طور پر خدمت وطن کا جذبہ پیدا ہو جائے تو وہ دن بھی قریب ہے کہ ہماری آنکھیں حیدرآباد کو دیگر خود مختار سلطنتوں کے مقابل میں دیکھ سکینگی جیسا کہ حضرت اقدس اعلی اتمش الملت والدین سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کا ارشاد ہے کہ اس عظیم الشان واقعہ (۲۹ رجب کی) یاد ہم سب کو عزیز ہے کیونکہ وہ حب الوطنی کی علامت اور نشانی ہے (۳)

ممالک محروسہ کی سرسبزی اور تہذیب کو درجہ کمال کو

(۱) رسالہ ہمایون جلد (۲۴) نمبر (۲) (۲) رہبر دکن ۲۵ شوال ۱۳۵۲ھ (۳) جریدہ غیر معمولی یکم شعبان ۱۳۴۲ھ

کو پہچاننے کیلئے ہم سب کا ایک ہی نصب العین ہونا چاہئے اگر ہم اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوں تو ہم کو نظام الملک اول کا ممنون ہونا چاہئے جنہوں نے اپنی اعلیٰ فراست سے اپنے خاندان اور رعایا کو بیرونی مداخلتوں سے محفوظ و مامون کرکے خود مختار بنایا۔

اس عظیم الشان واقعہ کی یاد اس قابل ہے کہ دائماً تازہ رکھیں اور قومی زندگی کے اظہار کیلئے مزید کوشش عمل میں لائی جائے

زندہ باد شاہ ما۔ پائندہ باد ملک ما۔ متحد باد قوم ما

ہم اور ہمارے اسلاف

بلالؓ کا اسلام حضرت بلال قوم کے حبشی اور امیہ بن خلف کے غلام تھے جب امیہ نے بلال کے مسلمان ہونے کی خبر سنی تو بلال سے کہا اے بلال اسلام سے باز آجا جواب میں بلال نے کہا۔

اے سردار یہ ہو نہیں سکتا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ دونوں حق اور باعظمت ہیں یہ سنکر امیہ آگ بگولہ ہوا بلال کو جلتی بالو پر لٹایا پتھر کی گرم چٹان سینہ پر رکھا۔ غرض مختلف تکلیفیں پہونچائیں مگر بلال نے ان سب کو برداشت کر کے کہا۔

اے سردار مال و دولت کی عظمت جاہ و عزت کی عظمت غرض کائنات کی ساری چیزیں بدل جائینگی تمام فلسفے مٹ جائیں گے دنیا غائب ہو جائیگی لیکن رب ذوالجلال کی ذات باقی رہیگی اس لیئے لا الہ الا اللہ باقی رہ جائے گا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی مال وجاہ اور اس کی فانی عظمت سے بے پرواہیں ان کا ارادہ صرف لا الہ الا اللہ کا اعلان ہے جو ایک دن پورا ہو جائیگا اور تمام مخلوق سچے دل سے اقرار کرے گی اشھد ان محمد الرسول اللہ

قیامت کے دن سایہ بانی کن لوگوں پر ہوگا۔
(۱) بادشاہ عادل۔ (۲) وہ نوجوان جس نے جوانی میں عبادت الٰہی کی ہو۔ (۳) وہ شخص جسے تنہائی میں خدا یاد آتا اور اسکی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں (۴) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو (۵) وہ دونوں شخص جنکی محبت للہیت کیلئے ہو۔ (۶) وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بلائے اور وہ کہدے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ (۷) وہ شخص جو مخفی طور پر خیرات دیتا ہو اسکے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں کہ داہنے نے کیا دیا۔ یہ ہیں وہ سات شخص جنہیں خدا قیامت کے دن اپنے سایہ میں لیگا جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا۔ (مدیر)

حیدرآباد اور بعض خود مختار ممالک

بتقریب جشن یوم خودمختاری سلطنت آصفیہ عالیجناب نواب دریا جنگ بہادر نے
ایک عام جلسہ میں جو تقریر فرمائی تھی اسکا خلاصہ ملک و قوم کے فائدے کیلئے درج ہے

ہمارے آج کے اجتماع کا مقصد آپ سب کو معلوم ہے۔ ہم تقریباً دو سال کے بعد آج اس اعلان کی یاد منانے کیلئے جمع ہوئے ہیں جو اعلیحضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر آصف جاہ نے سلطنت دکن کی خودمختاری کی نسبت فرمایا تھا جسطرح انسان کی زندگی کی علامات میں ایک اہم چیز رنج و مسرت کا احساس بھی ہے اسی طرح وہ قومیں زندہ کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں جو اپنی خوشی اور رنج کا احساس رکھتی ہیں۔ اور اُن اساسی تغیرات کو ہمیشہ یاد رکھتی ہیں جو اُن کی تاریخ حیات کی ترتیب کا مواد بنتے رہے۔ اس ماہ نومبر کے مہینے میں آپ اس لمحے سے گذر چکے ہیں جب کہ گذشتہ جنگ عظیم ایک فتح مندانہ صلح سے بدل گئی تھی۔ وہ تاریخ وہ لمحہ آج بھی اتحادیوں کے نزدیک ایک یادگار دن ہے آپ نے دیکھا کہ اس یادگار کے منانے میں مارکٹوں میں خرید و فروخت عدالتوں اور محکموں میں کاروبار میدانوں میں کھیل ہی نہیں بلکہ سمندروں میں جہاز اور فضاء میں طیارے ساکن و سامت ہوکر اس دن کی یاد مناتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح حیدرآباد کی تاریخ بھی اپنے اوراق پر بیسیوں ایسے واقعات رکھتی ہے جن میں سے ہر ایک ملکی جشن اور ملکی عید کیلئے منتخب کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کسی ملک کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت خیز اور قابل یادگار کوئی اور دن نہیں ہوسکتا جب کہ اس کے بادشاہ نے ایک اور کمزور شہنشاہ کے بے جا انتداب اور تفوق سے نجات حاصل کرکے اپنی خودمختاریت اور استقلال کا اعلان فرمایا ہو اور اس ملک کو دنیا کے دوسرے آزاد خودمختار ممالک کے ساتھ دوش بدوش کھڑے ہونے کا امتیار بخشے۔ مشرق اور خصوصاً حیدرآباد کی غیر سیاست دانی نے گذشتہ دوسو سال سے اس یوم سعید کو اپنے طاق نسیان کا سرمایہ بنادیا تھا بالآخر وہ دن بھی آیا کہ

حیدرآباد کی خوش نصیبی اس کے تخت پر ایک ایسے بیدار مغز بادشاہ کی رونق افروزی کی صورت میں نمایاں ہوگئی جو نہ صرف رعایا کی جسمانی و معاشرتی فلاح و بہبودی کی فکروں میں لگا رہتا ہے بلکہ اس نے اس روحانی اور اجتماعی تربیت کا بھی بیڑا اٹھایا ہے تعطیل کے اعلان سے اس یوم سعید کی اہمیت حضرت حکیم السیاست نے ہم کو بتادی۔ اگر ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں اور وہ بھی ہماری دوسری تعطیلوں کی طرح بیکاری میں گذر رہی ہے تو یہ ہماری بدبختی ہے۔ آج کے جلسے کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ ہم اس اعلان کی اہمیت کا اندازہ کریں اور اس کے تذکرے سے اپنے آپ کو اور اپنے ملک کو پہچاننے اور اپنی آپ قدر کرنے کے قابل بنیں۔ آپ نے اپنے ملک کی گذشتہ اور موجودہ تاریخ سے متعلق بہت کچھ سنا اور اپنی سلطنت کو ہندوستان کی دوسری ریاستوں کی طرح ایک دیسی ریاست کہنے کو آپ اپنی ملک کی ذلت تصور فرماتے ہیں۔ آپ نے معلوم کرلیا کہ آپ ایک مستقل سلطنت ایک مکمل مملکت اور ایسے معاہدات کے ساتھ شہنشاہت برطانیہ کے حلیف اور یار وفادار ہیں جو آپ کو سلطنت عالیہ برطانیہ کا ایک طاقتور اور خود مختار دوست ثابت

کرتے ہیں۔ اب میں یہ بتانے کیلئے آپ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں کہ دنیا کے آزاد خود مختار ممالک کی فہرست تیار کی جائے اور ان میں اکثروں سے آپ کی حکومت و سلطنت کا مختلف نوعیتوں اور حیثیتوں سے مقابلہ کیا جائے تو آپ کسی سے کم ثابت نہ ہونگے۔ اور اکثروں سے بحیثیت مختلف آپ کا تفوق مسلم ہوگا۔

کسی سلطنت و مملکت کا جب ہم دوسری سلطنت یا مملکت سے مقابلہ کرتے ہیں تو اس تقابل میں چند ہی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ رقبہ مملکت آبادی رقبہ آبادی کے لحاظ سے فی مربع میل آبادی کا تناسب۔ آمدنی اور اس کے ذرائع و امکانات تعلیم و شائستگی وغیرہ۔ اور اب بیسویں صدی میں فوجی و جنگی طاقت سب سے زیادہ قابل لحاظ چیز بن گئی ہے۔ دنیا کے جغرافیہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوجائیگا کہ اس وقت جو ممالک دنیا کی بساط پر سب سے اہم مہروں کا پارٹ ادا کر رہے ہیں ان میں بھی اکثروں سے حیدرآباد امتیازات خاص رکھتا ہے۔ جب ہم کسی ملک کی عظمت و بزرگی کا تخیل کرتے ہیں تو سب سے پہلا اور اہم سوال جو کسی شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اسکے رقبہ حکومت کا خیال آج بھی

لکت برطانیہ کی عظمت سب سے پہلے اس یال سے پیدا کیجاتی ہے کہ اسکی حدود مملکت میں آفتاب کی روشنی دور نہیں ہوتی لیکن آپکو یہ جگر حیرت ہوگی کہ دنیا میں بعض ایسے بھی آزاد اور خود مختار ممالک ہیں جن میں سے بعض کا رقبہ حیدرآباد کے کسی صوبے کے برابر بھی نہیں ہے لیکن وہ آزادی اور خود مختاری کے اُن تمام لوازم سے بہرہ اندوز ہیں جو ایک بڑی سے بڑی آزاد سلطنت رکھتی ہے مثلاً یونان کا رقبہ انچاس ہزار مربع میل ہے۔ بلغاریہ کا چالیس ہزار میل پرتگال کا بتیس ہزار پانسو۔ البانیا کا بیس ہزار ڈنمارک کا پندرہ ہزار ہالینڈ بارہ ہزار سات سو بلجیم کا گیارہ ہزار مربع میل ہے اور ان سب کے مقابلے میں حیدرآباد کا رقبہ اپنی موجودہ حالت میں بیاسی ہزار چھ سو اٹھانوے مربع میل ہے گویا جن آزاد بادشاہتوں اور جمہوریتوں کا ذکر کیا گیا ان میں سے بعض سے دوگنا بعض سے چار گنا اور بعض سے چھ بلکہ سات گنا زیادہ ہے لیکن اگر حیدرآباد کے اس موجودہ رقبہ میں آپ برار کے رقبہ کو بھی شامل کرلیں جو بلاشبہ اور جائز طور پر مملکت حیدرآباد کا ایک جز ہے تو بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس کا رقبہ مملکت یورپ کے درجہ اول کی سلطنتوں، انگلستان۔ جرمنی۔ فرانس۔ اٹلی اور ہسپانیہ سے زیادہ نہیں تو اُن کے برابر ضرور ہوجائیگا۔

دوسری اہم وجہ امتیاز جو ایک مملکت کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اسکی حکومت کے زیر سایہ کتنے نفوس انسانی زندگی بسر کر رہے ہیں بعض ایسے ملک بھی دنیا کے نقشے پر ملینگے جن کا رقبہ اس برِاعظم کے اس کنارے سے اس کنارے تک پھیلا ہوا ہے لیکن آبادی اس میں ویسی ہی ملیگی جیسے ایک صحرائے لق ودق میں سبزہ و گیاہ کا نشان۔ آبادی کی کمی اور زیادتی کے اسباب مختلف ہو سکتے ہیں اراضی کے بڑے حصے کا بنجر صحرا یا پہاڑ اور اسی طرح دوسرے اسباب کی بناء پر ناقابل کاشت ہونا مملکتوں کا غلط نظام حکومت اور رعایا کا اس سے مطمئن نہ ہونا۔ کہیں اقتصادی معاشی حالت کی خرابی وغیرہ۔ حیدرآباد کی آبادی گذشتہ مردم شماری کی رو سے بالشمول صوبۂ برار ایک کروڑ چوالیس لاکھ چھتیس ہزار ایک سو پچاس ہے۔ اگر اسکو رقبہ مملکت پر تقسیم کیا جائے تو فی مربع میل ۱۷۵ النفوس کا اوسط آتا ہے۔ برخلاف اس کے دنیا میں بہت سے ایسے خود مختار اور آزاد ممالک ملینگے جن کی آبادی کو حیدرآباد کی آبادی سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ اس تناسب آبادی کی قرار داد میں ہم ان ممالک کو نظر انداز کرتے ہیں جنکے رقبہ سے متعلق اوپر بحث ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ اُن کی آبادی بھی رقبے

تناسب سے کم ہوگی اور ہے۔ مثلاً یونان جسکی آبادی صرف ستر لاکھ ہے اور فی مربع میل اسکی آبادی کا اوسط (۱۲۰) نفوس ہے۔ بلغاریہ جسکی آبادی صرف پچپن لاکھ ہے اور فی مربع میل (۱۲۰) نفوس ہے البانیہ کی آبادی ۱۰ لاکھ اور فی مربع میل (۵۰) نفوس ہے پرتگال کی آبادی پچپن لاکھ اور فی مربع میل (۱۰۰) نفوس ہے۔

مذکورۂ بالا ممالک کی آبادی کے اعداد و شمار پر غور کرتے ہوئے یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ یہ یورپ کے وہ ممالک ہیں کہ زرخیزی کے اعتبار سے مشہور اور ہر قسم کے اقتصادی اور معاشی تفوق سے سرفراز ہیں اور ان میں سے اکثروں کی اپنی بندرگاہیں ہیں۔ زراعت، تجارت، صنعت کسب معاش کے بیسوں ذرائع ان کو حاصل ہیں اور ان کا طریقہ حکومت بھی ترقی یافتہ کہا جا سکتا ہے۔ جو باوجود اسکے وہ حیدرآباد کی آبادی اور رقبہ کے ساتھ اسی تناسب ۔۔۔ میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب چند ان ممالک پر بھی نظر ڈالئے جو گو رقبہ اراضی حیدرآباد سے دوچند اور بعض صورتوں میں چہار چند رکھتے ہیں لیکن آبادی میں حیدرآباد کے ساتھ ان کو کوئی نسبت نہیں دیجا سکتی۔ مثلاً شہنشاہت ایران جسکا رقبہ حیدرآباد سے تقریباً آٹھ گنا زیادہ ہے۔ یعنی چھ لاکھ تیس ہزار مربع میل لیکن آبادی حیدرآباد سے کم یعنی صرف ایک کروڑ ہے۔ آبادی کا تناسب فی مربع میل صرف (۱۶) نفوس پر مشتمل ہے۔ حکومت نجد و حجاز کا رقبہ گو حیدرآباد سے بارہ گنا زیادہ یعنی دس لاکھ مربع میل ہے لیکن آبادی صرف ڈیڑھ لاکھ اور تناسب ½ اکس فی مربع میل ہے۔ عراق کا رقبہ حیدرآباد سے تقریباً دو گنا زیادہ یعنی ڈیڑھ لاکھ مربع میل ہے۔ لیکن آبادی صرف تیس لاکھ اور تناسب بیس کس فی مربع میل ہے۔ مصر کا رقبہ حیدرآباد سے چار گنا زیادہ یعنی تین لاکھ ترسٹھ ہزار دو سو میل لیکن آبادی تقریباً برابر یعنی ایک کروڑ چالیس لاکھ اور تناسب آبادی (۳۸) ایشیائی ترکی کا رقبہ تقریباً پانچ گنا زیادہ یعنی چار لاکھ مربع میل لیکن آبادی حیدرآباد سے کم صرف ایک کروڑ بیس لاکھ ہے اور تناسب صرف (۳۰) افغانستان کا رقبہ بھی تقریباً تین گنا زیادہ یعنی ۲ لاکھ بیتالیس ہزار مربع میل ہے لیکن آبادی نصف سے زیادہ کم یعنی ترسٹھ لاکھ اسی ہزار اور تناسب صرف (۲۶) اب اندازہ کیجئے حیدرآباد اپنی آبادی کے اعتبار سے نہ صرف یورپ کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں بلجیم ہالینڈ البانیہ یونان پرتگال ڈنمارک بلغاریہ وغیرہ سے بڑھکر ہے بلکہ ایشیا کی بڑی بڑی سلطنتوں ایران ترکیہ مصر نجد و حجاز۔ عراق۔

افغانستان اور نیپال وغیرہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور تمام تقابل برار کو شامل کئے بغیر ہے جو مملکت آصفیہ کا ایک زرخیز اور آباد صوبہ ہے اگر اس کو شامل کر لیا جائے تو شاید یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں بھی حیدرآباد کا آبادی کے معاملے میں مقابلہ نہیں کر سکیں۔ آپ نے یہ بھی دیکھ لیا کہ ایشیا کے بعض ممالک جو اپنے رقبہ میں زیادتی پر ناز کر سکتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے۔ ان کے رقبۂ مملکت کا بیشتر حصہ غیر آباد ویران و سنسان ہے۔ اگر کوئی شخص ویرانون کھنڈرون اور غیر آباد مقامون میں کھڑا ہو کر ابن سن کر دسو کی طرح صدا بلند کر سکتا ہے اور دنیا اسکو ایک با عظمت و جبروت بادشاہ مان سکتی ہے تو پھر غیر آباد ممالک بھی بیشک حیدرآباد کے مقابلے میں اپنا تفوق جتا سکتے ہیں لیکن اگر مملکت کیلئے آبادی شرط ہے اور وہ حیدرآباد کی مناسبت سے ان کے یہان کچھ بھی نہیں تو اُن کو حیدرآباد کے تفوق کو ماننا پڑیگا۔ برخلاف ان ممالک کے جہان میلوں تک رقبہ اراضی صحرا یا پہاڑون کی شکل میں بیکار ہیں حیدرآباد میں اس وقت ۲۲½ فی صدی اراضی کاشت پر اٹھی ہوئی ہے بقیہ ۷۲½ فی صدی رقبہ میں سے بھی ۲۱½ فی جنگل اور کنجہ وغیرہ کی صورت میں ذرائع آمدنی ہے۔ صرف ۶ فیصدی رقبہ کو ناکارہ کہا جا سکتا ہے

موجودہ زمانہ میں عظمت و جلال کی ایک بڑی علامت دولت اور آمدنی تصور کی گئی ہے۔ اور یہ ایک حد تک بجا بھی ہے زر کا ستار العیوب اور قاضی الحاجات ہونا تو ایک حکیم مشرق کی زبان سے صدیون پہلے تسلیم کر لیا گیا ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ جو ممالک دنیا میں آزاد اور ممتاز ہیں ان کے مقابلے میں بلحاظ اپنی آمدنی اور دولت کے حیدرآباد کا کیا درجہ ہے اس وقت ایک بڑی دشواری ہم کو یہ در پیش ہے کہ ہم مغربی و مشرقی سکون کی شرح تبادلہ سے واقف نہیں ہیں۔ اسلئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی آمدنی جو ہم کو معلوم ہوئی ہے وہ کتنے پاونڈ یا کتنے روپیہ کے مساوی ہے ہم کو یقین ہے کہ اگر تھوڑا وقت ملے اور ان سکون کے شرح تبادلہ سے ہم واقف ہو جائیں تو آسانی سے ہم اس میدان میں بھی حیدرآباد کے تفوق کو ان دوسرے ممالک پر ثابت کر سکینگے فی الحال جن ممالک کے سکون کا ہم کو علم ہے اور جنکی آمدنی پاونڈ زمین ہم کو معلوم ہو سکی ان سے حیدرآباد کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نجد و حجاز کو۔ چھوڑیئے کیونکہ وہ یون بھی ایک بے آب و گیاہ ملک ہے جس کے ایک حصے کو آسمانی زبان میں وادی غیر زرع کا لقب دیا گیا تھا اور جس کی بڑی آمدنی کا

اعضاے تاج کی تعداد پر ہے۔ نیپال جو ہندوستان کے شمال اور ہمالیہ کے دامنوں میں دوسرے آزاد ممالک سے الگ کو استقلال سمجھا جاتا ہے اسکی سالانہ آمدنی صرف ایک ملین پونڈ یعنی ۱½ کروڑ روپیہ سکہ عثمانیہ ہے ایران حیدرآباد سے چھ گنا رقبہ مملکت رکھتا ہے اور عراق عرب کے کناروں سے لے کر بلوچستان کے حدود تک اور شمال میں تبریز اور آذربائیجان کے علاقے میں ایک وسیع سلسلہ بندرگاہوں کا رکھتا ہے اور خلیج فارس اور بحر ہند خلیج [illegible] کی آزاد تجارت جاری ہے باوجود اسکے اس کا محاصل حیدرآباد کی آمدنی سے کچھ بہت زیادہ نہیں صرف سات ملین پونڈ یعنی ساڑھے دس کروڑ روپیہ سکہ عثمانیہ ہے افغانستان کے رقبہ کو آپ نے سنا کہ حیدرآباد سے تقریباً تین گنا زیادہ ہے۔ لیکن آمدنی کو آپ سنینگے تو حیرت کریں گے کہ ایسے ممالک بھی دنیا میں آزاد اور خود مختار ہیں اور اپنی خود مختاری کو دنیا سے تسلیم کرا رہے ہیں۔ افغانستان کی موجودہ آمدنی چار کروڑ پچاس لاکھ روپیہ افغانی ہے جس کا شرح تبادلہ اس وقت جب کہ میں افغانستان میں تھا تین روپیہ کابلی مساوی ایک روپیہ کلدار تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ افغانستان کی موجودہ آمدنی صرف ڈیڑھ کروڑ روپیہ ہے۔ عراق کا رقبہ حیدرآباد سے دوگنا زیادہ ہے اور یہ وہ ملک ہے جس سے دجلہ اور فرات جیسے دریائیں بہتی ہیں جسکو بصرہ جیسا بندرگاہ میسر ہے۔ جو تین آزاد مملکتوں ایران ترکیہ اور نجد و حجاز سے اپنے حدود اور تجارت کو وابستہ رکھتا ہے لیکن باوجود اسکے اسکی آمدنی چار ملین پونڈ یعنی چھ کروڑ سکہ عثمانیہ ہے

جب ہم اپنی مملکت کی آمدنی کا دوسرے ممالک سے مقابلہ کر رہے ہیں تو ایک رعایت ملحوظ رکھنے کے قابل ہے۔ حیدرآباد کی طرح ان ممالک میں جاگیرات انعامات اور دیولوں اور درگاہوں کی معاشیں مقرر نہیں ہیں نہ بادشاہ کے لئے ایک علیحدہ رقبہ اراضی صرفخاص کی طرح الگ کی گئی ہے۔ بلکہ ان کی آمدنی کی کائنات وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی۔ برخلاف اسکے صوبہ برار کو نظر انداز کرنے اور جاگیرات سمستان پائیگاہ اور صرفخاص مبارک کو خارج کرنے کے بعد جن کا اندازہ ایک ثلث سے بھی زیادہ کیا جا سکتا اور کسی بندرگاہ کی عدم موجودگی میں کیونکہ حیدرآباد کی بندرگاہ مسولی پٹم کا سوال ابھی زیر بحث ہے حیدرآباد کی آمدنی ۹ کروڑ سکہ عثمانیہ یعنی چھ ملین پونڈ ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ حیدرآباد کی آمدنی عراق سے ڈیڑھ گنی افغانستان اور نیپال سے چھ گنی زیادہ ہے اور ایران کی آمدنی کے تقریباً مساوی ہے۔

ایک بات اور آپ کی توجہ کے قابل ہے وہ یہ کہ

دنیا میں وہی شخص مالدار نہیں کہلایا جا سکتا جسکی آمدنی زیادہ ہو بلکہ اس کے تمول کے اندازہ کیلئے خرچ اور قرض کا اندازہ بھی ضروری ہے۔ دنیا میں ایسی بہت سی عدیم المرتبت سلطنتیں بلکہ شہنشاہتیں آپ کو ملینگی جو حیدرآباد سے کہیں زیادہ آمدنی رکھتی ہیں لیکن سال میں دو مرتبہ امریکہ کے قرضہ کی صرف سود کی ادائی کا سوال اُن کیلئے سوہان روح بن جاتا ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم نے اُن کے خزانوں کو خالی اور اُن کے جیبوں کو ہلکا کر دیا لیکن حیدرآباد اپنے روز افزوں ترقیوں اور اخراجات کی زیادتیوں کے باوجود کسی حکومت اور سلطنت کے روبرو شرمندہ اور خجل نہیں ہے اسکا موازنہ خود موجودہ زمانے میں کساد بازاری اور رعایا کے ساتھ عدیم المثال حسن سلوک کے باوجود اپنے توازن کو نہیں کھوتا بلکہ دنیا کے مختلف گوشوں سے نگاہیں حسن طلب کے انداز میں اس کے خوان نعمت کی طرف اٹھتی ہیں پھر ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ کیا حیدرآباد کی انتہائی آمدنی ہے اور اس نے اپنے تمام ذرائع آمدنی کو بہ تمام و کمال آزما لیا ہے۔ نہیں۔ ابھی سینکڑوں اسکے معدن زمین کی چادر اوڑھے گمنامی کی نیند سو رہے ہیں۔ اس کی زراعتی ترقی پہلی کروٹ میں بیداری کی شکل اختیار نہیں کرسکی ہے اسکی صنعت و حرفت کی زندگی ایام طفولیت سے گذر کر عرصۂ شباب میں قدم نہیں رکھنے پائی ہے اسکی تجارت بندرگاہ کے فقدان اور رعایا کی عدم رجحان طبع کی وجہ سے ابتدائی مدارج میں ہے۔ اگر روئی اور تیل نکالنے والے اجناس کی کاشت میں محکمۂ زراعت کی کوششیں کامیاب ہو جائیں اور ہمارا محکمۂ صنعت و حرفت اپنی تمام خام پیداوار کو بکار آمد بنانے کے قابل ہو جائے اور ہماری منڈیاں اپنے مال سے پُر ہو کر دوسرے مارکٹوں میں اپنی پیداوار بھیجنے لگیں تو آپ دیکھینگے کہ آپ کا ملک دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے روبرو گردن افتخار دراز کرسکیگا ان تمام نقاط نگاہ سے غور کیجئے اور اپنے آپ کو پہچانئے کہ دنیا کے ممالک میں آپ کا کیا درجہ ہے یہ مقولہ کہ آپ اپنی قدر کرو صرف انفرادی زندگی میں نہیں اس سے زیادہ اجتماعی زندگی میں آزمایا جانے کے قابل ہے۔ لیکن آپ اپنی قدر اسی وقت کرسکیں گے جب پہلے اپنے آپ کو پہچان لینگے۔

رقبہ آبادی اور دولت ہی کسی ملک کی قابل تعریف خصوصیات نہیں ہو سکتیں اگر وہاں کے رہنے والوں میں اس رقبہ اور آبادی پر حکومت کرنے اور اس دولت کو کام میں لانے کی صلاحیت نہ ہو حیدرآباد نے انتظامی معاملات سے اطمینان حاصل

کرنے کے بعد اپنی سب سے بڑی توجہ اپنے فرزندون کی تعلیم و تربیت میں دی۔ اگر آپ ہمارے ان نتائج علمی کو یورپین ممالک کے مقابلہ میں رکھتے ہیں تو بیشک ہم اُن سے ابھی پیچھے ہیں۔ لیکن اگر مشرقی آزاد اور خودمختار ممالک سے ہمارا مقابلہ کیا جاتا ہے تو ہم بلا خوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے اکثرون کیلئے ہماری مثال دن اور رات روشنی اور تاریکی کے مقابلے کے مانند ہے۔ ہماری خود مختار رعایا پرور حکومت نے اپنی رعایا کی تعلیم ہی کا خیال نہیں کیا بلکہ اس کی تربیت پر بھی توجہ کی۔ برطانوی ہند کے مقابل اور تجربہ کار اشخاص کی خدمات بڑی بڑی بیش قرار ماہوار دن پر صرف اس لئے حاصل کی گئیں کہ وہ ملک کے فرزندون کو ملک کی ضروریات کے مطابق تیار کریں تاکہ آئندہ حیدرآباد کسی دوسرے کی امداد کے بغیر اپنے پاؤن پر کھڑے ہوسکے۔ ہم اس غرض سے بلائے جانے والون اور ہمارے ملک کی خدمات انجام دینے والون کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنھون نے اب حیدرآباد کے فرزندون کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ ان کے سہارے کے بغیر کھڑے ہی نہیں بلکہ میدان کارزار میں بلاخوف خطر دوڑ سکتے ہیں

دُنیا میں ہمیشہ اقوام و ممالک کی برتری و عظمت کا دارومدار ریاست، اسباب و علامات سے قطع نظر جن کا اوپر ذکر کیا گیا کسی ملک کی اکثریت اور طاقت حربی کے اندازے پر رہا ہے۔ اب ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ تم نے دوسرے ممالک آزاد پر رقبہ آبادی تمول تعلیم۔ اور شائستگی کے اعتبار سے تو اپنا تفوق ثابت کیا لیکن اس زمانہ میں چھوٹی سے چھوٹی مملکت بھی اپنا مکمل فوجی نظام رکھتی ہے کیا تم اس حیثیت سے اپنے اعتبار کو ثابت کرسکتے ہو۔ میرا جواب بلاتردد اس بات میں ہے کہ اعتراض کرنے والون نے حیدرآباد پر بہت ہی سرسری نظر ڈالی ہے۔ انہون نے اسکے تاریخ اور جغرافیہ کا پورا مطالعہ نہیں کیا۔ وہ صرف امپیریل سروس ٹروپس۔ گولکنڈہ لانسرس۔ کیاولری گارڈ۔ انفنٹری توپ خانہ اور نظم جمعیت کو ہی حیدرآباد کا کل عسکری نظام خیال کرتے ہیں۔ اور الوال ترملگیری بلارم کی افواج کو انہون نے بالکل جداگانہ طاقت تصور کر رکھا ہے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ فوجین ابتدائی نگرانگار فوجین نہیں بلکہ عساکر آصفی ہیں جو۔ حیدرآباد کے خرچ پر حیدرآباد کیلئے اس کے قابل احترام حلیف سلطنت عالیہ برطانیہ نے تیار کیا اور تیار رکھا ہے۔ اب ان سب قوتون کو ایک جا کرو اور بتاؤ کہ کیا حیدرآباد کا نظام فوجی کسی اور نظام

عسکری سے کم ہے۔ پھر جغرافیی حیثیت کو بھی نظرانداز
نہ کرنا چاہئے کہ دوسری حکومتیں اپنے اطراف وجوانب
اغیار کا ہجوم رکھتی ہیں۔ افغانستان کے ایک طرف
انگریز ہیں جن سے اس کی کبھی نہیں بنتی دوسری طرف
روس ہے جو اپنے موقعہ کو کبھی ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا
تیسرے طرف ایران ہے جسے ایک حریف حکومت
کہا جاسکتا ہے جو تاریخ قدیم میں بھی یونان اور اس
کے مشرقی علاقوں سے ہمیشہ برسرپیکار رہی یہی
حال خود ایران۔ عراق۔ حجاز۔ ترکیہ۔ اور تمام
یورپ کے آزاد اور خود مختار مملکتوں کا ہے برخلاف
اس کے حیدرآباد اپنے اطراف صرف ایک مملکت رکھتا
ہے۔ جو اسکی دوست اور ایسی حلیف ہے کہ جسکے عہد محبت
کو سلاطین آصفیہ نے تاریخ کے ہر دور میں مضبوط رکھا
ہے۔ جنوب اور مغرب کی طاقتیں جن سے حیدرآباد کو
آئے دن برسرپیکار رہنا پڑتا تھا تاریخ کے ابتدائی
اس دور میں ختم ہوگئیں جبکہ وہ اعلان خود مختاری
کیا گیا تھا جسکی ہم یاد منا رہے ہیں۔ اب حیدرآباد کو
کسی سے لڑنا نہیں ہے بلکہ جو تیاری بھی اس نے
کی ہے وہ اس لئے زیادہ ہے کہ وہ صرف اپنی طاقت
اور حلیف کی وقتاً فوقتاً امداد کے لئے کی گئی ہے اندرونی
انتظام کیلئے وہ جمعیت کافی ہے بلکہ زیادہ ہی کہی جاسکتی
ہے کیونکہ حیدرآباد۔ افغانستان ترکیہ حجاز و نجد کیطرح
سازشوں کی آماجگاہ نہیں بلکہ یہاں امن وعافیت
واطمینان ہے۔

غالباً ان تمام حالات کو سنکر اور اپنی مملکت کی
عظمت کا تصور کرکے آپ کو حیرت ہوگی اور اس
میں اضافہ اس حقیقت نے کیا کہ باوجود دنیا کے اکثر
خود مختار اور آزاد ممالک کا ہم پایہ بلکہ بلند پایہ ہونے
کے حیدرآباد اس مرتبہ سیاسی سے محروم ہے جو
دوسروں کو حاصل ہے۔ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ کیوں
ہمارے آپ کے بادشاہ جمجاہ اعلیحضرت قدر قدرت
نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام الملک آصفجاہ
سابع خلد اللہ ملکہ کے اسم گرامی کے ساتھ ہز مجسٹی
کا لقب شامل نہیں ہے آپ بےچینی سے دریافت
کر رہے ہیں اور آپ کو کرنا چاہئے کہ کیوں آپکا ٹپہ
کم از کم حدود ہندوستان میں نہیں چلتا جبکہ ہم سے
نہایت کم حیثیت رکھنے والے ممالک کی ڈاک ان
ہی کے ٹپہ پر دنیا کے طول وعرض کو طے کر رہی ہے
کیوں آپ کے سکہ کی قیمت حیدرآباد سے باہر نکل کر
ٹھیکری اور پیسہ سے زیادہ نہیں رہ جاتی اور بمبئی مدراس
کے مارکٹ میں اس کے لئے گنجائش تبادلہ نہیں ہے
آپ کا یہ سوال بھی ایک حد تک بجا ہے کہ کیوں لندن
اور دہلی میں سفارتخانہ حیدرآباد کی کوئی عمارت نظر
نہیں آتی۔ میں حیران ہوں کہ آپ کے ان سوالات کا

کیا جواب دوں ۔ اوّل تو مجھے کوئی جواب سوجھ نہیں رہا ہے ۔ دوسرے شاید جناب صدر بھی اس مقام پر مجھ اپنے مدعوں سے گذرا ہوا محسوس فرمائیں ۔ اسلئے صرف یہ کہکر خاموش ہوجاتا ہوں ۔ کل دوام حاضر ہوں با [illegible] وقت تھا اور شاید آپ کا احساس اور طلب صادق اس وقت کو جلد لائے ۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ

— لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کونسا عمل سب سے زیادہ پسند ہے جواب میں ارشاد فرمایا۔

اللہ کے پاس وہی عمل زیادہ پسندیدہ ہے جس میں ہمیشگی ہو خواہ وہ مقدار میں نہایت ہی کم ہو۔

— لوگوں نے آنحضرت صلعم سے مومن اور مسلمان کی تعریف پوچھی ۔ جواب میں فرمایا مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں اسی طرح تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے ۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کوئی شخص بھی اچھے خلق میں آنحضرت صلعم جیسا نہ تھا خواہ کوئی صحابی بلاتا یا گھر کا کوئی آدمی سب کے جواب میں آنحضرت صلعم لبیک (حاضر) ہی فرماتے ۔

ابو داؤد میں حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ہم کو زیادہ آرام طلبی سے منع فرماتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کریں ۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ ۔ آنحضرت صلعم پیوند لگی چادر اور موٹا تہبند استعمال فرماتے تھے ۔

ایک شخص حاضر ہوا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے لرز گیا نبی کریم صلعم نے فرمایا دو کچھ پرواہ نہ کرو میں بادشاہ نہیں ہوں بلکہ میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی ۔ (۱) ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موضع حفایۂ میں تشریف فرما تھے حضرت علیؓ بھی تھے آنحضرت صلعم نے امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو کشتی لڑنے کا حکم دیا ۔ (۲) ... حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے زمانہ میں یہ عام حکم جاری فرمایا تھا کہ لڑکا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی سیر کرائیں لیکر برہنہ پا نکل جائے اور [illegible] مشق [illegible]

نظام حکومت میں اہم اصلاحات

جلالتمآب سلطان العلوم شمس الملت والدین خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کا پیام مسرت التیام

ہم حیدر آبادیوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ حضرت اقدس اعلیٰ کی توجہ یوم تخت نشینی سے ابتک اپنی رعایا کی خوش حالی اور ملک کی ترقی پر مرکوز رہی سب سے پہلے نہایت مسرت کے ساتھ باب حکومت کی تشکیل کو منظور فرمایا تاکہ حکومت کا نظام مکمل اور قابل اطمینان طریقہ پر انجام پائے اسی طرح ۱۶ رجب ۱۳۵۶ھ م ۷ ارآبان ۴۶ ف کی تاریخ حیدر آباد میں ہمیشہ یادگار رہیگی اس روز حضرت اقدس و اعلیٰ نے مراحم الطاف خسروانہ اپنی عزیز رعایا کی فلاح و بہبودی کیلئے ایک مسرت افزا پیام ملک کے نام مرحمت فرمایا جسکی یاد رہتی دنیا تک رہیگی۔ اس پیام خسروی کو ہمارے ہر دلعزیز محب وطن آنریبل سر اکبر حیدری نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی نے مجلس وضع قوانین کے اجلاس میں پڑھکر سنایا اور وہ یہ ہے۔

میری عزیز رعایا کو اس کی فلاح و بہبودی کے لئے بارگاہ رب العالمین میں میری طرف سے دلی دعا

"میں نے اپنے فرمان مورخہ ۱۴ جمادی اول ۱۳۵۳ھ میں صدر اعظم وقت کو ہدایت کی تھی کہ وہ ایسے مواد کی فراہمی کا انتظام کریں جس کی بنا پر اپنی رعایا کے تعلیمی اور اخلاقی ارتقاء کے مطابق مقننہ کی اصلاح و توسیع کی تجاویز نافذ کرسکوں۔ اس وقت سے میں اس مسئلہ کے متعلق پیہم فکرمند رہا ہوں کہ ایک یا چند مجالس کے ذریعہ جو بیاسات کی اہم اغراض کی نمائندہ ہوں میری رعایا اور حکومت کے مابین کیونکر اشتراک عمل زیادہ قوی ہوسکتا ہے اور حکومت کیلئے ہر وقت رعایا کی ضروریات اور جذبات معلوم کرنے کے وسایل کیونکر مہیا کئے جاسکتے ہیں میں نے اس مسئلہ پر اپنے باب حکومت کی رائے طلب کی تھی جسے دیکھکر میرا یہ ارادہ اور بھی مضبوط ہوگیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ میرے سال جوبلی کے ختم سے پیشتر اس مسئلہ کے ابتدائی مراحل طے کرنے کا انتظام کردیا جائے۔

ہیں نے اس موضوع پر تجاویز کی تشکیل کو باب حکومت کی امور دستوری کی مجلس کے تفویض کر دیا ہے لیکن میں اور میرے وزرا محسوس کرتے ہیں کہ ایک ایسے معاملہ میں جسکا عوام سے اس قدر قریبی تعلق ہو مجلس مذکور کو بڑی سہولت ہوگی اگر منجملہ اور مواد کے سرکاری اور غیر سرکاری افراد کی ایک آزاد اور تجربہ کار جماعت کی سفارشات بھی اسکے پیش نظر رہیں۔ اس کمیٹی کی رکنیت اور اس کے فرائض کے متعلق میں نے اپنے احکام صدر اعظم باب حکومت کو دیدیے ہیں جو تمہارے ۔۔۔۔۔ بھی صدر اور آج میری طرف سے ممین یہ پیغام سنا رہے ہیں میری خواہش ہے کہ یہ کمیٹی اپنا مفوضہ کام جلد سے جلد انجام دے اور اپنی سفارشات میری حکومت کے سامنے اندرون ششماہ پیش کر دے مجھے اطمینان ہے کہ کمیٹی کو اپنی ذمہ داری کا پورا احساس ہوگا اور وہ اپنے فرائض کی ادائی میں کام کی اہمیت کا پورا لحاظ رکھے گی۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔

اس مقصد عظیم کی تکمیل کیلئے حضرت اقدس واعلی نے ایک کمیٹی کی تشکیل کو منظور فرمایا ہے اور اسکو مجاز قرار دیا ہے کہ ملک کے مختلف اغراض اور حکومت کے مابین زیادہ موثر اشتراک عمل کے ایسے متبادل طریقوں کی تحقیق کرنا اور ان کے متعلق سفارشات پیش کرنا جو ریاست کے حالات اور ضرورت کے مدنظر موزوں اور قابل عمل ہوں اور جن سے حکومت رعایا کی ضروریات اور خدمات سے ہمیشہ واقف رہ سکے۔ اور توقع ہے کہ اس کمیٹی کے ذریعہ اہل ملک کو بہت کچھ فوائد ملینگے۔

ایسے عدل گستر رعایا پرور بیدار مغز اور روشن دماغ بادشاہ کیلئے ہماری دعا ہے کہ

شاہا اساس ملک بتو استوار باد
عمر تو ہمچو دور فلک بے شمار باد

کہاں کیا ہو رہا ہے؟

اس ماہ سے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ کہاں کیا ہو رہا ہے کے عنوان سے مجلہ میں ایک جدید باب کا اضافہ کریں اور اس حصے کے ذریعہ حالات دنیا پر ایک مفید تبصرہ لکھیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ اس ماہ میں دنیا کی رفتار کیا رہی ہم میں اور ان میں کیا فرق رہا اور ہمارے ملک کے حالات کیسے رہئے۔

اسپین کی خانہ جنگی ایک عرصے سے اسپین میں خانہ جنگی کا دور جاری ہے حکومت ... اور باغیون میں اکثر دفعہ بڑی گھمسان لڑائی ہوتی رہی بعض اوقات باغی قلعے کے قریب تک پہونچ گئے۔ مگر ابھی تک ان دونوں میں سے کسی کو بھی غلبہ حاصل نہیں ہوا۔

ترکی معاہدہ مانٹرو کے ذریعہ آبنائون کی قلعہ بندی ہوئی تھی اس کا ایک سال ختم ہونے پر ترکی کی جانب سے درہ دانیال اور باسفورس میں جشن عسکری منایا گیا بحر اسود میں جنگی جہاز ہر طرف توپ کے گولے برسانے ہوئے گھومے اور ہر شخص ان آبنائون کی تسخیر کا جشن منایا۔ ہر وقت ترکی کونسل کے پیش نظر اصلاح ملک کے اہم تجاویز رہتے ہیں قوم اور ملک کے وزرا سب کا متفقہ خیال ترکون کی اچھی زندگی رہا کرتی ہے حال میں وزیر معارف نے تمام سینماؤن پر لازم گردانا ہے کہ ہر جدید پروگرام بچون کیلئے کسی تعلیمی اور مفید فلم پر مشتمل ہوا کرے ... سلاطین ترکی کے عہد میں تین قسم کے اوقاف تھے ایک وہ جو کلیتہً متولیون کے ہاتھ میں تھے اور سلطنت کی ان پر کوئی نگرانی نہیں تھی دوسرے وہ جن کا انتظام تو متولی ہی کرتے تھے لیکن ان پر وزارت اوقاف کی نگرانی رہتی تھی تیسرے وہ جن کا اہتمام براہ راست وزارت کے سپرد تھا اسکے سوا غیر مسلم اقلیتون کے اوقاف کا انتظام ان کے منتخب کمیٹون کے تفویض تھا۔ مگر سقوط خلافت کے بعد حکومت نے جملہ اوقاف کو اپنے تحویل میں لے لیا اور اسکی آمدنی کا ایک بڑا حصہ ملک کے داخلی محکمون تعلیم اور بلدیہ کو دیدیا گیا مگر حال میں ترکی حکومت نے اوقاف کے متعلق ایک قانون نافذ کیا ہے اس کی

رو سے تمام اوقاف متولیوں کے تفویض کر دئیے گئے البتہ یہ متولی وزارت اوقاف کے جواب دہ رہینگے اور متولیوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اوقاف کی آمدنی سے ملکی ضروریات کا لحاظ رکھیں کیا حیدرآباد اور ہندوستان میں بھی اس پر توجہ کیجا سکیگی۔

ترکی حکومت کی اقتصادی حالت بھی نہایت اچھے اصول پر قائم کیگئی ہے اور ہر وقت اسکی کوشش کیجاتی رہتی ہے کہ برآمد بڑھے اور درآمد گھٹے چنانچہ ۳۵ و ۱۹۳۶ء میں درآمد کے مقابلہ میں برآمد کا اضافہ ہوا ہے جس پر سارا ملک اظہار مسرت کر رہا ہے دوسرے لوگ اس اضافہ پر رشک کرتے رہتے ہیں آج کل عام طور پر یورپ میں شرح پیدائش کم ہو رہی ہے مگر ترکوں کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ترکی میں شرح پیدائش روس کے بعد سب سے زیادہ ہے۔

موجودہ ترکی انقلاب ان قوموں کیلئے جو قعر مزلت میں گرے ہوئے ہیں موجب عبرت اور سبق آموز ہیں انہوں نے کس طرح خلافت کو برخواست کیا اور اس کے بعد کس عدگی سے ملک کے اندرونی حالات کی اصلاح کی آج سارا ترک خواندہ اور تعلیم یافتہ ہو چکا ہے ملک میں ترقی اور عروج کی ایک ایسی لہر پھیل گئی ہے جس کا رکنا دشوار ہے ہر حیثیت سے یورپ کا یہ بیمار متمدن دنیا کے مقابل آ کھڑا ہوا ہے حال کا واقعہ ہے کہ ترکی حکومت نے جرمن سے حربی کارخانون کے ذریعہ (۳۲) ہوائی جہاز تیار کرائے جب یہ جہاز تیار ہو کر ملک میں داخل ہوئے تو فوجیوں اور شہریوں نے ان جہازوں کا نہایت شاندار استقبال اور اس خصوص میں ایک جلسہ منعقد کیا جسمیں ترکی پرواز کے افسر اعلی حلیم پاشاہ نے مجمع سے مخاطب ہو کر کہا۔

اے غیور و جوانمرد ترکو!

"خدا کے فضل سے آج ہم مطمئن ہیں کہ دشمنوں کی سرکوبی کیلئے ہمارا بچہ بچہ مسلح ہے ہم امن اور سلامتی کے داعی اول ہیں اور ہم جنگ کو خدا کا عذاب سمجھتے ہیں لیکن اگر کوئی قوت ہم سے چھیڑ چھاڑ کریگی تو ہم اسکی گردن توڑ کر دم لینگے ہم اپنے ارادوں میں اور اپنے اعمال میں فتح و کامرانی کی متحرک تصویریں دیکھ رہے ہیں اور اگر اس کا موقع آ گیا تو ہم دنیا کو دکھا دینگے کہ یورپ کا مرد بیمار نہ صرف تندرست ہو گیا ہے بلکہ وہ اپنی طاقت کے بھروسہ پر مظلوموں اور کمزوروں کی امداد پر بھی آمادہ ہو گیا ہے روس۔ جرمنی اور برطانیہ سے ہمارے تعلقات مستحکم ہیں اٹلی کے لئے یہ موقع ہے کہ وہ

...ہا دن حاصل کرے اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اتفاق اتحاد کی چٹان سے اسکو ٹکرانا ہوگا آیندہ ...ا پروگرام یہ ہوگا کہ ہر سال ۲۰ طیارے ایک جنگی بحری جہاز اور کئی آبدوز کشتیاں خود ترکی کارخانوں میں تیار کرالی جائینگی۔

دول اسلامی کا اتحاد جہاں ترکوں نے اپنے ملک کی عام اصلاح کر لی ہے اسی طرح اس کا یہ بھی منشاء ہے کہ اسلامی دول میں باہمی اتحاد و اتفاق رہے اور ان سب کی متحدہ کوششوں سے ایک محاذ قائم کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے ترکی ایک عرصے سے کوشش کر رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ اب ترک اپنے مقصد میں کامیاب نظر آرہے ہیں۔

سب سے پہلے ایران افغانستان ترکوں کے دوست ہوچکے تھے اب عراق، مصر، اور نجد حجاز اور یمن کے سلاطین بھی ہیں جنہوں نے ترکی کے ساتھ مودت کا اظہار کیا ہے الاہرام کا نامہ نگار راوی ہے کہ وزیر خارجہ مصر نے وزیر خارجہ ترکی کے نام اس قسم کا ایک برقیہ روانہ کیا ہے۔

آنجناب کو میں مسرت کے ساتھ اطلاع دینے کے قابل ہوں کہ ہمارے مجالس نواب شیوخ نے باجماع آرائے ترکی مصری معاہدات مودت و صداقت کو منظور کر لیا میں نے جس وقت معاہدات کے وثائق پارلیمان میں پیش کئے تو مجھے اس حیرت انگیز شعور کا احساس ہوا جو اہل مصر کو ترکی کے ساتھ ہے گویا دونوں حقیقی بھائی ہیں آئندہ موسم سرما میں آپ کی سیاحت مصر صداقت کی مزید مظہر ہوگی اور مصر و ترکی میں روابط مستحکم ہوجائینگے

اس برقیہ کے جواب میں توفیق رشدی آرس وزیر خارجہ ترکی نے لکھا کہ

آپ کا مسرت افروز برقیہ پہونچا۔ مجھے نہایت روحانی مسرت ہوئی یہ سنکر کہ پارلیمان مصریہ میں باجماع آرا معاہدات مصر و ترکی منظور ہوگئے اگر مجھے فرصت ہوئی تو میں شاہ مصر کی تاج پوشی میں بخلوص قلب شریک ہوتا آئندہ سرما میں ضرور آؤنگا۔

مصر مصر کے نوجوان تاجدار شاہ فاروق کی تاج پوشی ۲۹ جولائی ۱۹۳۷ء کو مصری پارلیمنٹ میں ادا کیگئی اس تقریب کی وجہ سے سارے ملک میں چراغاں و مسرت و انبساط کے جلسے ہوئے اور مصری رعایا نے نہایت جوش اور حسن عقیدت سے شاہ کی تخت نشینی کا خیر مقدم کیا۔

شیخ الازہر کی خواہش تھی کہ شاہ کی یہ تقریب دینی طریق پر منائیں لیکن وفد پارٹی کے صدر موجودہ وزیر اعظم نے یہ کہکر ٹالدیا کہ شاہ فاروق تنہا مسلمانوں

بادشاہ نہیں ہیں بلکہ یہ مسلمان عیسائی قبطی یا جو بھی ان کے رعایا ہیں ان سب کے بادشاہ ہیں ۔

تاہم مصطفیٰ المراغی شیخ الازہر نے اس تقریب سعید کے دن بادشاہ کو عشائی نماز جامع ازہر میں پڑھوائی اور بادشاہ کی خدمت میں قرآن مجید اور صحیح بخاری کا ایک نسخہ پیش کیا جس کو بادشاہ نے نہایت آداب و احترام سے قبول کیا آخر میں بارگاہ الہی میں درازی عمر، استقامت کیلئے دعا مانگی اور التجا کی کہ مقبلہ مصر کے نوجوان شاہ فاروق کو مصر اور اسلام کا سچا خادم بنائے اور ان سے وہ کام لے جو روحانی اور جسمانی طور پر مفید ہوں ۔

سقوط خلافت کے بعد مصریوں کی کوششیں تھیں کہ پھر ایک مرتبہ خلافت کا احیاء ہو جائے چنانچہ حال ہی میں اطلاع وصول ہوئی ہے کہ قاہرہ میں علماء کی ایک جماعت مقرر ہوئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ خلافت کی تحریک کو پھر زندہ کیا جائے اور شاہ فاروق کو خلیفہ منتخب کیا جائے ہنوز اس کی سرکاری تصدیق نہیں ہوئی ۔ ۔ ۔ لیکن امکان ہے کہ خلافت کا احیاء، مصر سے یا ترکی ہی سے پھر ہو جائے اس مرتبہ کی خلافت پہلے جیسی نہ رہے گی

حال کی اطلاع ہے کہ گزشتہ ماہ ترکوں میں دس دس سال کے بچوں کا فوجی مظاہرہ عمل میں آیا یہ بچے حال ہی میں فوجی بھرتی میں داخل ہوئے تھے مظاہرہ کے وقت ہر بچہ کے سینہ پر ایک کتبہ آویزاں تھا جس پر ماؤں نے لکھا تھا ۔ "ہم ان بچوں کو حکومت کے حوالے کرتے ہیں"

ہندوستان

نہایت سوچ بچار کے بعد کانگریس نے وزارتوں کو قبول کیے اب اس کی وزارتیں ہندوستان کے (۷) بڑے صوبوں میں قائم ہو چکی ہیں سب سے پہلے کانگریسیوں نے اپنی تنخواہوں میں کمی کی اور ہر وزیر کی تنخواہ (۵۰۰) قرار دی اس کے بعد کانگریسی وزرا نے اہل ملک کی عام اصلاح کیلئے ایک نظام العمل بنایا اس نظام العمل میں سب سے پہلے سیاسی قیدیوں کی غیر مشروط رہائی کو جگہ دی اور ساتھ ساتھ حسب ذیل (۴) باتوں کا لحاظ رکھا گیا ۔

(۱) ان سرکاری ملازمین کو جنھوں نے تحریک ستیاگرہ اور عدم تشدد کے سلسلہ میں نوکری سے مستعفی ہو چکے تھے یا برخواست کر دیے گئے تھے انہیں دوبارہ اپنے عہدوں پر واپس بلا لیا جائے

(۲) عدم ادائی ٹیکس کی صورت میں جو جائداد ضبط کر لی گئی تھیں وہ واپس دیدے جائیں

(۳) سیاسی مجرموں کی ضمانتیں اور جرمانے واپس کر دئے جائیں۔

(۴) جہانتک کانگریسی وزارتوں کے اختیار میں ہے صوبہ جاتوں میں قانون تشدد کی تنسیخ عمل میں لائی جائے غرض اس قسم کے دیگر مفید معاشرتی اور سماجی اصلاحات کو اپنے نظام العمل میں شامل کر لیا ہے جس کے سبب ملک پر نہایت گہرا اور خوشگوار اثر پڑا اور عام حالات پر ایک عظیم انقلاب رونما ہونے کی توقع ہے۔

ہند کے باشندے ایک زمانے سے ایک ایسی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے تھے جو غیر ملکی ہیں اور جس کے مفاد اہل ہند کے مفاد سے مختلف ہیں اس لئے اتبک ہند کے رہنے والے قومی حکومت کے ثمرات و برکات سے قطعاً نا آشنا تھے اب جبکہ کانگریسی وزارتوں کا ملک پر اطمینان بخش اثر پڑھ رہا ہے اور اہل ہند کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور انہیں نظر آنے لگا ہے کہ اپنوں اور غیروں کی حکومت میں کیا فرق ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ کانگریسیوں نے اپنے نظام نامے کے ذریعہ اہل ہند کو . . . .

. . . . اس قلیل عرصے میں بہت سے فائدے پہونچائے ہیں جیسے کہ سودیشی تحریک عام ہوتی جا رہی ہے دیہات سدھار کی کوشش بار آور ہو رہی ہے لگان میں کمی قرضوں کا خاتمہ منشیات کا روک تھام بیکاری کا انسداد تعلیم کا رواج غرض ان سب امور میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے کہ کانگریس نے انتخاب کے وقت ملک سے جو وعدے کئے تھے ان پر وہ سختی سے پابند ہے

اگر دو سے زیادہ ریاستیں اس طرح ملکر ایک نئی ریاست بنائیں کہ ان کا وجود بھی قائم رہے اور ان سے ملکر جو ریاست بنے ہے اس میں ریاست کے تمام اوصاف موجود ہوں تو اسے وفاق کہینگے (۱) یا وفاق سے مراد چند ریاستوں کا اتحاد ہوتا ہے جو خارجہ تعلقات کیلئے مشترکہ ادارہ قائم کرتی ہیں اندرونی معاملات میں ہر ریاست کم یا زیادہ خود مختار ہوتی ہے گو مرکزی حکومت جو ان وفاقی وحدتوں ہی کے نمایندوں پر مشتمل ہوتی ہے) بہت سے اختیار دیدے جاتے ہیں ممالک متحدہ امریکا، سوئٹزرلینڈ اسکی پرانی مثالیں ہیں۔

ہندوستان میں بھی اب اسی طرح کے اتحاد کی کوشش ہو رہی ہے (۲) اور جو دستور اس صوبی میں نافذ ہوا ہے اس سے کانگریس رضامند نہیں ہے جس کے باعث کانگریس کا ارادہ ہے کہ وہ وفاق کے نفاذ کا شدید مزاحمت کرے پنڈت جواہر لال نہرو نے بمبئی کے کانگریسی جلسے میں کانگریسوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

---

(۱) جامعہ ۵۔۳۶ (۲) قانون بین الممالک ۳۷

ہم ہندوستانی وفاق کی مقاومت کریں گے ہم اسکو توڑ ڈالیں گے ہم اسکو پارہ پارہ کردیں گے اور اسکو جلا دیں گے اور جو کوئی اسکیم کے نفاذ پر بحث کرے وہ وطن کا غدار ہے۔

حیدرآباد اہل ہند کے لئے مقامی دستور کی جو تجویز ہوئی ہے اسی لحاظ سے ہند کے تمام دیسی ریاستوں میں بھی اس قسم کا قانون نافذ کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ بعض ریاستوں نے شرکت وفاق میں رضامندی ظاہر کی ہے اور بعضوں نے انکار کیا ہے حیدرآباد جو ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست ہے اس نے ابھی تک اپنی شرکت کے متعلق کوئی قطعی تصفیہ نہیں کیا ... لیکن جو حالات اس خصوص میں پیدا ہو گئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرکت وفاق کیلئے سب سے زیادہ اصرار حیدرآباد سے ہو رہا ہے۔ اور اس اصرار کو ٹال دینا ہمارے بس میں نہیں ہے اہل ملک کا ایک دردمند طبقہ اس پر اصرار کر رہا ہے کہ چاہے ہم وفاق میں شریک ہوں یا نہ ہوں ہمارے لئے اپنی سیاسی حیثیت کو متعین کر لینا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ معاہدات ہی سیاسی تعلقات کا صحیح معیار بن سکتے ہیں۔ اس مہم کی تکمیل کے بعد ہمیں اس پر غور کرنا ہے کہ شرکت وفاق میں فوائد زیادہ ہیں یا نہیں بار بار برٹش گورنمنٹ نے اس امر کا اعلان کیا ہے کہ شرکت یا عدم شرکت کا تصفیہ بالکلیہ ریاستوں کی مرضی پر منحصر ہے اور ہر ریاست اپنے اپنے حالات اور روایات کے لحاظ سے اس مسئلہ پر آزادی سے غور و فکر کر سکتی ہے اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ ملک کے مفکرین ایک جگہ جمع ہو کر اپنے نصب العین کو متعین کریں لیکن ظاہر ہے کہ یہ کام بلا آزادی تقریر اور انعقاد مجالس کے ہو نہیں سکتا۔

بلدی انتخابات حیدرآباد نے بھی اپنی بلدیہ کو جو اختیارات دے ہیں اس کے تحت اسکے کارکنوں کے انتخاب ہر تین سال میں ایک مرتبہ عمل میں آتے ہیں اور یہ منتخبہ اشخاص قوم کے نمائندے کہلائے جاتے ہیں پہلا انتخاب ۱۳۴۳ف میں ہوا تھا دوسرا انتخاب امان ۱۳۴۶ف عمل آتا کہ ۱۳۴۷ف سے جدید منتخبہ اشخاص بلدی خدمات کو انجام دیں۔ لیکن یہ امر قابل افسوس ہے کہ اس انتخاب میں فرقہ واری اور پارٹی سسٹم کے زہریلے جذبات جیسے آج دیگر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں ان سے آخر حیدرآباد بھی محفوظ رہ نہ سکا یہ زہریلی فضا یہاں بھی پھیل گئی۔ عثمانیہ بلدی جماعت

"عالمد ہرمو ک" میں اسی موقع کی یادگار ہے۔ اس سال بھی مساجد اور دیگر عبادت گاہوں میں دعائیہ جلسے منعقد ہوئے اور باشندگان مدراس نے اپنے ہاں جلسۂ عام منعقد کرکے جلالت مآب شاہ دکن کی خدمت میں ہدیۂ مبارکباد پیش کئے

۲۹ رجب ۱۳۴۸ھ م ۲۸ بہمن ۱۳۳۹ف	اس سال بھی حیدرآباد کے مساجد اور دیگر عبادت گاہوں میں دعائیہ جلسے منعقد ہوئے اور بالخصوص مسجد فیلخانہ، مسجد توپ خانہ، مسجد گٹھلنڈی، مسجد فصیح جنگ اور مسجد حضرت کھڑاویں والے شاہ صاحب اور ننھے صاحب کی مسجد میں دولت آصفیہ اور شاہ دکن کیلئے دعائیں مانگی گئیں اور بعد ختم دعا شیرینی بھی تقسیم ہوئی۔ صدر مجلس اتحاد المسلمین کے جانب سے ایک وسیع عصرانہ بھی دیا گیا۔ روزنامہ صحیفہ نے خصوصی مقالہ لکھا۔ مسلمانان مدراس نے (بحوالہ رہبر دکن) اور مسلمانان بجواڑہ نے (بحوالہ صحیفہ) شاندار جلسے اس موقع پر منعقد کئے اور اپنے ان جلسوں کے ذریعہ جلالت مآب شاہ دکن کے خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کئے الکشافہ کا ایک خصوصی نمبر یوم خودمختاری کے نام سے شائع ہوا۔
۲۹ رجب ۱۳۴۹ھ م ۱۶ بہمن ۱۳۴۱ف	اس سال روزنامہ منشور نے آزادی نمبر شائع کیا جس کے بعض مضامین ابتک مکرر نقل ہوتے رہتے ہیں۔ بابرشاہی کشافوں نے بصدارت جسٹس نواب اکبر یار جنگ بہادر جلسہ منایا۔ جس میں نواب بہادر یار جنگ بہادر نے بھی تقریر کی تھی۔
	رہبر دکن میں ایک اپیل شائع ہوئی تھی کہ یوم خودمختاری کے موقع پر ڈاک کے خصوصی ٹکٹ جاری کئے جائیں و نیز ممالک محروسہ سرکار عالی کے اندر اور باہر سلطنت آصفیہ کی فلاح وبہبودی کیلئے دعائیں کی جائیں چنانچہ اس سال مساجد اور دیگر عبادتگاہوں میں دعائیں کی گئیں اور الکشافہ کا ایک خصوصی نمبر شائع ہوا۔
۲۹ رجب ۱۳۵۰ھ م ۶ بہمن ۱۳۴۱ف	اس سال بھی مساجد اور دیگر عبادت گاہوں میں دعاؤں کا نظم رہا اور انجمن طلباء قدیم مدرسہ نظامیہ کے جانب سے بصدارت ڈاکٹر سید محمد قاسم صاحب ناظم سمیات جلسۂ دعائیہ منایا گیا۔ بابرشاہی کشافوں نے (بحوالۂ رہبر دکن) جسٹس نواب ناظر یار جنگ بہادر کی صدارت میں تقریب منائی۔ اور ہر سال مناتے آرہے ہیں کبھی تقدس مآب

مولوی سید محمد بادشاہ حسینی صاحب (نظامیہ) کی کبھی بہادریار جنگ بہادر کی اور کبھی دوسرے لوگوں کی صدارت میں جس میں نظماء و علماء جات پروفیسران جامعہ عثمانیہ اور دیگر بڑی شخصیتیں بھی تقریریں کرتی رہی ہیں۔ اور الکشاف کا ایک خصوصی نمبر بہ تذکار سلطنت آصفیہ شائع ہوا۔ جس کے بعض مضامین ابتک نقل ہوتے رہتے ہیں۔

۲۶ء رجب سنہ ۱۳۵۱ھ م ۲۵ء دی سنہ ۱۳۴۲ف — اس سال بھی مساجد اور دوسرے عبادت گاہوں میں سلطنت آصفیہ کیلئے دعائیں کی گئیں اور انجمن طلباء قدیم مدرسہ نظامیہ کے جانب سے جلسۂ دعائیہ بصدارت مولوی سید احمد علی صاحب قادری صوفی منایا گیا۔ بابرشاہی کشافوں نے بھی یہ تقریب منائی۔

۲۶ء رجب سنہ ۱۳۵۲ھ م ۱۴ء دی سنہ ۱۳۴۳ف — اس سال بھی مساجد اور دوسرے عبادت گاہوں میں دعائیں کی گئیں۔ انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ و بابرشاہی کشافوں نے اس تقریب کو نہایت عمدگی سے منائے اور اس تقریب میں الکشافہ کا ایک خصوصی نمبر شائع ہوا۔

۲۶ء رجب سنہ ۱۳۵۳ھ م ۱۴ء دی سنہ ۱۳۴۴ف — اس سال جشن خود مختاری سلطنت آصفیہ کے اہتمام و انتظام کیلئے ایک کمیٹی کا انعقاد عمل میں آیا اور اخبارات میں ایک اپیل شائع کرائی گئی۔ اپیل کے ذریعہ حیدرآبادیوں سے خواہش کیگئی کہ وہ اپنے یوم خود مختاری کو عمدہ اصول اور دلچسپ طریقوں سے منائیں چنانچہ مساجد اور دیگر عبادت گاہوں میں سلطنت آصفیہ کیلئے دعائیں کی گئیں۔

یہ امر اہم حیدرآبادیوں کے لئے سب سے زیادہ مسرت و فخر و مباہات ہے کہ جلالت مآب اعلحضرت خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے پھر ایک مرتبہ ہم حیدرآبادیوں کو غفلت سے چونکا کر دوبارہ خود مختاری کی دولت سے اس طور پر ہمیں بہرہ ور فرمایا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹۵ سلہ

سلہ ۔ اخبار رہبر دکن ۲ مردی سنہ ۱۳۴۴ف ۔

اساسِ سلطنت چوں اُو بنا کرد
چہ حقِ عدل آصف جاہ ادا کرد
بہ گلزارِ دکن عثمانؔ نگہ کن
کہ غنچہ را گُلِ خنداں صبا کرد

اسی طرح اخبار رہبرِ دکن نے بھی ایک خصوصی مقالہ لکھا اور اپنے مقالہ میں اس امر کو واضح کیا کہ "کیا ہی اچھا ہے کہ ہم آج بھی گذشتہ سالوں کی طرح ایک عظیم الشان جلسۂ خودمختاری سلطنتِ آصفیہ منعقد کرتے اور اس میں مختلف تقریروں کی روشنی میں یہ دیکھ لیتے کہ ہم آج کے روز کبھی کیا تھے اور آج کیا ہیں۔ اپنے ماضی سے حال کا مقابلہ علی العموم مستقبل کے بہتر بنانے کا باعث ہوا کرتا ہے۔ اس سے ایک طرح کی عزیمت اقوام میں پیدا ہو جاتی ہے جس کے پیدا ہو جانے کے بعد ان کا آگے کی طرف بڑھنا لازمی ہے۔ ہمیں اس مسئلہ پر بھی غور کر لینا چاہیے کہ یومِ خودمختاری دکن کیا چیز ہے۔

کنور منوہر سنگھ ام اے ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ کی صدارت میں دارالمطالعہ ویربھان جوہول بمبئی کے جانب سے شاندار پیمانہ پر اس تقریب کو منایا گیا اور حضرت اقدس و اعلی سے لقب ہز مجسٹی کے برتنے کی استدعا کی گئی۔

سال گزشتہ کی طرح سال حال بھی اہلِ مدراس نے لائیڈ روڈ مدراس میں زیر صدارت مولوی محمد عبدالواحد صاحب خودمختاری سلطنت آصفیہ کا یوم استقلال منایا گیا جس میں حسب ذیل قرار دادیں منظور ہوئیں۔

(۱) یہ جلسہ یوم خود مختاری سلطنت آصفیہ کی عقیدتمندانہ مبارکباد جلالت مآب اعلیحضرت حضور نظام کی خدمت میں پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہے۔ (۲) یہ جلسہ حکومت ہند سے پرجوش استدعا کرتا ہے کہ سکندرآباد اور مسولی پٹم حضور نظام کو واپس کردئے جائیں۔ (۳) یہ جلسہ اعلیحضرت کو ہز مجسٹی کا خطاب عطا کرنے کی استدعا کرتا ہے۔ (۴)۔ حالیہ اصلاحات میں گورنمنٹ آصفیہ کی حیثیت نیپال و عراق کی طرح خود مختار مستقل حکومت کی ہے۔

۲۹ رجب سنہ ۱۳۵۴ھ / سنہ ۱۳۴۵ف — اس سال بھی اس یوم مسرت کو قومی عید کی طرح منانے کی ایک اپیل شائع ہوی۔ اخبار صحیفہ نے ایک خصوصی مقالہ لکھا۔ یا برشاہی کشافوں نے بھی اس یوم کو دلچسپ طریقوں پر منایا۔ مساجد اور دیگر عبادت گاہوں میں سلطنت آصفیہ کے لئے دعائیں کی گئیں۔

۲۹ رجب سنہ ۱۳۵۵ھ / ۱۱ آذر سنہ ۱۳۴۶ف — اس سال بھی حسب معمول آمد قدیم ممالک محروسہ سرکار عالی میں یادگار یوم خود مختاری دن منایا گیا۔ اخبارات کے ذریعہ عوام کو اس یوم کی عظمت کے متعلق توجہ دلائی گئی۔ مساجد اور دیگر عبادت گاہوں میں دعائیہ جلسے منعقد ہوئے۔

۲۹ رجب سنہ ۱۳۵۶ھ / ۳ آبان سنہ ۱۳۴۷ف — مقامی اخبارات میں اپیل شائع کرائی گئی کہ ہم حیدرآبادیوں کو چاہئے کہ ۲۹ رجب کی عظمت پر غور و فکر کریں۔ ایک قومی عید کی طرح ہر شخص اس روز عید منائے۔ خدا کا احسان ہے کہ خدا نے ایک طرف ہمیں خود مختار بنایا ہے تو دوسری طرف ہمارے سروں پر ایک محب وطن قوم پرور بادشاہ کا سایہ ہما پایہ ڈالا ہے جس کی حق پسندی و حق جوئی سے ہمعصر دنیا خیالی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام قلمرو آصفیہ میں حسب ذیل طریقوں پر اس باعظمت یوم کی یاد منائیں (۱) مندر، مساجد اور کلیساؤں میں سلطنت آصفیہ کیلئے دعائیں مانگی جائیں۔ (۲) ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے مقام پر جلسے منعقد کریں اور ان جلسوں میں سلاطین آصفیہ کے اوصاف و خصائل اور انکی طرز حکمرانی کے اصول بیان کئے جائیں۔ (۳) صاحب استطاعت حضرات کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس مبارک اور باعظمت یوم مسرت کی تقریب میں بیواؤں یتیموں کی اعانت کریں اسی طرح اور دوستانہ ضیافتیں کی جائیں (۴) اس امر کی ضرورت بھی ایک عرصہ سے محسوس ہو رہی ہے کہ تقریر شاہی کو اچھے پیمانہ پر طبع کرکے اس روز جلسوں میں تقسیم کرائیں تاکہ ہر شخص اسکو پڑھکر واقف ہو اور اس کو اپنے ہاں ایک قومی عید کے تحفہ کی طرح محفوظ رکھے (۵) اہل صحافت و رسائل کا فرض ہے کہ وہ اس روز خود مختاری سلطنت آصفیہ کے تذکرے دلچسپ اور عام فہم لکھیں اور اس تقریب میں خاص نمبر نکالیں غرض اس قسم کے دلچسپ مشاغل اختیار کئے جائیں تو حقیقی طور پر صحیح مقاصد کے ساتھ اس روز کی تعطیل کا استعمال ہو سکیگا۔ الحمدللہ اس اپیل کا باشندگان حیدرآباد پر اچھا اثر پڑا۔ سنا گیا ہے کہ انجمن اتحاد المسلمین بلدہ و باشندگان سکندرآباد کے جانب سے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہونے والا ہے انشاء اللہ آئندہ سال ہم کل سال کے دلچسپ حالات لکھیں گے۔

خلاصہ یہ کہ بلا تفریق مذہب و ملت بلا امتیاز طبقہ و درجہ اس دن کی قدر و اہمیت ملک میں روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور حیدرآبادی اپنے آپ کو اس عزت کے مستحق اور سزاوار بنانے جا رہے ہیں۔ اس میں صدیوں سے حاصل ہے اور سب کا استحکام و ترقی کی دعا ہمیشہ خواہ ملک کے دلیس ہو جوان ہے خدا اسی نظر بد سے بچائے آمین یا رب العالمین۔

اور دیگر جماعتیں ایک طرف پارٹی سسٹم پر کاربند ہیں تو ہندو مسلمان شیعہ اور سنی کے تباہ کن جذبات دوسری طرف موجزن ہیں۔ ان سب کے تصادم کے بعد جو ارکان منتخب ہوں وہی بلدی خدمات انجام دیں گے۔ ایسے منتخبہ اشخاص جو فرقہ واری اور جماعت بندی کے جذبات کے ہوں۔ ان سے بھلائی کی توقع ہو سکتی ہے۔ واضعان قانون نے انتخاب بلدیہ کا جو مقصد قرار دیا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عوام میں صحیح طور پر ذمہ داری کا احساس پیدا کرایا جائے اور بلدیہ کے معاملات عوام کی دلچسپی اور رہنمائی سے بہتر طریقہ پر انجام دیے جائیں۔

سال حال جو اشخاص منتخب ہوئے۔ انہوں نے پہلے ہی مرتبہ اپنی کامیابی کے بعد اپنی اپنی سمت میں جلوس کے ساتھ گشت کئے اور ان کے کارکنوں نے دل کھول کر ناکام امیدوار کے شان میں جو کچھ نہ کہنا تھا کہا۔ اس قسم کے جلوس اور نعرہ صداؤں سے سمت کے لوگوں میں محبت و مودت کے جذبات پیدا ہونے کے تفریق اور نفرت کے جذبات پیدا ہوئے جو کسی طرح من حیثیت المجموع قوم کے لئے مفید نہیں اس کے بجائے یہ ہونا چاہیے تھا کہ کامیاب امیدوار اپنے ناکام امیدوار کے کارکنوں اور ان کے رائے دہندوں سے تعاون عمل کر کے اپنی سمت میں خوشگوار فضا پیدا کرانے کی کوشش کرتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کیا ہم آیندہ ایسے منتخبہ اشخاص سے جن کی ذہنیت اس قسم کی ہو بھلائی کی توقع رکھ سکتے ہیں؟

سر محمد یعقوب صاحب سابق لیجسلیٹو اسمبلی چند روز کے لئے حیدرآباد آئے تھے طلبہ کے ایک جلسہ میں فرمایا کہ حریت اور آزادی کے الفاظ آجکل بہت مرغوب ہیں مسلمان نوجوانوں کو خصوصاً کسی دوسرے سے حریت و آزادی کا سبق لینے کی ضرورت نہیں۔

اسلام کے گزشتہ کارنامے ہمارے سبق لینے کے لئے کافی ہیں اسلام سے بڑھکر کوئی اور قوم یا مذہب نے آزادی اور حریت کا سبق نہیں سکھایا۔ اتباع اور اطاعت کا سبق بھی اسلام ہی کا مرہون منت ہے۔ موجودہ تہذیب ہماری آنکھوں کو خیرہ بنا رہی ہے۔ مادی تہذیب تکمیل انسانیت کیلئے کافی نہیں۔ اصلی تہذیب کی بنیاد مذہب پر رکھی جانی چاہیئے۔ انسانی تکمیل درستی اخلاق اور اعلیٰ خیالات پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔ مادہ پرستی سے یہ چیز حاصل نہیں ہوتی وہ جسم ہی بیکار ہے جس میں مذہب اور روحانیت کی روح نہ ہو یہ حیدرآبادیوں کی بڑی خوش نصیبی ہے کہ سلطان العلوم شمس الملت والدین اعلیحضرت خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی فیاضی سے حیدرآباد دارالعلم ہو گیا ہے یہ ایسا باب العلم ہے جو برٹش انڈیا میں ہمارے لئے میسر نہیں اسی لئے قوم کے درد مند اصحاب کا یہ فرض ہے کہ وہ حیدرآباد میں علم کی دیواروں کو مذہب کی بنیاد پر اٹھائیں۔

یوم خود مختاری کہاں ——— کس طرح منایا جاتا ہے

جو ممالک اپنی آزادی کھو کر حاصل کرتے ہیں وہ ہمیشہ اپنے یوم خود مختاری کو نہایت مسرت و انبساط سے مناتے ہیں اور ایک قومی عید کیطرح ہر شخص عید آزادی کی تقریب کو انجام دیتا ہے۔ ذیل میں چند ممالک کے دلچسپ واقعات لکھے جاتے ہیں جس سے واضح ہوگا کہ خود مختار ممالک کے بسنے والوں کے پاس اس یوم کی کس قدر عظمت و رفعت ہے۔

افغانستان شاہ امان اللہ خاں کے عہد میں افغانستان آزاد ہوا اس روز سے سارا ملک اپنے یوم خود مختاری کو نہایت دلچسپی سے مناتا ہے۔ ملک کے ہر حصے میں علماء اور ہمدردان قوم کی جانب سے جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ ہر شخص اپنی استطاعت کے موافق کھانے پکاتا دوست واحباب اعزار اور مستحقین کو کھلاتا رہتا ہے سرکار کی جانب سے دوست ممالک کے ممتاز افراد کو دعوت دیجاتی فوجی پریڈ اور مصنوعی جنگ کا نظم کیا جاتا ہے شعراء بار یاب ہوتے غرض افغانی اس یوم کو عید کی طرح مناتے ہیں۔

اعلیٰحضرت نادر خاں نے بھی اپنے عہد میں اس تقریب کو جاری رکھا جس کا سلسلہ ابتک جاری ہے۔

ایران شاہ رضا خاں پہلوی بھی اپنی اس تقریب کو نہایت شان و شوکت سے انجام دیتے ہیں۔ فوجی پریڈ ہوتی ہے۔ امراء کی دعوتیں تہنیت و تشکریہ کی تقریریں ہوتی ہیں۔ اخبارات کے خصوصی نمبر اور ڈاک کے خصوصی ٹکٹ شائع ہوتے ہیں۔ دارالسلطنت طہران کو آراستہ و پیراستہ کیا جاتا ہے۔

ترکی ترک میں بھی یوم نوران اور یوم جمہوریت دو قومی عیدیں منائی جاتی ہیں اور حکومت کے جانب سے دونوں عیدوں میں تعطیل بھی دیجاتی ہے۔

فوجی پریڈ اور جنگی جہازات کی نمائش اور مصنوعی جنگ کا نظم خاص طور پر کیا جاتا ہے۔ اس روز کونسل کا اجلاس ہوتا ہے۔ حکومت قوم کو اور قوم حکومت کو مبارک دیتی ہے۔

یونیورسٹیوں اور کالج کے میدانوں میں تقریروں کا انتظام کیا جاتا ہے جہاں مقررین قانونی نقطہ نظر سے صلح نامہ نوران کی تشریح کرتے ہیں اور صلح کی اہمیت و اثرات کو نہایت عمدگی سے بیان کرتے ہیں۔

ترکی قوم اپنے ان دو عیدوں کو سب سے زیادہ دلچسپ منانے کی ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ممالک عرب و حجاز یمن۔ عراق۔ مصر اور نجد و حجاز کے لوگ بھی اپنے یوم خود مختاری کو نہایت تزک و احتشام سے مناتے ہیں۔ مختلف طور پر اپنے اس قومی عید کو دلچسپ منانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اس دن کی قدر و منزلت کرتے اور اس کی اہمیت سے قوم کو واقف کرتے ہیں۔

حیدرآباد دکن ۲۹ ہر رجب کا دن ہر سال آتا اور گزر جاتا ہے۔ اس دن میں جو برکتیں اللہ تعالیٰ کے جانب سے ہم حیدرآبادیوں پر نازل ہوئے ہیں اس کا ہم کس زبان اور کس منہ سے شکر ادا کریں۔ خدا تعالیٰ کا ہم پر یہ فضل ہے کہ خدا نے ہمیں بھی معزز ممالک کی طرح خود مختار اور آزاد رکھا اور اہل ملک کو ملک پر حکومت کرنے کا موقع دیا۔ سچ پوچھو تو ہمیں یہ برکت حضرت آصف جاہ اول علیہ الرحمہ کی مجہود کوششوں سے حاصل ہوئی جس پر آج ہم جس قدر فخر و مباہات کریں نہایت ہی کم ہے۔

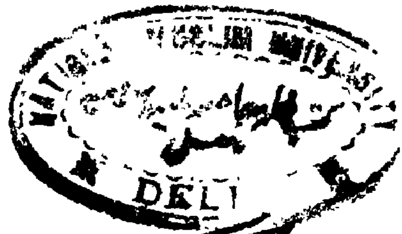
۱۳۴۲ھ میں ہمارے ہاں بھی دو صد سالہ جشن آزادی نہایت تزک و احتشام سے منایا گیا اور وہ دن ہمیشہ کیلئے قومی عید کا دن اور تعطیل کا روز قرار دیدیا گیا۔ اس باعظمت یوم کو آج ہر جگہ ہم حیدرآبادی نہایت دہوم دھام سے مناتے ہیں۔ اور ہر سال مساجد اور کلیساؤں میں دعاؤں کے جلسے منعقد کرتے اور بعض مقامات پر جلسے بھی منعقد کئے جاتے ہیں جہاں سلطنت آصفیہ کی خود مختاری اور سلطنت آصفیہ کی بین الاقوامی رواداری اور برکات کے خاص حالات بتلائے جاتے ہیں۔

چودہ برس ہوئے کہ ہمیں ہمارے راعی نے غفلت کی نیند سے چونکا دیا اور بتایا کہ ہم بھی خود مختاری کی عزت و نعمت سے بہرہ ور ہیں۔ اس چودہ سال میں یوم خود مختاری کی یاد اور سالگرہ جس طرح منائی جاتی رہی ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ اس کا ایک مکمل تذکرہ یہاں قلمبند کریں لیکن وقت کی کمی اور ماخذوں کی کثرت اور انتشار کے باعث ممکن نہ ہو سکا کہ اس موضوع کے ساتھ پوری طرح انصاف کیا جا سکے۔ بہر حال کچھ نہ ہونے سے تھوڑا ہی ہونا بہتر ہے سلہ پہلی کوشش ہے اور کام کا آغاز ہے توقع ہے کہ آیندہ سالوں میں احباب کی امداد سے یہ تذکرہ مکمل تر ہوتا جائے گا۔

سلہ ۔ اخبار رہبر اور صحیفہ سے جس قدر مواد مل سکا اس کے مطابق ان جلسوں کی مختصر کیفیت مرتب کی گئی۔

۲۹ر رجب سنہ ۱۳۴۲ھ م ۱۳۳۳ف	اس سال پہلی مرتبہ اس تقریب سعید کا آغاز ہوا۔ اور دو صد سالہ جشن یادگار اعلان خودمختاری سلطنت آصفیہ سرکاری طور سے منایا گیا اور آئندہ کے لئے ۲۹ر رجب ہر سال قومی عید اور تعطیل کا دن قرار دیا گیا۔ جلالت مآب اعلیٰ حضرت نے دربار منعقد فرمایا اور ایک یادگار و عہد آفریں تقریر فرمائی جو اسی پرچے میں الگ درج ہے۔
۲۶ر رجب سنہ ۱۳۴۳ھ م ۲۲ر فروردی سنہ ۱۳۳۴ف	اس سال بھی خودمختاری سلطنت آصفیہ کا یوم نہایت مسرت و انبساط کے ساتھ منایا گیا جملہ عبادت گاہوں میں دعائیں کی گئیں۔ باشندگان مدارس نے بھی اپنے ہاں یوم خودمختاری کا جلسہ منعقد کر کے تجاویز منظور کئے۔
۲۶ر رجب سنہ ۱۳۴۴ھ م ۱۲ر فروردی سنہ ۱۳۳۵ف	پہلے سال کے نسبت کرتے اس سال بھی بلدہ و اضلاع کے مساجد اور عبادت گاہوں میں سلطنت آصفیہ کیلئے دعائیں کی گئیں۔ اور باشندگان مدراس نے بھی اس روز اپنے ہاں عام جلسہ منعقد کیا۔
۲۹ر رجب سنہ ۱۳۴۵ھ م یکم فروردی سنہ ۱۳۳۶ف	حسب معمول اس سال بھی ہم حیدرآبادیوں نے اپنے یوم خودمختاری کو نہایت سکوت اور مسرت و انبساط کیساتھ منایا۔ مساجد منادر اور کلیساؤں میں دعاؤں کا نظم کیا گیا۔ حسب معمول اہل مدراس نے اپنے ہاں جلسہ منعقد کیا۔ سلاطین آصفی کے طرز اصول حکمرانی اور دولت آصفیہ کی رواداری پر بعض مقررین نے تقریریں کیں اور ایک تجویز کے ذریعہ جلالت مآب حضور نظام کے ملاحظہ میں ہدیہ تبریک پیش کرنیکی عزت حاصل کی۔
۲۹ر رجب سنہ ۱۳۴۶ھ م ۲۰ر اسفندار سنہ ۱۳۳۷ف	اس سال بھی حسب معمول مساجد اور دیگر عبادت گاہوں میں یوم خودمختاری کا دن منایا گیا۔ سلطنت اور جلالت مآب شاہ دکن کیلئے دعائیں مانگی گئیں۔ مدراس کے باشندے بھی حسب روایت قدیم اس روز اپنے ہاں جلسۂ عام منعقد کر کے جلالت مآب شاہ دکن کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرنیکی سعادت حاصل کی۔
۲۹ر رجب سنہ ۱۳۴۷ھ م ۹ر اسفندار سنہ ۱۳۳۸ف	اس سال تعلقہ اودگیر (بیدر) کی کسی انجمن کے معتمد نے ایک مطبوعہ عام مساجد میں یوم خودمختاری کے موقع مانگنے کیلئے تقسیم کی تھی اور اسی روز شام کے ۴ بجے ٹاملی حیدرآباد میں مولانا محمد عبدالواسع (مرحوم) پروفیسر جامعہ عثمانیہ کی صدارت میں بڑا جلسہ منایا گیا۔ کپتان عجاز علی (مرحوم) کی پرجوش نظم

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات



نظام المشائخ

(۹)

شاہ ابو الخیر کنج نشین فاضل نظامیہ مدیر

محمد وجیہ الدین مولوی کامل نظامیہ شریک مدیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلہ نظامیہ

قیمت سالانہ ــــ [illegible]
برائے سرکار عالی ـ [illegible]

مقام اشاعت سلطان پورہ حیدرآباد دکن
شعبان ۱۳۵۶ھ م آذر ۱۳۴۷ف
عدد (۹)

فہرست

نوٹ:۔ مجلہ نظامیہ ہر ماہ کے تیسرے ہفتہ شائع ہوتا ہے، یہ حیدرآباد دکن کا ایک علمی اور اصلاحی ماہنامہ ہے۔ استفادہ عام کی غرض سے چندہ نہایت قلیل رکھا گیا ہے، امید کہ اس کی اشاعت میں ناظرین کی کوششیں شریک رہیں گی ۔

مطبوعہ مطبع مکتبہ ابراہیمیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتم الاعلون ان کنتم مومنین

ملاحظات

(۲)

مجلہ نظامیہ کا ایک خصوصی نمبر بیادگار اعلان خود مختاری دولت آصفیہ ۲۹۔ رجب کو شائع ہو چکا۔ اس کے متعلق آئے دن ملک اور بیرون ملک کے مشاہیر اور اکابرین قوم کے جانب سے اظہار مسرت کے پیغامات وصول ہو رہے ہیں اور ان اصحاب نے اپنے پیغامات میں اس امر کو ظاہر کیا ہے کہ:۔

"حیدرآباد میں آزادی اور ترقی کی ایک لہر پیدا ہو رہی ہے، ملک کے نوجوانوں میں ترقی کے جذبات پیدا ہو چلے ہیں اور ہر ایک کا خیال حریت کی طرف بڑھ رہا ہے، یہی ایسے کیفیات ہیں جس کی بنا پر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ حیدرآباد کا مستقبل کسی زمانہ میں تاریک نہیں رہے گا، بلکہ اس کا ہر دور اپنے پہلے دور سے ممتاز رہے گا۔"

ایک اور صاحب اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

سب سے زیادہ خوشی اس امر کی ہوتی ہے کہ علماء سے جمود جا رہا ہے جماعت علماء اپنے فرائض پر کاربند رہنے کی کوششوں میں مصروف عمل نظر آ رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کے جانب سے ابنائے وطن میں خدمت ملک کا احساس پیدا کرانے کی غرض سے مجلہ نظامیہ کا خصوصی نمبر شائع کیا گیا یقیناً جماعت علماء کی یہ کوششیں مدح و ستائش کے قابل ہیں۔

پچھلی تاریخ کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قوموں کے عروج اور ان کی ترقیوں میں ہر وقت علماء کا بہت بڑا حصہ رہا ہے اگر یہی کیفیت اس وقت بھی پیدا ہو جائے تو مسلمانوں کے تمام مشکلات آسانی سے دور ہو جا سکتے ہیں اس ضمن میں جمعیۃ العلماء ہند کی کوششیں فراموش نہیں کئے جا سکتے، اس جمعیۃ نے مسلمانوں کو آزادی وطن کا سبق دیا ہے اور ساتھ ساتھ ان غلط اعتراضات کو دور کیا ہے کہ عربی تعلیم کا مقصد کبھی بھی یہ نہیں رہا کہ وہ اپنے تعلیم پانے والوں کو خدمت وطن سے روکے، غرض عہد حاضرہ کے جماعت علماء میں بیداری اور روشن خیالی کی رفتار روز بروز افزوں تر ہے اب وقت آ گیا ہے کہ حیدرآباد کے علماء بھی بیدار ہوں، مجلہ نظامیہ کا خصوصی نمبر ان کی بیداری کا ابتدائی ثبوت ہے جو ملک کے لئے خوش آئند نظر آتا ہے، خلاصہ یہ کہ ہم ان تمام

احباب کا جنھوں نے ہمارے اس خصوصی نمبر کی تعریف فرمائی ہے شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان سے توقع ہے کہ خدمت ملک کے لئے مجلہ نظامیہ کی حوصلہ افزائی ممکنہ طریقہ سے فرمائی جائیگی۔

سرزمین ہند میں جہاں ہندو مسلم اختلاف ہے اسی طرح اردو اور ہندی کی نزاع بھی پیدا ہوگئی ہے کوئی کہتا ہے کہ اردو خالص مسلمانوں کی زبان ہے، اور کوئی کہتا ہے کہ ہندی خالص ہندوؤں کی، لیکن اصل یہ ہے کہ اردو نہ مسلمانوں کی زبان ہے اور نہ ہندی صرف ہندوؤں کی، بلکہ اردو اور ہندی تمام ہندوستانیوں کی زبان ہے اور ان سب کی کوششوں سے اردو اور ہندی کی پیدائش ہوئی ہے۔

جو لوگ زبان کے سلسلہ میں مذہبی تعصب کو دخل دیتے ہیں وہ حقیقت میں اپنے مذہب کے دوست نہیں بلکہ وہ مذہب اور ملک کے دشمن اور غدار ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے ذاتی اغراض کے تحت ابنائے وطن کی صفوں کو منتشر کرنا چاہتے ہیں اسلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ نہایت سنجیدگی اور ایمانداری سے زبان کی پیدائش پر غور کریں اور جب ہم اس نیت سے غور کرینگے تو ہمیں صاف معلوم ہوجائے گا کہ زبان کی پیدائش میں کسی مذہب اور کسی رنگ و نسل کا امتیاز نہیں بلکہ یہ قوموں کی باہمی کوششوں سے رونما ہوتی ہے، یہی حال اردو اور ہندی کا ہے، خواہ مخواہ کے اس کو کسی قوم سے منسوب کرنا کوئی قرین مصلحت نہیں۔

یہ ہندوستان کی بدبختی ہوگی کہ اگر تمام ہندوستان کم از کم زبان کے حد تک ایک لسان نہ ہوجائے اور جب ہندوستان میں یک لسانیت پیدا ہوجائے تو یقین ہے کہ اس وقت ہندو مسلم اختلاف میں معتد بہ کمی ہوجائے گی۔ ہندی ہو یا اردو ایک ہی زبان تمام ہند میں رائج ہو کر رفتہ رفتہ حیثیت سے بھی کسی ایک ہی کو مسلم قرار دیا جائے تو وقت کے پیدا شدہ مشکلات جلد تر دور ہوجا سکتے ہیں اس سلسلہ میں ہندوستان کے مختلف مقامات پر تبادلۂ خیالات کی غرض سے جلسے ہوئے، مشاہیر زبان کا اجتماع ہوا، سبھوں نے اس ایجاد کو پسند کیا کہ ہندوستان کی زبان خواہ اردو ہو یا ہندی ان دونوں کو ہندوستانی کہا جائے اس سے زبان کی تاریخ میں قومیت کا جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ ایک حد تک جاتے رہے گا، چنانچہ اب اردو اور ہندی ہندوستانی سے موسوم ہوگئے ہیں اور ہندوستانی کا نام سب سے زیادہ دلچسپ اور مقبول عام ہو رہا ہے۔

اب ہندوستانی کو فروغ دینے کیلئے انجمن ترقی اردو کے ناظم مولوی محمد عبد الحق صاحب اور ہندی پرچار کے صدر راجندر پرشاد نے اردو اور ہندی کے نزاع کو اس طرح ختم کیا کہ:-

"ہندوستانی سے مراد اس ملک کی وہ زبان ہے جو ہندو مسلمانوں کے میل ملاپ سے بنی ہے جو شمالی ہند کے باشندے عام طور سے بولتے ہیں اور ہندوستان کے دوسرے حصوں کے رہنے والے سمجھتے ہیں جو عربی فارسی اور سنسکرت کے نامانوس لفظوں سے خالی اور جو فارسی ناگری یا کسی دوسرے خط میں لکھی جائے، اس کے علاوہ ان ہر دو نے ایک متفقہ بیان

بھی شائع کیا ہے جو آئندہ ماہ کے پرچہ میں نظر آئیگا اگر یہ دونوں جماعتیں خدمت ملک کی نیت سے خلوص کیساتھ کام کریں تو ہمیشہ کیلئے زبان کا اختلاف جاتے رہیگا۔ اور اس کے بجائے ہندوستانی کے ذریعہ ہندو مسلم اتحاد آسان ہوسکیگا۔

موجودہ زمانہ میں مال و اسباب کے انتقال اور لین دین کے کاروبار جاری رکھنے میں سودی نظام کاروبار کا ایک جزو بن گیا ہے اس کے بغیر تجارت اور لین دین ناممکن سا ہوگیا ہے، اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں سود جائز ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اس نظام زر کو ممنوع قرار دیا ایسے نازک دور میں جب کہ ملک بلا لحاظ مذہب و ملت سود خواروں کے مظالم کا شکار بنا ہوا ہے ایسی کوششیں جو اس نظام رہنے قوم کو رہائی دلانے کے لئے وقوع میں لائی جاتی ہیں، وہ ضرور قابل تحسین ہیں

اسلام نے سود لینے کے بجائے نہ لینے کو زیادہ ترجیح دی ہے اور مالدار لوگوں کو ثواب کی تلقین کیگئی ہے مگر مسلمان اس جانب بہت کم مائل ہیں ملک کو نہ سہی تو کم از کم اپنی قوم اور اپنے بھائیوں کو سود سے نجات دلائیں۔ یوں تو حیدرآباد میں بعض مجالس اس قسم کے قائم ہیں، جو اپنے مقصد میں کام انجام دے رہی ہیں۔ مولوی سید عبد المجید صاحب منتظم جوڈیشل کمیٹی معتمد انجمن اتحاد المسلمین سلطان پورہ نے اپنے چھٹے سال کی رپورٹ ہمارے ہاں روانہ کی ہے، اس رپورٹ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انجمن نے ۱۳۴۶ ف میں (للعہ) کی رقم بطور قرض بلا سود اپنے شرکاء میں تقسیم کی۔ چونکہ یہ انجمن محلہ کے حد تک محدود ہونے سے جس قدر رقم جمع ہوتی ہے، ان کی تقسیم بموجب قواعد عمل میں لائی جاتی ہے، اگر ہم (للعہ) کی رقم کسی ساہوکار سے حاصل کرتے تو فیصد ماہانہ کم از کم (۲) کے حساب سے ماہانہ (للعہ) ادا کرنا پڑتا، اور جس کا سالانہ سود (للعہ) کے قریب ہوتا، اور دو فیصد شرح سود کے حساب سے سالانہ (للعہ) ادا کرنے پڑتے اسطرح انجمن نے اپنے شرکاء کو (للعہ) سالانہ کے شرح سود سے بچالیا معتمد صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"اگر مسلمان حالات حاضرہ کے تحت احساس نہ کرکے اپنی تنظیم آپ نہ کرلیں تو ان کا خدا ہی حافظ ہے" مسلمانوں کو چاہئے کہ خود میں تنظیم پیدا کریں اور مسلمانوں کو سود سے نجات دلانے کی غرض سے جابجا انجمن ہائے امداد باہمی بلا سودی کو قائم کریں، اس سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ملک کو سود خواروں کے مظالم سے نجات ملیگی۔ اس طرح بلا شرح سود لین دین کے کاروبار جاری رہ سکیں گے۔

موجودہ زمانہ میں تعلیم سے زیادہ تربیت کی ضرورت ہے تعلیم ہو لیکن تربیت اچھی نہ ہو تو ایسے طلباء کسی طرح نہ تو خود اپنے لئے اور نہ اپنے ملک کے لئے کار آمد و مفید ہو سکتے ہیں، اب تک ہندوستان کی تعلیم میں سب سے زیادہ نقص جو رہا ہے وہ اچھی تربیت کی تعلیم کا نہ ہونا ہے، ماہرین تعلیم نے اب اس ضرورت کو تسلیم کرلیا ہے کہ تعلیم سے پہلے لڑکے کو اچھے اصول پر تربیت دلائیں، اس لحاظ سے تربیت کو تعلیم پر فوقیت رہتی ہے۔

یہ سُن کر مسرت ہوتی ہے کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں لڑکوں کی تربیت کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے تاکہ لڑکا مدرسے سے علم کے ساتھ با اخلاق نکلے۔

عام مذہبی مدارس میں اولاً تو چھوٹے لڑکوں کی تعلیم و تربیت کا نظم ہی نہیں ہوتا مگر، اب سنا گیا ہے کہ ہندوستان کے بعض مذہبی مدارس میں چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے خاص مدارس کھولے گئے ہیں اور ان مدارس میں بھی بچوں کی تربیت کا خاص لحاظ ملحوظ رکھا گیا ہے، حیدر آباد جیسی اسلامی سلطنت میں کوئی ایسا مذہبی یا غیر مذہبی درسگاہ موجود نہیں ہے جہاں علم کے ساتھ لڑکے کے اخلاق و عادات کو صحیح معنوں میں سنبھالا جا سکے۔

مدرسہ نظامیہ کے موجودہ ناظم مولانا شاہ محمد عبد القدیر صاحب صدیقی کے متعلق یہ سنا گیا ہے کہ موصوف کو اس کا خیال ہے کہ آئندہ مدرسہ نظامیہ میں بچوں کی تعلیم و تربیت کا نظم خاص اصول کے تحت قائم کیا جائیگا۔ چنانچہ وہ قریب میں اس اسکیم کو ملک کے سامنے پیش کرنیوالے ہیں تاکہ مسلمانان حیدر آباد اپنے بچوں کی ابتدائی مذہبی تعلیم مدرسہ نظامیہ میں لازمی قرار دے سکیں، اگر یہ خبر صحیح ہے اور اپنے اندر صداقت رکھتی ہے تو ہم مولوی صاحب موصوف کو مبارکباد دیتے ہیں کہ مولانا نے علم و عمل کیلئے جس اچھی چیز کا اقدام فرمایا ہے وہ یقیناً قابل تحسین ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہم مولوی صاحب موصوف سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جلد از جلد مدرسہ نظامیہ میں اس اسکیم کو جاری فرمائیں اور اس کے متعلق ایک کمیٹی مرتب کیا ہی چاہیے؟

اسلامیہ ہائی اسکول شمواڑہ کے معتمد جناب مولوی سید اولیار قادری صاحب وکیل ہائیکورٹ نے اطلاع دی ہے کہ:۔

مدرسہ اسلامیہ میں تجربہ کار اور قابل اساتذہ مامور کئے گئے ہیں، جن کے تحت میں مدرسہ کے حسب ذیل تعلیمی و تربیتی امور تکمیل کو پہنچائے جاتے ہیں۔

۱۔ اسلامی دینیات کی باقاعدہ تعلیم عملی پہلو کے ساتھ

۲۔ بورڈنگ ہوز کے ذریعہ سادہ اسلامی زندگی پر زور۔

۳۔ تعلیمی مصارف کو تا حد ممکنہ گھٹا کر نادار طلبا کے لئے سہولت پیدا کرنا۔

۴۔ پس افتادہ طلبار اور امتحانوں میں فیل ہونے والے بدقسمت طلبا کی خاص خاص طریقوں سے رہنمائی کرنا۔

۵۔ طبقۂ فوقانیہ کے شوقین مگر نادار طلبا کی حتی الوسع امداد کرنا۔

تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس قومی ادارے کی ممکنہ طریقہ سے مدد پہنچا سکتے ہیں

مولوی سید ایوب علی صاحب مدرس فارسی اور مولوی حافظ محمد ولی صاحب ناظم مدرسہ نظامیہ کے انتقال پر انجمن طلبار قدیم مدرسہ نظامیہ کے اجلاس انتظامی نے یہ قرارداد منظور کی کہ ان ہر دو اصحاب نے ممکنہ طریقہ پر اس دینی درسگاہ کی خدمت انجام دی ہے انجمن کو ان ہر دو اصحاب کے انتقال پر بیحد رنج و ملال ہے، دعا ہے کہ خدا ان ہر دو کو جوار رحمت میں جگہ دے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، انجمن ان ہر دو کے پسماندگان کے ساتھ اپنی عمیق ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

حق گو صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں کہ :-

سنو صاحب! اسلام میں سماع جائز ہے یا نہیں؟ اس بحث کو چھوڑ دو، اور یہ بتلاؤ کہ نماز کے وقت بعض مقامات پر محفل سماع بھی رچی رہتی ہے یہ کیا طریقہ ہے؟

یہ ایک استفسار ہے جس کو حق گو نے ظاہر کیا ہے، اگر واقعہ ایسا ہی ہے تو ہمارے صاحبان طریقت کے غور و فکر کا محتاج ہے، ہمیں امید ہے کہ صاحبان ذوق نماز کے وقت سماع کی محفل کو خاموش رکھیں گے تاکہ دوسروں کو شکایت کا موقع نہ مل سکے۔

حق گو صاحب کا ایک دوسرا خط ہمارے نام اس طرح وصول ہوا ہے کہ :-

ممالک محروسہ سرکار عالی میں بہت سے ایسے اوقاف اب بھی موجود ہیں جن کا داخلہ سررشتہ امور مذہبی میں ہنوز نہیں ہوا ہے، اور بہت سے ایسے اوقاف بھی موجود ہیں جن کا حساب و کتاب بھی مرتب نہیں ہوا، اورنگ آباد کے حاجی بابا کا وقف بھی اسی میں شامل ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ حکومت ترکی کی طرح ہمارے ہاں بھی اوقاف کی تنظیم ہو جائے، تو یہ امید ہے کہ قوم سے افلاس اور بیروزگاری دور ہو جائے سررشتہ مذہبی سے ہمارا یہ ایک استفسار ہے؟

یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ حیدرآباد میں اصلاح اور تنظیم مسلمانان کیلئے ایک مجلس مشاورت قایم کیگئی ہے جو آئندہ حیدرآباد مسلم کانفرنس سے نامزد ہوگی جس کے ضروری انتظامات عمل میں لائے جارہے ہیں، اور یہ توقع ظاہر کی گئی ہے کہ بانیان کانفرنس اس کو کامیاب بنانے کی سعی میں ہیں۔

مبسوط از امام محمدؒ۔

ظواہر ستہ میں حضرت امام محمدؒ کی مایۂ ناز تصنیف مبسوط ہے جس کا ابتک دنیائے اسلام میں صرف نام ہی باقی ہے، ایک عرصہ سے اہل علم اس کے منتظر ہیں کہ اگر یہ قابل قدر کتاب شائع ہو جاتی تو اس سے فائدہ اٹھائیں

اس کتاب کے بعض نسخے مصر، ترکی، اور ہندوستان میں بھی موجود ہیں مجلس احیاء المعارف النعمانیہ بھی اس کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ اس اہم کتاب کو وزارت عدلیہ مصر خود شائع کرنا چاہتی ہے اور ایک اپیل دنیا کے اہل علم کے نام شائع کی ہے کہ وہ اپنے اپنے نسخوں کو ہمارے ہاں روانہ کریں تاکہ ان سے مقابلہ و تصحیح میں مدد مل سکے۔

اس سلسلہ میں ہمیں ایک اور اطلاع یہ وصول ہوئی ہے کہ اس کتاب کا ایک نسخہ مولوی محمد جعفر المہدی کے کتبخانہ مچھلی شہر میں بھی موجود ہے، کیا ہی اچھا ہوگا کہ وزارت عدلیہ مصر کی اپیل پر ہند کے تمام نسخے مصر پہنچ جائیں اور وہاں سے یقین ہے کہ اچھی تصحیح اور اچھی طباعت کے ساتھ اہل علم کے استفادہ کیلئے زیور طباعت سے آراستہ ہو جائے۔

ہم نے ابھی یہ بیان کیا ہے کہ اس وقت ملک کیلئے تعلیم یافتہ زیادہ با اخلاق لڑکوں کو پیدا کرنا ہے، جہاں علم ہو وہاں تربیت اچھی نہ رہے تو ایسے لڑکے کسی طرح گھر اور ملک و قوم کیلئے مفید نہ

مدرسہ جس کے فرائض میں تعلیم و تربیت بھی ہے اس کے نظام میں ایسے اصول رکھے جائیں کہ کسی وقت بھی لڑکے کی تربیت پر مضر اثر نہ پڑھ سکے، جن مدارس میں ڈراما کا رواج ہے اور طلبا کو مردانہ اور زنانہ ادائیں سکھلائی جاتی ہیں تو ان سے کیا مفید توقع ہو سکتی ہے کہ وہ مدرسے باہر ملک اور قوم کے لئے بھی کار آمد ہو سکیں گے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ طلبا میں اس قسم کے اداؤں کے پیدا کرنے سے نفس تعلیم کو کیا فائدہ ہے ؟

یہ سنا گیا ہے کہ حال میں سرکار عالی کے کسی مدرسہ میں ایک ڈراما ترتیب دیا گیا تھا جس میں ایک مذہبی پیشوا کا سوانگ بھی شامل تھا، اس مضحکہ خیزی پر ایک استاذ نے احتجاج کیا![1] الحمد للہ اس احتجاج کا اچھا اثر ہوا سوانگ موقوف کر دیا گیا، لیکن اب ہمارا سوال ہے کہ ایک سرکاری درسگاہ میں جبکہ ہماری حکومت کی پالیسی صلح کن رہی ہے وہاں ڈراما کے ذریعہ کسی مذہبی پیشوا کا سوانگ کس حد تک مستحسن سمجھا جا سکتا ہے ہم نہیں سمجھتے کہ اس قسم کے سوانگ سے بانیان ڈراما کا کیا منشا ہے جہاں تک تعلیم کا مقصد ہے تعلیم کیلئے اس قسم کے ڈراموں اور سوانگ سے تعلق نہیں ہمیں امید ہے کہ آئندہ اس خصوص میں خاص احکام اجرا ہوں گے تاکہ کسی کی دل آزاری علانیہ طور پر نہ ہو سکے

(۱) اخبار رہبر دکن مورخہ ۷ دے ۱۳۴۷ ف

بقیہ مضمون تحفۂ آسمانی صفحہ (۳۲۰)

"بھیا مایوس نہ ہو، ان تکالیف کا دلاورانہ مقابلہ کرو، خدا رحیم ہے۔ فقیر نے دہقانی کو پیار کی نظروں سے دیکھا اور جواب دیا" او غریبوں کو دلاسا دینے والے بیٹا خوش رہو"

تب وہ اٹھا اور سیدھا صحن میں چلنے لگا۔ حتیٰ کہ وہ اس مقام تک پہنچا جہاں کئی لوگ پجاریوں کے روبرو اپنے کارناموں کا بیان دے رہے تھے اس نے سنجیدگی سے ایک لمحہ توقف کیا، پھر مڑ گیا لیکن کسی چیز نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا وہ پجاری تھا جو دہقانی کو آسمانی تحفہ حاصل کرنے کا موقع دے رہا تھا۔

دہقانی نے برتن کو ہاتھ میں لیا سب حیران تھے کہ کیوں برتن نے اپنی حالت نہیں بدلی، پجاریوں نے خوشی سے چلا کر کہا۔" یہ خدا سے محبت کرتا اور اس کے غریب بندوں کو بہ نظر عنایت دیکھتا ہے اور تحفۂ آسمانی اسی کا حصہ ہے" حاضرین نے اس بات کا اقرار کیا اور ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔

دہقانی نے گھٹنے ٹیک دئے اس کے ہاتھ میں تحفۂ آسمانی اور دل میں خدا کی محبت اور زبان پر خدا کی تعریف تھی، اس وقت سے اس کے دل میں خدا کی عظمت نے اور مضبوطی پائی۔

از جناب سید جلیل اللہ صاحب ظہور متعلم سٹی کالج

یوم خود مختاری دولت آصفیہ کی اہمیت و عظمت

اور

ہز اکسلنسی عالیجناب نواب سر اکبر حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی کا مسرت افروز پیام

اہل ملک کے نام

عالیجناب نواب سر صدر اعظم بہادر کو یہ سن کر بیحد مسرت ہوئی کہ مجلہ نظامیہ کا ایک خصوصی نمبر ۲۹۔ رجب المرجب کو بیادگار اعلان خود مختاری دولت آصفیہ شائع ہونے والا ہے جو ہر بہی خواہ ریاست کے لئے ایک مبارک دن ہے۔ عالیجناب سر صدر اعظم بہادر کو یقین ہے کہ جناب کی اس خصوصی اشاعت کو ہر طرح کامیابی حاصل ہوگی۔

پرائیوٹ سکرٹری

۲؍ آذر ۱۳۴۷ف

تراجم

کتاب العالم و المتعلم

از مولوی محمد عبد الحمید صاحب کامل (نظامیہ) استاد منطق و فلسفہ مدرسہ نظامیہ

ایمان و عمل اور ان تمام کو اقامت دین کی وصیت فرمائی جو توحید ہے اور وصیت کی کہ اس توحید میں متفرق نہون اسلئے ان سب کا دین ایک ہی دین بنایا ہے جنانچہ فرمایا۔ شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیك وما وصینا به ابراهیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه

تمہارے لئے اس دین کو مقرر کیا جسکی نوح کو وصیت کی اور جس چیز کی آپ پر وحی کی اور ابراہیم موسی اور عیسی کو وصیت کی ہی کہ دین کو قائم کرو اور اسمیں متفرق نہ ہوں۔

اور فرمایا۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون۔ آپ سے پہلے ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس پر وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی... پرستش کرو۔ اور فرمایا۔ لا تبدیل لخلق الله ذالک الدین القیم۔ یعنی دین خدا میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں یہی دین صحیح ہے۔ پس دین نہ تو مبدل ہوا اور نہ اسمین کسی قسم کا تغیر اور تبدل ہوا البتہ شریعتیں متغیر اور متبدل ہوتی رہیں اسلئے کہ بعض اشیاء چند لوگون کیلئے حلال تھیں انہی کو خدا نے دوسرون پر حرام فرما دیا اور بعض امور چند لوگون کو امر فرمایا جن سے دوسرون کو منع فرمایا پس شرائع مختلف اور کثیر ہیں مع ہذا اگر کل امور خداوندی پر عمل کرنا اور جملہ منہیات سے رکنا دین ہوتا تو ہر وہ شخص جو امور خداوندی سے کچھ بھی ترک کر دیتا تو تارک دین اور کافر ہوتا اور کفر کی وجہ سے مناکحت اور موارثت اور جنائز کی شرکت اور ذبائح کا کھانا اور کل وہ چیزین جو اسکے اور مسلمانون کے درمیان ہونی چاہیئے باطل ہوجاتین کیونکہ خدا نے ان تمام چیزونکو مسلمانو میں محض اسی ایمان کی وجہ سے واجب قرار دیا ہے جس کی وجہ سے ناحق خونون اور مالونکو حرام فرمادیا ہے

خداوند عالم نے فرائض کا امر دین کے اقرار کرنے کے بعد کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ قل لعبادی الذین امنوا اقیموا الصلوٰۃ۔ میرے ایماندار بندوں سے کہدیجئے کہ وہ نماز کو قائم کریں۔ اور فرمایا۔ یایها الذین امنوا کتب علیکم الصیام۔ اے مومنو تم پر روزے فرض کئے گئے۔ اور۔ یایها الذین امنوا کتب علیکم القصاص اے مومنو تم پر قصاص فرض کیا گیا اور۔ یایها الذین امنوا اذکروا اللہ۔ اے مومنو اللہ کی یاد کرو دیکھو اگر یہ فرائض بھی ایمان میں ہوتے تو اسوقت تک ان کو خدا تعالیٰ مومن نہ کہتا جب تک وہ اس پر عمل نہ کرلیتے حالانکہ اللہ عزوجل نے ایمان کو عمل سے علیحدہ بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ اور فرمایا جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لئے کوشش کی اور وہ ایمان بھی لاچکا ہو دیکھو اللہ نے ایمان کو عمل کا غیر قرار دیا ہے مومن اللہ پر ایمان لانیکی وجہ سے نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں حج کرتے ہیں اور خدا کا ذکر کرتے ہیں نہ یہہ کہ اپنی نماز اور حج کی وجہ سے اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہہ اسلئے کہ پہلے وہ ایمان لائے پھر عمل کئے۔ پس فرائض پر عمل اللہ پر ایمان لانیکی وجہ سے ہے۔ اللہ پر ایمان فرائض پر ایمان لانیکی وجہ سے نہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھی جائے کہ ایک شخص پر قرض ہے وہ قرض کا اقرار کرتا ہے پھر قرض ادا کرتا ہے نہ یہہ کہ پہلے قرض ادا کرتا ہے پھر قرض کا اقرار کرتا ہے۔ قرض کا اقرار ادائے قرض کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ ادائے قرض اقرار قرض کی وجہ سے ہے۔ اور غلام اقرار غلامی کی وجہ سے۔ فرائض کو ادا کرتے ہیں نہ کہ ادائی فرائض کی وجہ سے غلامی کے معترف ہیں۔ اور یہ اس طور پر کہ بہت سارے آدمی دوسروں کا کام کرتے ہیں۔ لیکن اس کام کی وجہ سے غلامی کے معترف نہیں ہوتے اور نہ ان پر غلامی کا نام پڑسکتا ہے اور بہت سے غلامی کا اقرار کرتے ہیں لیکن کام نہیں کرتے اس کام کو نہ کرنے کی وجہ سے غلامی کا نام ان سے الگ نہیں ہوسکتا۔

متعلم ۔ آپ نے بہترین تفسیر کی لیکن ایمان کے متعلق خبر دیجئے کہ کیا ہے۔

عالم ایمان نام ہے۔ تصدیق۔ معرفت یقین اقرار، اسلام کا اور بلحاظ تصدیق لوگوں کے تین درجے ہیں پہلا وہ جو اللہ اور اللہ کے پاس سے آئے ہوئے باتوں پر دل اور زبان سے تصدیق کرے دوسرا جو زبان سے تصدیق اور دل سے تکذیب کرے تیسرا جو زبان سے تکذیب اور دل سے تصدیق کرے۔

متعلم ۔ آپ نے ایک ایسے مسئلہ کا دروازہ کھولدیا جسکا مجھے علم نہیں پس آپ ان اہل درجات کے متعلق بتلایئے کہ کیا یہ سب اللہ کے پاس مومن ہیں۔

عالم ۔ جس نے اللہ اور اسکے پاس سے آئی ہوئی باتوں کی دل و زبان سے تصدیق کی وہ اللہ اور بندوں کے پاس مومن ہے اور جس نے زبان سے

تصدیق اور دل سے تکذیب کی وہ اللہ کے پاس کافر اور بندوں کے پاس مومن ہے کیونکہ بندے اسکی دلی باتوں کو نہیں جان سکتے قلبی باتوں کے معلوم کرنے پر مکلف نہیں اور جس نے دل سے تصدیق کی اور زبان سے بحالت اکراہ کفر کا اظہار کیا تو وہ اللہ کے نزدیک مومن اور اس شخص کے پاس کافر ہے جسکو اسکا علم نہیں کہ وہ اکراہاً کفر کا اظہار کر رہا ہے۔

متعلم: آپ کا کلام عدل و انصاف پر مبنی ہے لیکن میرا یہ خیال ہے کہ آپ نے ایمان کی تفسیر دراز کر دی ہے۔

عالم: خدا تمہیں صلاحیت دے تمکو عجلت نہ کرنا چاہئے اور ثابت قدمی سے کام کرنا چاہیئے جو کچھ میں بیان کروں اگر اس میں سے کسی چیز کو تمہارا دل نہ مانے تو تم اگر خیر طلب ہو تو اسکی تفسیر دریافت کر لو کیونکہ بسا ایسی چیزیں ہوتی ہیں کہ جسکو انسان بڑا سمجھتا ہے لیکن جب اسکی تفسیر سُن لیتا ہے تو خوش ہو جاتا ہے اور تم اس شخص کی طرح نہ ہو جاؤ جو کسی کلمہ کو ناپسند کرے اور لوگوں میں اسکی برائی پھیلانے کو غنیمت سمجھے اور یہ نہ سمجھے کہ ممکن ہے کہ اس کلمہ کی کوئی ایسی تفسیر ہو جو صحیح طور پر اسی کا معدل ہو جسکا مجھے علم نہیں۔ کیوں نہیں اپنے استاد سے دریافت کر لوں مجھ پر لازم ہے کہ ثابت قدمی اختیار کروں اور اپنے استاد کو رسوا نہ کروں تا آنکہ اس کے کلام کی وجہ معلوم نہ کر لوں۔

متعلم: خدا آپکو ثابت قدم رکھے اور صلاحیت کے آپکو دی ہے اس میں دوام عطا فرمائے جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا میں سمجھ لیا میری کوتاہی پر مواخذہ نہ کیجئے میں طالب علم ہوں، لیکن یہ ارشاد ہو کہ تصدیق۔ معرفت۔ اقرار اسلام اور یقین کے آپ کے پاس کیا مدارج ہیں اور انکی کیا تفسیر ہے۔

عالم: یہ مختلف اسماء ہیں اور ان کے معنی ایمان ہی ہیں اور یہ باین طور کے انسان خدا کے رب ہونیکا اقرار کرتا ہے اور رب ہونیکی تصدیق کرتا ہے اور رب ہونے پر یقین رکھتا ہے اور اللہ کے رب ہونیکا اسکو معرفت ہے اور دل و زبان سے تسلیم کرتا ہے کہ اللہ انکا رب ہے یہ مختلف نام ہیں اور معنی ایک ہے جسطرح کسی کو ای انسان ای فلان ای آدمی کہا جاتا ہے اور مقصود ایک ہی شخص ہوتا ہے۔

متعلم: خدا آپ پر رحم فرمائے اگر مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا علم ہوتا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا اگر آپ میری کوئی ناپسندیدہ حرکت دیکھ پائیں یا میری وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف و تنگدلی حاصل ہو تو مجھے ملامت نہ کیجئے۔ اس لئے کہ بیمار کے بیماری کی شفقت طبیب ہی پر ہے اور نابینا کی مؤنت بینا پر ہے اسیطرح عالم کی شایان شان یہ ہے کہ وہ جاہل کی تکلیف دہی کو برداشت کرے۔ اور میں سمجھ لیا کہ بعض ایسی باتیں کہ جاہل ان کو سُنکر گھبرا جاتا ہے۔ لیکن جب اسکی تفسیر کیجاتی ہے تو مطمئن ہو جاتا ہے۔ آپنے ایمان تصدیق، یقین، اخلاص، کی بہترین تفسیر فرما دی لیکن ہمارے لئے یہ کیسے سزاوار ہے کہ ہم اپنا ایمان

فرشتون اور انبیا کے ایمان کے مساوی سمجھین حالانکہ
ہمکو اس کا بخوبی علم ہے کہ وہ ہم سے زیادہ خدا کے تابع
فرمان ہیں

عالم۔ تم جانتے ہو کہ وہ ہم سے زیادہ خدا کے تابع فرمان
واطاعت کیش ہیں۔ اور میں نے تمکو یہ تبلادیا کہ ایمان
اور عمل جدا جدا چیزین ہیں پس ہمارا اور انکا ایمان
ایک ہے اسی لئے کہ ہم نے پروردگار کی وحدانیت
اور اسکی ربوبیت اور قدرت اور سب امور کی اسی طرح
تصدیق کی ہے جو اسکے ہان سے آئے جس طرح کہ ان
امور کا فرشتون نے اقرار کیا اور انبیا نے تصدیق
کی اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان اور فرشتون
کا ایمان ایک ہے۔ اس لئے کہ جن جن عجائب آیات
خداوندی پر فرشتے معائنہ و مشاہدہ کرکے ایمان لائے
ہیں انہی چیزون پر ہم بلا معائنہ ایمان لائے ہیں۔

متعلم۔ خدا آپ کو فائزین سے بنائے جو کچھ آپ نے
بیان فرمایا بہت بہتر بیان فرمایا مجھے اب معلوم
ہوا کہ ہمارا اور فرشتون کا ایمان والیقان تصدیق
ومعرفت ایک ہے لیکن یہ تبلائیے کہ وہ ہم سے زیادہ
خدا سے ڈرنے والے اور زیادہ اطاعت کرنے والے
کیون ہیں اور جب جاہل کسی انسان کی لغزش یا مصیبت
کیوقت گھبراہٹ یا دشمن سے بزدلی یا خواہشات پر
حرص دیکھ پاتے ہیں تو کیون کہتے کہ یہ سب یقین کی کمزوری
کا باعث ہے۔

عالم۔ جاہل کا اس طرح کہنا کمزوری یقین کی وجہ سے
اسلئے کہ وہ یقین کی تفسیر سے ناواقف و بے خبر ہے۔
کسی شئی کا یقین کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس شئے
کا ایسا علم ہوا کہ اسمیں اب کسی کا شک وشبہ نہ رہا ہو
اہل شہادت سے کوئی بھی جو خدا اور اسکی کتابون اور
رسولون میں شک کرتا ہو اگرچہ وہ کیسے ہی گناہونکا مرتکب
کیون نہ ہو۔

ہم اور لوگون کے معاملہ کو اپنے پر قیاس کرینگے
دیکھو کبھی ہم سے لغزش ہو جاتی ہے کبھی مصیبت کے وقت
گھبرا جاتے ہیں کبھی دشمن سے بزدل ہو جاتے ہیں۔ لیکن
اللہ کے بارے میں یا اللہ کے پاس سے آئی ہوئی
چیزون میں ہم کو کسی قسم کا شک لاحق نہیں ہوتا اسی طرح
اور لوگ بھی ہمارے پاس ہماری ہی طرح ہیں۔ رہا
تمہارا یہ سوال کہ کس وجہ سے وہ ہم سے زیادہ اللہ سے ترسان
اور اسکے تابع فرمان ہیں۔ حالانکہ ہمارا اور انکا یقین ایک
ہے۔ ہان وہ چند خصائل کی وجہ ہم سے زیادہ ترسان
اور تابع فرمان ہیں۔

(۱) جسطرح انکو نبوت و رسالت سے ممتاز کیا گیا ہے
اسی طرح انکو اور لوگون پر خوف و رغبت اور جمیع مکارم
اخلاق سے ممتاز کیا گیا۔

(۲) وہ ملکوت (آسمانی بادشاہت) اور ایسے عجائب کا
معائنہ کئے ہیں جسکا ہم نے معائنہ نہیں کیا۔ (۳) وہ
معصیتون کی آلودگی سے اپنے دامن کو بچائے رکھتے ہیں
(۴) وہ اس عتاب و عذاب الٰہی کا معائنہ فرماتے رہتے ہیں
جو اورون پر انکی معصیتون کی وجہ نازل ہوتا رہتا ہے اور

ایسی چیز ہے جو انکو گناہوں سے بچائے ہوئے ہے۔

متعلم۔ آپ نے جو کچھ فرمایا میں اس سے واقف ہوگیا۔ آپ ہمیشہ معقول اور معروف شئ بیان کرتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اور ان کے یقین و خوف پر کوئی قیاس و نظیر بیان کیجائے اس لئے کہ اگر جاہل کو عاقبت کا خیال ہوجائے تو وہ اپنے معلومات میں اضافہ کرتا رہتا ہے اسلئے اگر آپ اس سے ایسی بات جسکو وہ نہ سمجھے اور آپ نظیر و قیاس پیش کریں تو اسکے سمجھنے کے لئے مناسب و موزون ہوگا۔

عالم۔ تم نے قیاس و نظیر پیش کئے جانیکی عمدہ خواہش کی اور جو شخص اپنے دوست کے مباحثہ سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور وہ کسی چیز کو تو یہی طریقہ اختیار کرتا ہے یاد رکھو صحیح قیاس طالب حق کیلئے حق کو ثابت کرتا ہے قیاس کی مثال مدعی حق کے لئے عادل گواہوں کی سی ہے۔ اگر جاہل حق کا انکار نہ کرے تو علماء کو قیاس کے بیان کرنے کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ تمنے انبیاء کے اور ہمارے یقین کے ایک ہونے اور انکا خوف ہمارے خوف سے زیادہ ہونے پر قیاس کی جو خواہش کی ہے وہ اس طرح سمجھو کہ مثلاً دو شخص ہیں جنکو تیرنا آتا ہے ایک کو دوسرے پر کسی قسم کی فوقیت نہیں وہ تیرتے ہوئے ایسی جگہ پہونچے جہان پانی نہایت گہرا اور نہایت ہولناک ہے ایک اسمیں چلا جانے پر زیادہ جری اور دلیر نہایت ڈرپوک ہے۔ یا مثلاً دو شخص ہیں جنکو ایک ہی قسم کا مرض ہے ان کے لئے ایک ہی قسم کی نہایت تلخ دوا لائی گئی ایک اس دوا کے پینے پر نہایت دلیر ہے دوسرا نہایت بودا۔

متعلم۔ آپ نے بہترین تعبیر فرمائی۔ لیکن تبلائیے کہ جب ہمارا اور انبیاء کا ایمان ایک ہے تو کیا ہمارے ایمان کا ثواب انبیا کے ایمان کے ثواب کے مانند نہ ہوگا۔ اگر دونوں کا ثواب ایک ہو تو پھر ان کو ہم پر کیا فضیلت رہی۔

عہد قدیم وجدید میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت ورسالت کی شہادت

حقیقت وتاریخ کی روشنی میں

از شاہ ابوالخیر کنج نشین مدیر مجلہ

جناب پیغمبر اسلام (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے قوموں کی اصلاح کے لئے بہت سے معلمین آئے اور گئے ہر معلح (دربغامبر) اپنے پیروں کے لیے نیند وحکمت سے معمور کتابیں بھی چھوڑ جاتے تھے مگر ان کے متبعین کو کہاں یہ توفیق ہوتی کہ سنجیدگی سے اپنے پیشوا کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے خانگی جھگڑے فساد اور نفسانی اختلافات ہی ایسے اسباب تھے جو ان گران بہا تعلیمات کے عمل پر مانع ہوئے آخر۔ نتیجہ یہی ہوا کہ ان مقدس کتابوں سے صداقت رخصت ہونے لگی اور اس کے بجائے خود کے بنائے ہوئے اصولوں کو جگہ دی گئی جس کے سبب دنیا کی ساری سرزمین جہل وبے تمیزی سے بھرپور ہو گئی مادیات کی پرستش نجات کا سبب قرار پائی غرض ایسے پرخطر عہد میں جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے جنہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں قوموں اور ملکوں کو ایک بنا دیا اور دنیا میں تہذیب وتمدن اور علم واخلاق کو پھیلایا فاتح اور مفتوح کے تفاوتوں کو دور کر کے سب کو دین واحد کے رشتے سے متحد ومتفق یکسان ومساوی ہم سطح وہم خیال ہم اعتقاد وہم آواز بنایا اب یہ دیکھا جائے کہ ان صحایف میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد کی آیا کوئی شہادت موجود ہے یا نہیں اور اگر موجود ہے تو اسکو ماننے میں کیا عذر ہے خلوص اور نیک نیتی حق وصداقت کی تلاش اور جد وجہد کی جائے تو یہیں صراط مستقیم حاصل ہو سکتا ہے۔

حضرت موسیٰ کا پہلا وعظ خدا کا برگزیدہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں بنی اسرائیل کو یہ بشارت سنائی تھی۔

> اے بنی اسرائیل خداوند تیرا خدا تیرے ہی
> تیرے ہی درمیان سے تیرے بھائیوں سے میری
> مانند ایک نبی برپا (پیدا) کریگا[1]

اس آیت میں تیرے درمیان اور تیرے ہی بھائیوں

---

(۱) کتاب استثنار باب ۱۸ آیت ۱۵ تا ۱۸ (۲) زاد المعاد لابن قیم

جا نثار سے کئے گئے ہیں وہ خود طلب ہیں کتاب استثناء باب (۳۴) آیت (۱۰) میں تبلایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰ مانند کوئی نبی نہیں پیدا ہوا کتاب پیدائش باب (۱۶) آیت (۱۱) میں ظاہر کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل ہیں اسی کتاب پیدائش کے باب (۲۵) آیت (۱۳) میں صراحت کی گئی ہے کہ بنی اسماعیل کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام قیدار ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصی بہت مشہور ہیں جو چار واسطے سے حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہوتے ہیں اس لحاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مذکورالصدر پیشگوئی کے صحیح مصداق حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا کتاب غزل الغزلات باب (۵) آیت (۱۰) میں ایک اور تشریح اس طور پر کی گئی ہے کہ

میرا محبوب سرخ و سفید ہے دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کے نیچے کھڑا ہوتا ہے

اس کی بھی تحقیق کیجائے تو معلوم ہوگا کہ جانشین ابراہیم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ کیا تھا کہ دس سال تک جنگ وجدل موقوف رہیگی لیکن چند روز تک صلح نامہ کی پابندی رہی بعد میں قریش ہی نے صلح نامہ کو منسوخ کر کے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے جس کی بناء پر حفاظت خود اختیاری کے تحت مسلمانوں کو بھی لڑنا پڑا رمضان ۸ ھ م جنوری ۶۳۰ء مکہ فتح ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کے ساتھ فاتحانہ حیثیت سے فاران (مکہ) میں داخل ہوئے اور قریش کے سامنے کھڑے ہو کر فرمائے :

اے قریش! ایک خدا کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے اور نہ اسکا کوئی شریک ہے اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا [۲] اس حقیقی واقعہ کے بعد اب یہ تبلایا جائے کہ غزل الغزلات کی مذکورالصدر پیشین گوئی کے صحیح مصداق جناب پیغمبر اسلام کے سوا اور کیا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے

حضرت موسیٰ کا دوسرا واعظ

جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دوسرے وعظ میں بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر اس طرح فرمایا۔

اے بنی اسرائیل دیکھو! میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو ناگہان عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیکل میں ناگہان آئے گا دیکھو (تاکید) وہ یعنی آئے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے پر اس کے آنے کے دن میں کون ٹھہر سکیگا [۱]

اس آیت کی نسبت عیسائیوں اور مسلمانوں

---

[۱] ملاکی کی کتاب باب (۳) آیت (۱)

میں اختلاف ہے عیسائیون کا منشا ہے کہ اس کے مصداق حضرت عیسٰی ہیں مسلمان کہتے ہیں کہ اس کے صحیح مصداق حضرت عیسٰی نہیں ہو سکتے کیونکہ (۱) عیسائی مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں نہ کہ رسول (۲) ملتی نے اس پیشین گوئی کو مسیح کے بابت نہیں تبلایا بلکہ اس نے مسیح کی پیشین گوئیون کو انجیل میں جمع کیا ہے (۳) ہیکل میں دشمن ان کے سامنے مغلوب نہیں ہوئے بلکہ دشمنون نے مسیح کو مغلوب کیا اس کے مقابلہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور سیرت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس پیشین گوئی کے صحیح مصداق حضرت رسول خدا کے سوا اور کوئی ہو نہیں سکتا کیونکہ

(۱) ہیکل مکان کی طرف ناگہان آئے گا جو کہا گیا ہے وہ خود تبلا رہا ہے کہ نبی کریم صلعم نے فتح مکہ کے روز ناگہان فاران یعنی مکہ (جو ہیکل کہلاتا ہے) میں داخل ہوئے اس طرح نوجوان کے ساتھ ہیکل میں آئے گا سو ویسا ہی ہوا جناب رسالت مآب روحی فداہ ابی و امی مکہ میں دس ہزار قدسیون کے (صحابہ) ساتھ داخل ہوئے۔

(۲) مذکور الصدر پیشین گوئی میں لفظ عہد کا رسول تبلایا گیا ہے۔ اس لفظ کے بھی وہی معنی ہین جس طرح یوحنا نے وہ نبی کہا اور مسیح نے انکار کیا کہ میں وہ نبی نہیں ہون (۱)

خداوند کا ارشاد کتاب استثنا باب (۳۳) آیت (۲) میں خداوند کا ارشاد موجود ہے کہ

یہ وہ برکت ہے جو موسٰی اور خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور (۲) شعیر سے ان پر طلوع ہوا (۳) فاران ہی کے پہاڑون سے جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیون کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی

اس پیشین گوئی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالٰی نے بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے تین مصلح اعظم کو روانہ کرنے کا وعدہ کیا تھا جسکو اس طرح پورا کیا گیا

(۱) خداوند سینا سے آیا اس سے مراد حضرت موسٰی ہیں (۲) خداوند شعیر سے آیا اس سے مراد حضرت مسیح ہیں

(۳) خداوند فاران (مکہ) سے جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیون کے ساتھ آیا اس سے مراد حضرت سیدنا پیغمبر اسلام ہیں کیونکہ قدیم زمانہ میں مکہ کا دوسرا نام فاران ہی تھا جناب رسالت مآب صلعم پیدا ہوئے اپنی صداقت اور راستبازی کی وجہ سے امین کا خطاب پائے تو ظلم و ستم سہے اور توحید کی صدا بلند کئے آخر دس ہزار قدسیون کے ساتھ اپنے وطن (مکہ) میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے۔

حضرت مسیح کا تعمیر و عظ جس طرح حضرت موسٰی نے اپنی قوم کو ایک آخری نبی کے آمد کی خوشخبری سنائی تھی اسی طرح حضرت مسیح نے بھی اپنے پیرون کو اس طرح تاکید فرمائی

اے پیروان مسیح اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو۔
تو میرے حکمون پر عمل کرو اور میں باپ خدا سے
درخواست کرونگا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار (فارقلیط)
بخشے جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے
میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے
کہیں لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ (خدا)
میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا

اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے یاد دلائے گا
اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے
کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ ہو جائے تو تم یقین کرو
اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کرونگا
کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے (۱)

اس پیشن گوئی میں حضرت مسیح نے دو مرتبہ دنیا کی اصلاح کے لئے ایک آخری مصلح آنے کی خبر دی ہے اس پیشن گوئی کے متعلق مسیح کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے یوحنا حواری مسیح سے پوچھا کہ تم کون ہو جواب میں یوحنا نے کہا کہ میں مسیح نہیں ہوں دوبارہ سوال کیا گیا کہ تم کون ہو کیا تم ایلیاہ (ذالیاس) ہو جواب میں کہا کہ میں نہیں ہوں تیسرے مرتبہ سوال کیا گیا کہ کیا تم وہ نبی ہو جواب میں کہا نہیں میں ایلیاہ ہوں اور نہ وہ نبی بلکہ میں بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھی کرو اور اس کے بعد چوتھے مرتبہ یوحنا سے سوال کیا گیا تم مسیح ہو اور نہ ایلیا اور نہ وہ (فارقلیط) نبی آخر ان پیشن گوئیوں کا صحیح مصداق کون ہے جو کب آئے گا جواب میں یوحنا نے مخاطب ہو کر کہا۔

اے لوگو تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا
ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے
والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق
نہیں (۱) ان تمام پیشن گوئیوں سے جو اوپر
لکھے گئے ہیں واضح ہیں..... کہ دنیا کی
اصلاح کے لئے ایک آخری مصلح آئے گا جس
کا انتظار ہر زمانہ میں وہ نبی اور فارقلیط سے
کیا گیا ہے اور ان بشارتوں کے صحیح مصداق
حضرت رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی
دوسرا ہو نہیں سکتا یہ تمام بشارتیں عہد قدیم اور
عہد جدید سے لئے گئے ہیں ان کے متعلق قرآن
کی گواہی لکھی جائیگی۔

انجیل اور توارت کے دانایان مذہب نے دنیا سے راستی کو مٹانے کے لئے ممکنہ کوشش کیں اور حق کو ظاہر نہ کرنے کے لئے مختلف طریقوں سے اپنے اپنے کتابوں میں تحریفیں کیں مگر باوجود اس کوشش کے حق چھپ نہ سکا یوحنا کی انجیل باب (۲) میں مسیح کا یہ قول اب تک موجود ہے جسکو مسیح نے دنیا سے رخصت ہونے سے چند روز پہلے اپنی قوم کو مخاطب کیا تھا۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ میرا جانا دنیا سے،
تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ
جاؤنگا تو وہ مددگار (فارقلیط) تمہارے پاس
نہ آئیگا لیکن اگر جاؤنگا تو اسے تمہارے پاس
بھیجدونگا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست
بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائیگا
سنو! مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں

---

(۱) یوحنا انجیل باب ۱۴ آیت ۱۴ تا ۱۷ و ۲۵ تا ۳۰ (۲) باب آیت ۲۶ تا ۲۷

مگر اب تم انکو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنے سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا اور وہ میرا جلال ظاہر کریگا۔

یہ مسلم امر ہے کہ حضرت مسیح عبرانی زبان جانتے تھے اور انجیل بھی عبرانی زبان میں آتاری گئی تھی جس میں متعدد جگہ ایک آخری رسول کے (احمد نامی) آنے کی بشارت دی گئی تھی مگر اہل کتاب نے جب اس کتاب کا یونانی زبان میں ترجمہ کیا تو احمد کے بجائے فارقلیط اور پیرکلوطوس لکھا اور فارقلیط اصل میں پیارا آقلیت ہے جس کے معنی بھی احمد کے ہوتے ہیں جیساکہ سر ولیم میور نے اپنی تاریخ محمدی جلد (۱) میں تبلایا ہے۔

سب سے تعجب اس امر کا ہے کہ آج کل ملک میں جو انجیل اردو زبان میں شایع ہوئی ہے اس میں فارقلیط کے معنے مددگار اور تسلی دینے والے کے تبلائے گئے ہیں جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے اگر ہم آج سے (۲۵) برس پہلے کی انجیل دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں اور جدید انجیل میں کس قدر فرق ہے اس پیشن گوئی کے متعلق قرآن اس طرح شہادت دیتا ہے

اذ قال عیسٰی ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد فلما جاءہم بالبینٰت قالوا ہذا سحر مبین (پارہ (۲۸) رکوع ۱

اے پیغمبر لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ جبکہ مریم کے بیٹے مسیح نے بنی اسرائیل سے اس طرح کہا کہ اے بنی اسرائیل میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں مجھ سے پہلے جو توراۃ حضرت موسی پر اتری ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام احمد (فارقلیط) ہوگا۔

کیوران پارکٹ کا قول ہے کہ

فارقلیط (احمد) والی پیشین گوئی سے مراد حضرت محمد صاحب ہیں اسی طرح ڈیون پورٹ کا قول ہے کہ فارقلیط والی پیشین گوئی مسیح نے حضرت محمد صاحب کے نسبت کی ہے اس پیش گوئی کے متعلق ایک اور واقعہ دنیا میں ظاہر ہوا ہے جس کو ٹی ڈبلیو ارنلڈ پروفیسر گورنمنٹ کالج نے اس طرح لکھا ہے۔

جزیرہ میورقہ (میجور) کا رہنے والا ایک عیسائی پادری نے اپنے استاد نکولس مارتیل باشندہ طولیہ سے یہ دریافت کیا۔

خدا نے اپنے پیغمبر مسیح کے ذریعہ یہ فرمایا تھا کہ میرے (مسیح) بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام فارقلیط ہوگا استاد نکولس مارتیل سے مخاطب ہو کر کہتا ہے اے میرے آقا میں دور دراز ملک سے آپ کے پاس آیا ہوں اور امیدوار ہوں کہ آپ فارقلیط کے معنے بتا کر مجھ پر اپنے احسانات کا خاتمہ کر دینگے۔

بوڑھا پادری یہ سنکر رونے لگا اور کہا۔

بیشک تو نے میری بہت خدمت کی ہے فی الواقع اس اسم شریف کے معنے پر علم حاصل کرنے میں بڑا فائدہ ہے لیکن مجھکو خوف ہے کہ اگر میں اسکے معنے تجھ پر ظاہر کردوں اور تو اس راز کو فاش کرے تو مجھکو عیسائی مار ڈالینگے۔ اور میرے تکلیف کے درپئے ہو جائینگے۔ اے فرزند تو وعدہ کر کہ اس راز کو فاش نہ کریگا۔

پادری طالب علم نے وعدہ کیا تب یہ کہا گیا۔
اے فرزند فارقلیط پیغمبر اسلام کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کا وعدہ دانیال نبی کے زبانی خدا نے کیا تھا یعنے پیغمبر اسلام کا دین سچا دین ہے اور اس کا مذہب روشنیوں سے بھرا ہوا ہے جسکا ذکر انجیل میں ہے۔افسوس کہ میں مذہب اسلام کی خوبیوں سے ضعیفی حالت میں واقف ہوا ہوں۔کاش تیری عمر میں واقف ہوتا تو ضرور مسلمان ہو جاتا۔اگر میں اب مسلمان ہو جاؤں تو مسیحی مجھ کو مار ڈالیں گے اور اب میرا ایمان حقیقی تعلیم مسیح پر ہے
اور میں اسی تعلیم پر ثابت قدم ہوں تو بھی مسلمانوں کے ملک میں جا کر مسلمان ہو جا پس یہ لڑکا تونس آیا سلطان ابو العباس احمد کے دربار میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا

یا رسول اللہ انظر حالنا

ہو گئے ہم جرم و عصیاں میں فنا کرتے ہیں دریائے ظلمت میں شنا
دین حق کی ہم نے خود ڈھادی بنا اپنے منہ سے کیا کریں اپنی ثنا
یا رسول اللہ انظر حالنا
یا حبیب اللہ اسمع قالنا

خستہ جانوں کا تو ہی غمخوار ہے رحمت عالم تری سرکار ہے
گرچہ حال اپنا نہایت زار ہے اک نظر میں تیری بیڑا پار ہے
یا رسول اللہ انظر حالنا
یا حبیب اللہ اسمع قالنا

کر دے فکر دو جہاں سے بے خبر کھول دے اس مرغ جاں کے بال و پر
کر دے خاک جسم کو کحل البصر ور گداز این جملہ تن را از نظر
یا رسول اللہ انظر حالنا
یا حبیب اللہ اسمع قالنا

قاضی ابو یوسف

از عالیجناب نواب احمد یار جنگ بہادر سابق شیخ الاسلام حیدرآباد دکن

یعقوب بن ابراہیم، ابو یوسف القاضی شاگرد ابو حنیفہ؛ نسب یہ ہے، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بجیر بن المعادیہ الانصاری (حضرت سعدؓ صحابی ہیں، انکی ماں حبتہ صحابیہ۔ سعدؓ احد کے دن (حضرت رافع بن خدیجؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملاحظہ میں پیش ہوئے کم سنی کی وجہ سے بھرتی نہیں ہوئے

تحصیل علم ابو یوسف ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے، گھر مفلس تھا۔ حدیث اور فقہ کی تحصیل کا شوق تھا۔

حدیث کی روایت منجملہ دیگر مشایخ کے یحیی بن سعد الانصاری سلیمان الاعمش، ہشام بن عروہ، عطاء بن السائب لیث بن سعد سے کی محمد بن حسن احمد بن حنبل، یحیی بن معین وغیرہ ہم نے ان سے روایت کی۔ بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔

ایک روز ابو حنیفہ کی محفل میں بیٹھے تھے کہ اون کے والد وہاں پہنچے یہ باپ کے ساتھ ہولئے باپ نے کہا کہ ابو حنیفہ کے قدم پر قدم مت رکھو ان کو تو پکی پکائی ملتی ہے تمہیں پیٹ پالنے کی ضرورت ہے، انھوں نے یہ سنکر طلب علم میں کمی کردی، ان کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ نے میری غیر حاضری کی بیٹھ رہنے کے بعد پہلی بار میں ان کے پاس پہنچا تو پوچھا آنا کیوں چھوڑ دیا۔ میں نے کہا پیٹ کی فکر اور باپ کی فرمانبرداری کی وجہ سے یہ کہکر میں بیٹھ گیا۔ آدمی چلے گئے تو ایک تھیلی مجھ کو دی اور کہا اس کو خرچ کرو، جب ختم ہوجائے تو اطلاع کرنا، پڑھنا مت چھوڑو۔ میں نے دیکھا تو سو درم تھے، اب میں نے پابندی کی، چند روز کے بعد سو درم اور عنایت کئے، حالانکہ میں نے اشارۃً بھی ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح بے طلب عنایت ہوتی رہی، یہانتک کہ میں آسودہ حال ہوگیا۔ ایک روایت کے بموجب باپ نے چھوٹا چھوڑا تھا، ماں درس سے اٹھالے جاتی تھیں، ایک روز ابو حنیفہ نے اون سے کہا: نیک بخت جا یہ علم سیکھکر فالودہ روغن پستہ کے ساتھ کھایگا! یہ سنکر وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں، جب قاضی القضاۃ ہوگئے، تو ایک بار خلیفہ ہارون رشید کے دسترخوان پر فالودہ پیش ہوا خلیفہ نے اون سے کہا۔ یہ کھاؤ یہ روز روز نہیں تیار ہوتا ہے پوچھا امیر المومنین کیا ہے، کہا فالودہ اور روغن پستہ، یہ سنکر ابو یوسف ہنس پڑے، خلیفہ نے پوچھا کیوں ہنسے، کہا امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ زندہ اور سلامت رکھے، ہارون الرشید نے اصرار کیا تو انھوں نے واقعہ بالا بیان کیا۔ سنکر خلیفہ کو حیرت ہوئی اور کہا علم دین اور دنیا میں عزت دیتا ہے اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے، وہ عقل کی

آنکھون سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ظاہری آنکھون سے نظر نہیں آتا امام اعظم کی صحبت میں۔ سترہ برس تک ابوحنیفہ کی صحبت میں حاضر رہے ایک بار اس زمانہ میں سخت بیمار ہوگئے۔ امام صاحب نے آکر دیکھا تو واپسی میں اون کے دروازے پر متفکر کھڑے ہوگئے، کسی نے سبب پوچھا تو کہا یہ جوان مرگیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اٹھ جائیگا ابویوسف کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز مجھکو ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس سے زیادہ محبوب نہ تھی، ابوحنیفہ سے بڑھکر فقیہ اور ابن ابی لیلیٰ سے اچھا قاضی میں نے نہیں دیکھا۔ خطیب کا قول ہے کہ ابوحنیفہ کے شاگردون میں دو شاگرد سب سے زیادہ ممتاز تھے، ابو یوسف اور زفر حماد کا قول ہے کہ ابوحنیفہ کے شاگردون میں ابویوسف کی مثال نہ تھی، اگر وہ نہوتے تو نہ کوئی ابوحنیفہ کو جانتا نہ ابن ابی لیلیٰ کو وہی تھے جنہون نے ان کا علم پھیلایا، اور ان کے اقوال کو دور دور پہنچایا، طلحہ کا قول ہے، ابویوسف کی شان مشہور، علم و فضل بلند تھا، ابوحنیفہ کے شاگرد تھے، فقہ میں اپنے معاصرین میں سب سے بڑھکر ان سے بڑھکر اون کے زمانے میں کوئی نہ تھا، علم و حکمت و ریاست و قدر میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے وہ پہلے شخص ہیں جنہون نے ابوحنیفہ کا علم زمین کے کنارون تک پہنچادیا اصول فقہ کی کتابیں لکھیں، مسائل کا نشر املا کے ذریعے سے کیا۔

ایک بار اعمش نے اون سے ایک مسئلہ دریافت کیا جواب سنکر کہا یہ کہان سے کہتے ہو فلان حدیث سے جو آپ سے روایت کی ہے، اعمش نے ہنسکر کہا کہ یہ حدیث مجھکو اس وقت سے یاد ہے کہ تمہارے باپ کی شادی بھی نہیں ہوئی کہ، معنی اوس کے آج معلوم ہوئے۔

امام مزنی سے کسی نے اہل عراق کی بابت پوچھا، ابوحنیفہ کی بابت کہا "سیدہم" اون کے سردار ابو یوسف کی بابت کہا ... اتبعہم للحدیث ان میں سب سے زیادہ حدیث کے پیرو، محمد بن حسن سب سے زیادہ مسائل اخذ کرنے والے، زفر سب سے زیادہ قیاس میں تیز،

ہلال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابو یوسف تفسیر، مغازی، ایام عرب کے حافظ تھے، فقہ ان کے علوم میں اقل العلوم تھی۔

ایک بار ابوحنیفہ کے سامنے ابویوسف اور زفر نے کسی مسئلہ پر بحث کی، ظہر تک جاری رہی، اور ایک دوسرے کی دلیل کو رد کرتا رہا، ظہر کے وقت ابوحنیفہ نے زفر کی ران پر ہاتھ مار کر کہا جس شہر میں ابویوسف ہون۔ اسکی ریاست کی ہوس مت کرو۔

ایک بار ابوحنیفہ نے اپنے شاگردون کی بابت کہا، یہ چھتیس ۳۶ مرد ہیں اون میں سے اٹھارہ عہدۂ قضا کی اہلیت رکھتے ہیں، چھ فتویٰ دینے کی دو ایسے ہیں جو قاضیون کو پڑھا سکتے ہیں، یہ کہکر ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ کیا۔

ایک بار ابوحنیفہ (جو فراست میں ممتاز تھے،) نے داؤد طائی سے کہا کہ تم عبادت کے ہو رہو گئے، ابو یوسف سے کہا، تم دنیا کی طرف مائل ہوگئے اسی طرح زفر وغیرہ کی نسبت رائے ظاہر کی جو کہا تھا۔ واقعات نے وہی ثابت کیا۔

لطیفہ:۔ ایک شخص ابو یوسف کی صحبت میں خاموش بیٹھے رہتے تھے، ایک بار انہوں نے کہا تم بولتے کیوں نہیں، کہا بہت اچھا، روزہ کب افطار کرنا چاہئے، کہا جب آفتاب غروب ہو، بولے اگر آفتاب آدھی رات تک غائب نہ ہو تو یہ سنکر ابو یوسف ہنس پڑے، اور کہا میرا خاموش رہنا ہی اچھا تھا، تمہاری زبان کھلوا کر میں نے خطا کی۔

عہدۂ قضا: خلیفہ ہادی نے ۱۶۶؁ھ میں بغداد کا قاضی مقرر کیا، ہارون الرشید نے اپنی خلافت میں بحال رکھا، اسلام میں وہ اول شخص ہیں جو قاضی القضاۃ[1] ہوئے، سترہ برس تک قاضی القضاۃ رہے۔

ان کے قاضی ہونے کے عہد میں ایک بار امیر المؤمنین ہادی کے ایک باغ پر کسی نے ان کی عدالت میں دعویٰ کیا بظاہر خلیفہ کا پہلو زبردست تھا، مگر واقعہ اوس کے خلاف تھا۔ امیر المؤمنین نے کسی موقع پر ان سے پوچھا کہ تم نے فلان باغ کے معاملے میں کیا جواب دیا، مدعی کی درخواست یہ ہے کہ امیر المؤمنین کی حلفیہ شہادت اس پر لیجائے کہ اون کے گواہوں کا بیان سچا ہے ہادی نے پوچھا کیا ان کی یہ درخواست واجبی ہے، جواب دیا کہ ابن ابی لیلیٰ کے فیصلے کے مطابق صحیح ہے، خلیفہ نے کہا اس صورت میں باغ مدعی کو دلا دو۔ یہ ابو یوسف کی ایک تدبیر تھی۔

وفات:۔ ۵ ربیع الاول یا ربیع الآخر باختلاف قولین ۱۸۲؁ھ میں انتقال کیا، انتقال کے وقت انہتر[69] برس کی عمر تھی۔

وفات کے وقت کہا، کاش میں اوس فقر کی حالت میں مرتا، جو شروع میں تھی اور قضا کے کام میں نہ پھنستا۔ خدا کا شکر ہے اور اس کی یہ نعمت ہے کہ میں نے قصداً کسی پر ظلم نہیں کیا، اور نہ ایک فریق معاملے کی دوسرے کے مقابلے میں پروا کی، خواہ وہ بادشاہ تھا یا بازاری۔

وفات کے وقت یہ قول بھی منقول ہے۔ بارالہا! تو خوب جانتا ہے میں نے کسی فیصلے میں جو تیرے بندون کے درمیان کیا، خود راہی سے کام نہیں لیا، تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنت کی پیروی کی کوشش کی جہاں مجھکو اشکال پیش آیا ابو حنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان واسطہ کیا اور واللہ وہ میرے نزدیک اون لوگون میں سے تھے۔ جو تیرے حکم کو پہچانتے تھے۔ اور کبھی جان کر حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے، یہ بھی موت کے وقت انکی زبان پر تھا، بارالہا تو جانتا ہے کہ میں نے جانکر حرام نہیں کیا اور نہ جانکر کوئی درم حرام کا کھایا۔

ان کی علالت کے دوران میں معروف کرخی نے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ میں نے سنا ہے ابو یوسف زیادہ علیل ہیں تم اون کی وفات کی خبر مجھ کو دینا، راوی کا بیان ہے کہ میں دارالرقیق کے دروازہ پر پہونچا تو، ابو یوسف کا جنازہ نکل رہا تھا، دل میں کہا کہ اب معروف کرخی کو خبر کرنے جاتا ہون تو نماز جنازہ نہ ملیگی چنانچہ نماز میں شریک

[1] ابن عبد البر کا قول ہے میرے علم میں کوئی ایسا قاضی سوائے ابو یوسف کے نہیں جسکا حکم مشرق سے مغرب تک سارے آفاق میں رواں رہا ہو۔ شذرات الذہب لابن عماد الحنبلی۔

ہوکر اون کے پاس پہنچا اور خبر وفات سنائی، انکو سخت صدمہ ہوا، بار بار انا للہ پڑھتے تھے میں نے کہا یا ابا محفوظ! آپ کو نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکنے کا اس قدر صدمہ کیون ہے، کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہون دیکھتا ہون کہ ایک محل تیار ہوا ہے اس کا بالائی حصہ مکمل ہوچکا، پردے آویزان کردیئے گئے غرض ہر طرح پورا ہوچکا، میں نے پوچھا یہ کس کے لئے تیار ہوا لوگون نے کہا ابویوسف کے واسطے۔ میں نے کہا یہ مرتبہ اونھون نے کس طرح پایا، جواب ملا اچھی تعلیم دینے اور اس کے شوق کے صلے میں اور لوگون نے جو اذیت پہنچائی اوس کے صلے میں شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم ابویوسف کے جنازے میں شریک ہوئے، خلیفہ ہارون الرشید جنازے کے آگے چلتے تھے نماز جنازہ خود انھون نے پڑھائی، مقابر قریش میں ام جعفر زبیدہ کی قبر کے پاس دفن کیا، محمد بن جعفر کا قول ہے، ابویوسف کی شان مشہور، فضل ظاہر تھا، اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھے ان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا، علم، حلم، ریاست، قدر وجلالت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ العبر میں لکھا ہے، ابویوسف جواد اور سخی تھے، ابو حاتم کا قول ہے، ان کی حدیث لکھی جائے انتہیٰ ابن اہدل کا قول ہے کہ اکثر علماء ابویوسف کی فضیلت وعظمت کے قائل ہیں ابن عبدالبر کا قول ہے

ابویوسف فقیہ عالم حافظ تھے، کثیرالحدیث۔ عباد بن العوام بھی ہمارے ساتھ تھے، میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اہل اسلام کو چاہیئے کہ ابویوسف کی وفات پر ایک دوسرے کیساتھ تعزیت کرین۔

وفات سے پہلے کہتے تھے کہ سترہ[1] برس ابوحنیفہ کی صحبت میں رہا، سترہ[1] برس دنیا کے کام میں رہ چکا میرا گمان ہے کہ اب میری موت قریب ہے، اس قول کے چند مہینے بعد وفات پائی۔

ان کے بیٹے یوسف غربی بغداد کے قاضی تھے۔

مناقب وجرح۔ ابن کامل کا قول ہے، کہ یحیی بن معین۔ احمد بن حنبل، اور علی مدینی اون کے ثقہ فی النقل ہونے پر متفق ہیں یحیی بن معین کا قول ہے۔ کہ ابویوسف اصحاب حدیث کی جانب مائل تھے، اور ان کو دوست رکھتے تھے، اور میں نے اون سے حدیثیں لکھی ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ کہ حدیث میں میرے پہلے استاد ابویوسف ہیں اون کے بعد میں نے اورون سے حدیث لکھی، ابن مدینی کا قول ہے، کہ ابویوسف صدوق تھے۔

خطیب بغدادی نے اپنا مورخانہ فرض امام ابویوسف کے حالات میں بھی جرح کے متعلق ادا کیا اور متواتر روایتیں جرح کی نقل کی ہیں نقط

---

(۱) شذرات الذہب لابن عماد الحنبلی۔

ایک دن بنارس کے ایک شوالے کے صحن میں سونے کا ایک برتن پایا گیا جس پر یہ الفاظ کندہ تھے: "اس کیلئے، جس کے دل میں غریبوں کیلئے محبت ہے" ایک تحفہ" پجاریوں نے اعلان کیا کہ وہ لوگ جو خدا سے محبت رکھتے اور اس کے غریب بندوں کو مہربانی کی نظر سے دیکھتے ہیں شوالے کو آئیں۔ تاکہ اس منتخب شخص کو، جو ان تمام لوگوں میں سب سے زیادہ متقی اور خدا سے محبت رکھنے والا ہو، آسمانی تحفہ دیا جا[ئے]۔ یہ اعلان ملک کے طول و عرض میں آگ کی طرح پھیل گیا کہ ہر سمت سے شرفا، پجاریان، طالبان علم متقی اور بہادر لوگ بنارس کے مندر کی طرف اس طرح کھنچ آئے جس طرح کہ مقناطیس کی طرف لوہے کے ذرات کھنچے آتے ہیں۔ ایک سال تک قسمت آزمانے والے لوگوں کا تانتا بندھ گیا اب پجاریوں نے ایک اجلاس مقرر کیا تاکہ ان سب لوگوں کے کارنامے سُنے جائیں ایک شخص جسنے اپنی ساری ملکیت غریبوں میں تقسیم کر دی تھی اور خدا سے محبت کرتا تھا، منتخب کیا گیا اس کے لبوں پر کامیابی کی مسکراہٹ کھیل رہی تھی اسکا دل بلیوں اچھل رہا تھا اور اس کے رخساروں پر سے مسرت کے آنسو بہ رہے تھے۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے آگے بڑھا، برتن کے قریب آیا اور اس کو آہستہ سے چھوا حاضرین تعجب سے چلا اٹھے جبکہ انہوں نے سونے کے برتن کو سیسہ کا برتن پایا منتخب شدہ شخص کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے برتن کو فرش پر پھینک دیا۔ برتن رگڑ کھاتا زمین پر آرہا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ پھر سونے کا برتن تھا اور ایک سال گزر گیا، لیکن جو آتا نامراد واپس جاتا مندر کے دروازے پر کئی فقیر دست سوال دراز کرتے ہوئے نظر آتے تھے ان میں سب سے زیادہ قابل رحم ایک اپاہج تھا، جو بری طرح زخمی ہونے کے علاوہ ہر قسم کی خطرناک بیماریوں میں مبتلا تھا ان فقیروں کا مدعا یہ تھا کہ مندر میں جانے والے انہیں کچھ دیتے جائیں اور اسی امید میں وہ مندر کے دروازے پر دن رات پڑے رہتے تھے وہ تمام لوگ جن کی خواہش آسمانی تحفہ کو حاصل کرنا تھی مندر میں آتے خدا کی تعریف کرتے اور خدا کے عاشق کاذب بنکر خدا کو دکھ دیتے، لیکن ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو ان غریبوں پر رحم کھاتا اور ان کی مدد کرتا۔ لیکن دوسرا سال بھی اس طرح گزر گیا اور آسمانی تحفہ ذرا سے چھونے پر سیسہ میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ آخر کار ایک روز تحفۂ خداوندی سے بے خبر ایک دہقانی مندر میں پوجا کے لئے آیا۔ جب وہ ان فقیروں کے پاس سے ہو کر گذرا تو اس کے دل میں رحم کی شعاع پیدا ہوئی، دل موم کی طرح پگھلنے لگا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے دہقانی کے پاس کیسہ وزر نہ تھا لیکن الفاظ تھے جس سے وہ ہر ایک فقیر کو دلاسا دیتا تھا۔ جب وہ اس زخمی اور اپاہج فقیر کے پاس سے گذرا جو سب سے زیادہ رحم کا مستحق تھا، تو اسکا دل بے اختیار ہو گیا اس نے زمین پر گھٹنے ٹیک دیئے، پھر پر رحم اور محبت کی نظریں گاڑ دیں اور اس کی ہتھیلیوں کو اپنی ہتھیلیوں سے سہلاتے ہو کہا [بقیہ بر صفحہ ...]

اسلام اور وطنیت

بد قسمتی سے مسلمانوں میں یا اسلامی حکومتوں میں یورپ کے بہت سے خصائل مذموم رسومات داخل ہو گئے ہیں اسی طرح ہم میں قومیت اور وطنیت کے تباہ کن جذبات بھی پیدا ہوتے جا رہے ہیں جس کے سبب ایک قوم کو دوسری قوم سے یا ایک ملک کے باشندوں کو دوسرے ممالک کے باشندوں سے کسی قسم کی کوئی عملی محبت اور ہمدردی حاصل نہیں رہی جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے کہ یورپ کی طرح مشرقی ممالک میں بھی جہانگیریت کے اصول قرار دیئے ہیں انکی اولین خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک خاص قوم اور ملک کے افراد کی حکومت کا نام ہے ترکی عالمگیریت میں ترک قوم کے سوا کسی کا حصہ نہیں ہے مصر میں جو کچھ ہے وہ سب اہل مصر کا ہے اسی طرح ایران افغانستان مصر اور ہندوستان میں بھی ایک کو دوسرے کا حصہ دار ہونا محال ہے حالانکہ اسلام میں وطنیت اور قومیت کا نام نہیں اور نہ اسلام میں کسی نسل یا قوم یا وطن کا امتیاز ہے اور نہ ان میں کوئی فرق و امتیاز پیدا کرتا ہے اللہ جل جلالہ نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتلایا ہے (۱) اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ تم سب خدا کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے تھے تم لوگ تو آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے جس سے خدا نے تمہیں نجات و خلاصی عنایت کی (۲)، اس اخوت کا یہ اثر ہوا کہ ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے جب کبھی کوئی معاہدہ کر لیتا تھا تو کل قوم اس معاہدہ کی پابندی کرتی تھی اور اگر ایک مسلمان کسی دور مقام پر چلا جاتا تھا تو تمام قوم اس کی خیر عافیت کے لئے بیتاب رہتی تھی اور اگر وہ کسی ظالم ظلم کا شکار ہوتا تو تمام قوم اس کے انتقام یا خون بہا لینے کو اپنا فرض جانتی تھی ... عرب کے کسی باشندے کو عجم کے کسی باشندے پر اور عجم کے کسی باشندے کو عرب کے کسی شخص پر گورے رنگ والے کو کالے رنگ والے پر اور کالے کو گورے رنگ والے پر کوئی فضیلت نہیں رہی فضیلت کا درجہ صرف خدا ترسی قرار دیا گیا (۳)

حضرت انس سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہوگا یہاں تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہی چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہو ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کونسا اسلام افضل ہے آپ نے

---

(۱) انما المومنون اخوۃ (۲) فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔

(۳) زاد المعاد جلد (۲) صفحہ (۱۸۵)

فرمایا اس شخص کا اسلام جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے لہٰذا وہ اس پر ظلم نہ کرے اور نہ اسے رسوا کرے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں مصروف رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں مصروف رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کو کوئی مصیبت دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ مصائب قیامت میں سے اس کی مصیبت دور فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کا عیب چھپاتا ہے تو قیامت کے دن اللہ اس کا عیب چھپائے گا

یہی وجہ ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام کی تعلیمات ساری دنیا میں پھیل گئی دنیا سے قومیت و وطنیت کے تباہ کن جذبات مٹ گئے اکثر لوگ نہایت خوشی و مسرت سے اسلام میں داخل ہونے لگے عجم اسلامی حکومت میں برابر کے شریک رہے اور برابری کے تمام حقوق سے ممتاز ہوتے رہے یہاں تک کہ ان میں کا ہر شخص اپنی ذاتی قابلیت کی بناء پر ولایت اور امامت کے درجے تک پہونچ جاتا تھا اصل یہ ہے کہ اسلامی قانون کی بنیاد خدمت نوع انسان پر رکھی گئی ہے۔ اس میں حاکم و محکوم کا کوئی تعلق نہیں اور نہ اس میں قومیت و وطنیت کا کوئی فرق ہے اسلام میں صرف عمل صالح ہی کو تفوق کا درجہ حاصل ہے۔ اگر کسی حبشی غلام کا عمل اچھا ہے تو اسے کوئی چیز نسل عرب پر حکومت کرنے سے روک نہیں سکتی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے کہ۔

سنو اور اطاعت کرو خواہ تمہارے اوپر ایک کنکا حبشی غلام ہی حاکم بنا دیا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ جس طرح اسلام ایک طرف مساوات اور اخوت کی تعلیم دیتا ہے تو دوسری طرف اس کا عدل و انصاف بھی یکساں رہتا ہے اس کی عدالت میں امیر غریب عربی اور عجمی کا کوئی فرق نہیں رہتا ذیل میں چند ایسے واقعات لکھے جائیں گے جس سے معلوم ہو سکیگا کہ اسلام میں مساوات کا جو معیار قائم کیا گیا ہے وہ کس طرح پر ہے۔

اسلامی حکمران

سب سے پہلے اسلامی حکمرانی کی کیفیت بتلائی جائیگی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ حکمرانی کے نشہ میں کسی پر کوئی جبر و تشدد کر سکتا تھا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو سب سے پہلے جو خطبہ خلافت دیا وہ یہ تھا۔

اے لوگو! مجھکو حکومت کی کچھ راحت نہیں ہے بلکہ مجھکو ایک ایسے امر عظیم کی تکلیف دی گئی ہے جس کے برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں اور نہ وہ بدون عزوجل کی مدد کے قابو میں آسکتا ہے۔ میری ضرور یہ آرزو تھی کہ آج میری جگہ سب سے زیادہ قوی آدمی ہوتا یہ تحقیق ہے کہ میں تمہارا امیر بنا یا گیا اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں راہ راست پر چلوں تو تم مجھکو مدد دو اگر بے راہ چلوں تو تم مجھکو سیدھا کر دو صدق امانت ہے اور کذب خیانت جو تم میں ضعیف ہے وہ میرے لیے قوی ہے انشاء اللہ اس کا حق دلواؤنگا اور تم میں جو قوی ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے اس سے انشاء اللہ حق لے کر چھوڑونگا جو قوم راہ حق میں جہاد

[illegible]

چونکہ تیرہ ہے وہ ذلیل کر دی جاتی ہے اور جس قوم میں یہ خیال کا رواج ہو جاتا ہے اس پر عام طور پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تم کو میری اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ (۱)

مسند خلافت پر متمکن ہونے کے تیسرے روز حضرت عمرؓ انہیں دیکھتے ہیں کہ سر پر کپڑے کے تھان لادے ہوئے بازار جا رہے ہیں حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں اب آپ مسلمانوں کے امیر ہیں آپ کو یہ کام نہیں کرنا چاہئے آپ جواب میں فرماتے ہیں پھر میں اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ کیونکر پالوں؟

حضرت عمرؓ تجویز کرتے ہیں کہ یہ کام حضرت ابوعبیدہؓ کریں گے اس کے بعد بیت المال سے ان کے اہل و عیال کے لئے ایک مختصر ماہوار مقرر کر دی جاتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں متعدد مرتبہ تقریر و تحریر سے جتا دیا کہ ہر شخص ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوا ہے اور ادنیٰ سے ادنیٰ بھی کسی کے آگے ذلیل ہو کر نہیں رہ سکتا

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ منبر پر چڑھ کر لوگوں سے مخاطب ہوئے صاحبو اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم لوگ کیا کرو گے ایک شخص وہیں کھڑا ہو گیا تلوار میان سے کھینچ کر بولا کہ تمہارا سر اڑا دینگے حضرت عمرؓ نے ڈانٹ کر کہا تم گستاخی کر رہے ہو اس نے کہا ہاں تمہاری شان میں جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا الحمد للہ قوم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کج فہم لوگوں کو سیدھا کر سکتے ہیں غرض ان کے عہد میں حق شناسی اس قدر پیدا ہو گئی تھی کہ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ اسلام میں غلام اور آقا کا کوئی امتیاز نہیں اور نہ عرب اور عجم کا کیونکہ اسلام نے سب کو ایک آواز بنایا

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خلیفہ اور دنیائے اسلام کے شہنشاہ تھے مگر صوف کا پھٹا ہوا کپڑا جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوتا تھا پہن لیتے تھے حضرت انسؓ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کے کرتے میں مونڈھے کے پاس چار پیوند لگے ہوئے تھے ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پائجامہ میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ قیصر کسریٰ کا ایلچی مسجد نبوی میں آ کر شہنشاہ اسلام کو ڈھونڈتا ہے اور حضرت عمرؓ کو پیوند لگے کپڑوں میں دیکھ کر تعجب کرتا ہے اور کہتا ہے کیا یہی مسلمانوں کے شہنشاہ ہیں؟

اسلامی عدل و انصاف

اسلام ایک جہانگیر مذہب ہے اس کے نزدیک جب کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کو مساوی درجہ ملتا ہے اسی طرح اس کا عدل و انصاف بھی مساوی ہے اسلامی

(۱) سیرۃ الصدیقؓ از نواب صدیار جنگ بہادر

عدالت میں امیر و غریب کا کوئی فرق نہیں ایک مرتبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک عورت چوری کے الزام میں گرفتار ہو کر آئی یہ عورت قریش کی ایک معزز عورت تھی قریش کو خوف تھا کہ کہیں عام لوگوں کی طرح اس کا بھی ہاتھ کاٹ دینے کا حکم نہ دیں۔

اسامہ بن زید کو سفارش کے لئے روانہ کرتے ہیں جس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ لوگو تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ چھوٹے آدمیوں پر حکم جاری کرتے تھے اور شریف اور معزز لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے اسلام اس کا مخالف ہے اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اسکا ہاتھ کاٹ دیتا۔

حضرت عمر جیسے جلیل القدر شخص اور ابی بن کعب کے درمیان نزاع ہو جاتی ہے جس کا مقدمہ زید بن ثابت کے پاس پیش ہوتا ہے حضرت عمر ان کے پاس جاتے ہیں تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں مگر حضرت عمر کا ارشاد ہوتا ہے اے زید یہ پہلی ناانصافی ہے جو تم نے اس مقدمہ میں کی یہ کہکر اپنے فریق کے برابر بیٹھ جاتے ہیں

حضرت عمرو بن عاص کے صاحبزادے عبداللہ نے ایک شخص کو بلا وجہ مارا تھا حضرت عمر نے عمرو بن عاص کے سامنے عبداللہ کو اسی مضروب کے ہاتھ سے کوڑے پٹوائے۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا علیؓ اور ایک یہودی کا مقدمہ زرہ کے بابت قاضی کی عدالت میں پیش ہوتا ہے قاضی سیدنا علیؓ خلیفہ وقت سے شہادت طلب کرتا ہے وہ اپنے بیٹے اور غلام کو شہادت میں پیش کرتے ہیں مگر قاضی کہتا ہے کہ بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں معتبر نہیں اس لئے یہ شہادت قابل تسلیم نہیں یہ حال دیکھکر یہودی باآواز بلند کلمہ پڑھتا ہے اور پکار اٹھتا ہے کہ جس دین میں یہ انصاف ہے وہ ضرور سچا ہے۔

حضرت عمر کے ایک اور بیٹے ایک معمولی مجرم کی طرح گرفتار کر لیئے جاتے ہیں خود حضرت عمر اپنے ہاتھ سے اسّی (۸۰) کوڑے لگاتے ہیں ان کوڑوں کے صدمے سے ان کا انتقال ہو جاتا ہے۔

مذکورالصدر واقعات قصے اور افسانے نہیں بلکہ تاریخ کے مستند حقائق ہیں بتلاؤ کہ دنیا میں اسلام سے بڑھکر اور کوئی ایسا مذہب بھی موجود ہے جس کی عدالت میں شاہ و گدا۔ امیر و غریب شریف و رذیل سب ہم مرتبہ سمجھے جائیں اور جس کا آئین حریت و مساوات عدل و انصاف اور امانت و دیانت پر قائم ہوا اور جس کے ہاں اس کا حکمراں نہ تو رعیت کے عام افراد سے کوئی ممتاز ہستی ہو سکتا ہے اور نہ وہ عظمت و رفعت کے تخت پر بیٹھ سکتا ہے اور نہ وہ اپنے لئے اپنے حق سے زیادہ کچھ لے سکتا ہے اور نہ وہ کسی چپہ بھر زمین پر قبضہ کر سکتا ہے اس سے بڑھ کر دنیا کے کسی اور نظام یا مذہب میں نہ عدل و انصاف ہے اور نہ مساوات آج وطنیت و قومیت کی جو فضا پیدا ہو رہی ہے اور جس سے تمام

دنیا متاثر ہو چکی ہے وہ یورپ کی پیدا کردہ ہے جیسا کہ انگریزی جہانگیریت انگلستان کے باشندوں سے مخصوص ہے اسی طرح اٹلی اور جرمنی کی جہانگیریت ان کی قوم اور ان کے وطن تک محدود ہے کسی میں بھی عالمگیر جہانگیریت موجود نہیں البتہ اسلام ہی ایک ایسا واحد مذہب ہے جو اپنے عالمگیر ہونے کا ازل سے دعویدار ہے اس کے ہاں نسل، قوم اور وطن کا کوئی لحاظ نہیں جو کوئی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے اس کو سب حقوق حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی قابلیت کی بناء پر حکمران اور صاحب ولایت کے درجہ تک پہونچ سکتا ہے یہ ہے اسلام کی صداقت و حقانیت جس میں قومیت اور وطنیت کا کوئی امتیاز نہیں صرف لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا ایک ایسا عظیم الشان امتیاز ہے جس کے باعث سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی قرار پاتے ہیں یہ اسلام کا دعوی نہیں بلکہ داعی اسلام اور آپ کے خلفاء کے عملی نمونے دنیا کے سامنے شاہد ہیں اسلام میں وطنیت اور قومیت کو مذہب کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں اسلام کی مقدس تعلیم ان جھگڑوں سے بالکل پاک صاف ہے۔

عید وطنی اور

ذِکرَی اَصدِقَائِی فِی حَیدَرآبَادِ الدکَن

بمناسبة عیدها الوطنی

حیدرآباد دکن میں اپنے احباب کی یاد

حظیت باهل الفضل والفضل اهله

اہل فضل حضرات سے میں بہرہ ور رہا

قلیل ولکن فی السماء لهم ذکر . . .

اگرچہ اہل فضل کم ہیں لیکن آسمان میں ان کا شہرہ ہے

واسعدت منهم بالقبول وبالرضا

اور ان حضرات کی قبولیت و رضامندی سے سعادت اندوز اور احسان مند ہوا

فاولیت احسانا وذاک هو الفخر

اور یہ میرے لئے موجب فخر و مباہات ہے

وَمَا مسنی سوء متی کنت بینهم

جبکہ میں ان میں رہوں نہ مجھے کوئی برائی چھو سکتی ہے

وَلا غرّنی غِرٌّ ولا رابنی اَمرٌ . . . . .

اور نہ دھوکہ باز دھوکہ دے سکتا ہے ورنہ کوئی چیز بیزار کر سکتی ہے

هم الاهل یجنی المرء من فضلهم

یہی وہ بزرگوار اہل ہیں جنکی فضیلت کے چمنستان سے

ازاهیر نوار تضوع وتخضر . . . .

ایسے پھول توڑے جاتے ہیں جو شاداب اور خوشبودار ہیں۔

فیا سادتی کونوا مدی الدهر منیتی

اے میرے بزرگو قیام زمانہ تک میری آرزو بنے رہو۔

وجودوا بالوصل لیس یعقبه هجر . . .

اور ایسے وصل سے بہرہ ور کرو جس کے بعد فراق کا نام نہ ہو

(از علامہ محمد المامون الدمشقی زید فضلکم)

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر

مشاہیر اسلام کے مختصر حالات وفیات

امیر المومنین سیدنا عمرؓ

ابن عساکر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے وفات کے ایک سال بعد خدا سے دعا کی کہ خواب میں سیدنا عمر نظر آئیں چنانچہ ایک سال بعد خواب میں دیکھا کہ آپ اپنی پیشانی کا پسینہ پوچھ رہے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین یہ کیا حال ہے۔

انہوں نے فرمایا۔

حساب دیکر ابھی فراغت پایا ہوں اگر خدائے تعالی رؤف و رحیم نہ ہوتا تو قریب تھا کہ عمر ہلاک ہو جائے اسی طرح عبداللہ بن عمرو ابن عاص نے خواب میں استفسار کیا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب میں فرمایا

میں تم سے کب جدا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا بارہ سال ہوئے آپ نے فرمایا میں حساب دیکر ابھی فارغ ہوا ہوں۔

حضرت عمر ابن العاصؓ

موت ایک ایسی گھڑی ہے جس سے کسی ذی روح کو مفر نہیں۔ موت ہی ہے کہ اس وقت ہر شخص کو خدا یاد آجاتا ہے ڈاکو ہو یا، رہزن۔ صوفی ہو یا معلم۔ عالم ہو یا جاہل خدا ترس ہو یا، ظالم، غرض کہ موت جب اپنا ہیبتناک چہرہ لے کر سامنے آجاتی ہے اس کے تمام گزشتہ اعمال آئینہ کی طرح اسے نظر آنے لگتے ہیں اور اگر اس کے اعمال اس کے لئے سپرد نہیں ہیں تو پناہ مانگ اٹھتا ہے اور دیکھا گیا ہے کہ اکثر روحیں بے چین و بے قرار ہو جاتی ہیں یا امن و سکون سے قفس عنصری کو الوداع کہہ دیتی ہیں۔ سوانح عمری اور تاریخ کی کتابوں میں ایسے متعدد مشاہیر عالم کے حالات و واقعات ملیں گے جو ہمارے لئے بہر حال سبق آموز ہیں

حضرت عمرو ابن العاصؓ کی شجاعت، تدبر اور فتوحات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ مصر کی فتح سراسر انہی کی تدبیر کا نتیجہ تھی خلافت اموی کے قیام میں انہی کی سیاست کارفرما تھی اپنے عہد کی سیاست میں ہمیشہ پیش پیش رہے مورخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں میں جمع ہو گئی تھی، عمرو ابن العاص، معاویہ بن ابی سفیانؓ زیاد بن ابیہ، اتفاق سے یہ تینوں سر مل کر ایک ہو گئے انھوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھارا اس طرف پھیر دیا جدھر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام اور خلافت راشدہ کے نظام کو صرف امیر معاویہ کی سیاست نے شکست نہیں دی تھی۔ اس میں سب سے زیادہ کارفرما دماغ عمرو بن العاص کا تھا۔

ایک ایسے سیاسی مدبر نے موت کا کس طرح خیر مقدم کیا تھا ذیل کی سطروں میں اس کی تفصیل ملے گی

ایک عجیب سوال۔ جب بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور عرب کے اس دانشمند کو زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس نے اپنی فوج خاصہ کے افسر اور سپاہی طلب کئے۔ لیٹے لیٹے ان سے سوال کیا میں تمہارا کیسا ساتھی تھا؟ سبحان اللہ آپ نہایت ہی مہربان آقا تھے دل کھول کر دیتے تھے ہمیں خوش رکھتے تھے۔ یہ کرتے تھے وہ کرتے تھے .... " وہ بڑی سرگرمی اور جوش سے جواب دینے لگے۔

ابن عاص نے یہ سنکر سنجیدگی سے کہا میں یہ سب کچھ اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھے موت سے بچاؤ گے۔ کیونکہ تم سپاہی تھے اور میدان جنگ میں اپنے سردار کیلئے سپر تھے۔ لیکن یہ دیکھو موت سامنے کھڑی ہے اور میرا کام تمام کر دینا چاہتی ہے آگے بڑھو اور مجھ سے اسے دور کر دو۔

سب ایک دوسرے کا حیرت سے منہ تکنے لگے پریشان تھے کیا جواب دیں۔

اے ابو عبد اللہ: دیر کے بعد انھوں نے کہا۔ واللہ آپ کی زبان سے ایسی فضول بات سننے کے ہرگز متوقع نہ تھے آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلہ میں ہم آپ کے کچھ کام نہیں آ سکتے انھوں نے آہ سرد بھری۔ واللہ میں یہ حقیقت خوب جانتا ہوں انھوں نے حسرت سے کہا۔ واقعی تم مجھے موت کے منہ سے ہرگز نہیں بچا سکتے۔ لیکن اسے کاش! یہ بات پہلے ہی سے سوچ لیتا اے کاش! میں نے تم میں سے ایک آدمی بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھتا ابن ابی طالب حضرت علیؑ کا بھلا ہو کیا ہی خوب کہہ گئے ہیں۔ آدمی کی سب سے بڑی محافظ خود اس کی موت ہے دیوار کی طرف منہ کرکے رونے لگے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم عمرو بن عاص کی عیادت کو حاضر ہوئے وہ موت کی سختیوں میں مبتلا تھے اچانک دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ان کے بیٹے عبد اللہ نے

کہا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ آپکو بشارتیں نہیں دیچکے ہیں۔ انھوں نے بشارتیں سنائیں لیکن ابن عاص نے روتے ہوئے اشارہ کیا پھر ہماری طرف منہ پھیرا اور کہنے لگے

زندگی کے تین دور میرے پاس سب سے افضل دولت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ہے۔ مجھ پر تین حالتیں گذری ایک وقت تھا کہ رسول اللہ سے زیادہ میں کسی کی اپنے دل میں دشمنی نہیں رکھتا تھا میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح قابو پا کر آپ کو قتل کر ڈالوں اگر میں اسی حالت میں مرجاتا تو یقینی جہنمی ہوتا پھر ایک وقت آیا جب خدا نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ ہاتھ بڑھائیے میں بیعت کرتا ہوں آپ نے دست مبارک دراز کیا۔ مگر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا عمرو تجھے کیا ہوا میں نے کہا ایک شرط چاہتا ہوں۔ فرمایا کونسی شرط ہے میں نے ڈرتے عرض کیا کہ یہ شرط کہ میری بخشش ہو جائے اس پر ارشاد ہوا اے عمرو کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے تمام پہلے کے گناہ مٹا دیتا ہے؟ ہجرت بھی مٹا دیتی ہے؟ حج بھی مٹا دیتا ہے؟ (یہ ابن العاص کی مشہور روایت ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا ہے)

اس وقت میں نے دیکھا کہ نہ تو رسول اللہ سے زیادہ مجھے کوئی دوسرا انسان محبوب تھا اور نہ رسول اللہ سے زیادہ عزت میری نگاہ میں میں سچ کہتا ہوں اگر کوئی مجھ سے آپکا حلیہ پوچھے تو میں بتا نہیں سکتا۔ کیونکہ انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے میں آپ کو نظر بھر کے دیکھ بھی نہیں سکا۔ اگر اس حالت میں مرجاتا تو میرے جنتی ہونے کی امید تھی"

پھر ایک زمانہ آیا جس میں ہم نے بہت سے ایچ پیچ کام کئے ہیں نہیں جانتا کہ اب میرا کیا حال ہوگا۔

مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا۔ جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ رونے والیاں نہ جائیں نہ آگ جائے۔ دفن کے وقت مجھ پر مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا میری قبر سے فارغ ہوکر اس وقت تک مجھ سے قریب رہنا جب تک جانور کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم نہ ہو جائے کیونکہ تمہاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہوگا پھر میں جان لوں گا کہ اپنے پروردگار کے قاصد کو کیا جواب دوں"(۱)

بگڑنا زیادہ ہو بننا کم ہو۔ ہوش و حواس آخر وقت تک قائم تھے معاویہ بن خدیج عیادت کو گئے تو دیکھا کہ نزع کی حالت ہے پوچھا کیا حال ہے جواب دیا پگھل رہا ہوں۔ بگڑنا زیادہ بننا کم ہوں اس صورت میں بوڑھے کا بچنا کیونکر ممکن ہے (۲)

حضرت ابن عباس سے سوال و جواب حضرت عبداللہ بن عباس عیادت کو آئے سلام کیا طبیعت پوچھی کہنے لگے کہ میں نے اپنی دنیا کم

---

(۱) ماخوذ از طبقات ابن سعد و تاریخ کامل ابن اثیر

(۲) عقد الفرید و ابن سعد

بنائی مگر اپنا دین زیادہ بگاڑ لیا۔ اگر میں اسکو بگاڑتا ہوتا جس کو سنوارا ہے اور اسے سنوارا ہوتا جس کو بگاڑا ہے تو یقیناً بازی لے جاتا۔ اگر مجھے اس کا اختیار ملے تو خود اس کی آرزو کروں اگر بھاگنے سے بچ سکوں تو ضرور بھاگ جاؤں۔ اس وقت تو میں منجنیق کی طرح زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں، نہ اپنے ہاتھوں کے زور سے اوپر چڑھ سکتا ہوں نہ اپنے پیروں کی قوت سے نیچے اتر سکتا ہوں اے میرے بھتیجے مجھے کوئی ایسی نصیحت کر جس سے فائدہ اٹھاؤں۔

ابن عباس نے جواب دیا۔ "آہ اے ابو عبداللہ اب نصیحت کا وقت کہاں؟ آپ کا بھتیجا تو خود بوڑھا ہو کر آپکا بھائی بن گیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لئے کہیں تو میں رونے کو حاضر ہوں جو مقیم ہے وہ سفر کا کیونکر یقین کر سکتا ہے"

عمرو بن العاص جواب سن کر بہت افسردہ ہوئے اور کہنے لگے "اُف کیسی سخت گھڑی ہے کچھ اوپر اسی برس کا سن ہے۔ اے ابن عباس تو مجھے پروردگار کی رحمت سے مایوس کرتا ہے۔ الٰہی یہ ابن عباس ہے جو تیری رحمت سے ناامید کر رہا ہے الٰہی مجھے خوف دے یہاں تک کہ تیرا غصہ دور ہوجائے اور تیری رضامندی لوٹ آئے۔

ابن عباس نے کہا ہیہات! ابو عبداللہ آپ نے جو چیز لی تھی وہ تو نئی تھی اور اب دے رہے ہیں وہ چیز جو پرانی ہے یہ کیسے ممکن ہے؟

بس یہ آزردہ خاطر ہوگئے۔ ابن عباس! مجھے کیوں پریشان کرتا ہے جو بات کہتا ہوں اسے کاٹ دیتا ہے۔

(استیعاب) عمرو بن العاص زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جن کی موت کے وقت حواس درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے۔ جب وہ خود اس منزل پر پہونچے تو حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ مقولہ یاد دلایا ایک روایت میں ہے کہ خود ان کے بیٹے نے سوال کیا تھا عمرو بن العاص نے ٹھنڈی سانس لی "جان من" انہوں نے جواب دیا "موت کی صفت بیان نہیں ہو سکتی موت ناقابل بیان ہے۔ لیکن میں اس وقت صرف ایک اشارہ کر سکتا ہوں۔ مجھے ایسا معلوم ہو سکتا ہے کہ گویا آسمان زمین پر ٹوٹ پڑا اور میں دونوں کے درمیان پڑ گیا ہوں (کامل جلد ایک) گویا میری گردن پر رضوی پہاڑ رکھا ہے گویا میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھر گئے ہیں گویا میری سانس سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے۔

دولت سے بیزاری۔ اسی حال میں انہوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کہتے "اسے لے لے"، آپ کے بیٹے کا زہد مشہور ہے انہوں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ عمرو نے کہا "اس میں دولت ہے" عبداللہ نے پھر انکار کیا اس پر ہاتھ ملکر کہنے لگے کاش! اس میں سونے کے بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں

دعا۔ جب بالکل آخری وقت آگیا تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے.......

دعا کے یہ جملات زبان پر تھے، الٰہی تو نے حکم دیا اور ہم نے عدول حکمی کی الٰہی تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی الٰہی میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں طاقتور نہیں ہوں

کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہوجاؤں گا اس کے بعد تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔

عبدالملک بن مروان مدائنی کہتے ہیں عبدالملک کو جب اپنے مرنے کا یقین ہوگیا تو اس نے یوں کہا۔

خدا کی قسم جب سے میری ماں نے جنا ہے اس وقت سے میری خواہش تھی کہ میں حمّال ہوتا اس کے بعد اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا اے فرزند اگر تم میرے بیٹے ہو تو تمہارا فرض ہے کہ میرے بعد خدا سے ڈرنا۔ اختلاف اور افتراق سے دور رہنا۔ احرار رہنا اور لڑائی میں سرگرم رہنا امر بالمعروف کا اجرا کرنا رعایا پر سختی نہ کرنا ان کے آرام و آسائش کا ہر وقت لحاظ رکھنا۔ مرتے وقت اپنا یہ مرثیہ پڑھا۔

عیادت کرنے والے بہت سے آتے ہیں مگر مرنے والے کو لوٹا کر نہیں لاتے تاکہ اس کے ذریعہ یہ معلوم ہو کہ وفات کے وقت مجھ پر کیا گزری ۸۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ ولید بن ہشام کہتے ہیں کسی نے آپ سے سوال کیا۔

آپ دوا کیوں نہیں کرتے جواب میں فرمایا جس وقت مجھے زہر دیا گیا اگر مجھ سے اس وقت کہا جاتا کہ تم فلاں دوا کھاؤ اس میں تمہاری شفا ہے تو میں ایسا کبھی نہ کرتا۔

جب عمر بن عبدالعزیز کا آخر وقت ہوا تو عبید بن حسان کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز کے زبان پر یہ الفاظ تھے۔ لوگو مجھکو اکیلا چھوڑ دو اور چلے جاؤ سب چلے گئے

اور آپ کی بیوی فاطمہ دروازہ پر بیٹھ گئیں انہوں نے یہ آواز سنی آپ فرمار ہے تھے مرحبا بسم اللہ تشریف لائیے اور یہ آیت پڑھتے ہوئے سنائی دی تلک الدار الآخرۃ ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔

ہارون رشید کہتے ہیں رشید نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ طوس (علاقہ خراسان) کا حاکم مقرر ہوا ہے۔ صبح اٹھ کر بہت رویا اور کہا میری قبر کھودو اور جب قبر کھد گئی تو خود اونٹ پر سوار ہوکر قبر کے پاس گیا اور کہنے لگا۔

اے زمین آدم اب اسے اختیار کر پھر چند لوگوں کو قبر میں اترنے کا حکم دیا اور قرآن ختم کرا کے پھر اپنے وزیر فضل سے مخاطب ہوکر فرمایا

اے فضل! کیا وہ وقت آپہونچا جس کا مجھ کو خوف تھا۔ سب کو صبر کرنا چاہئے جو قسمت میں ہے وہ ہوکر رہیگا میں اب ان احباب کے لئے روتا ہوں جن سے میں محبت کرتا تھا۔ درحقیقت میرا یہ سب عیش و عشرت فانی تھا جواب پھر نہیں رہے گا۔ پھر کہا میں ایک بہادر قوم کی نسل سے ہوں اس وجہ سے میں اس وقت سخت ترین تکلیف کو بڑے استقلال اور رضا سے برداشت کررہا ہوں ۱۹۳ھ میں انتقال کیا۔

حضرت امام شافعی رح امام مزنی کہتے ہیں جس دن امام شافعی رح نے انتقال کیا اسکی صبح کو میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

وو مزاج کیسا ہے؟ میں نے سوال کیا۔

انھوں نے ٹھنڈی سانس لی،

"دنیا سے جا رہا ہوں، دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں، موت کا پیالہ منہ سے لگا ہے۔ نہیں معلوم میری روح جنت میں جائیگی کہ اُسے مبارک باد دوں یا دوزخ میں جائیگی کہ اُسے تعزیت پیش کردوں؟"

پھر یہ شعر پڑھے:۔

ولما قسا قلبی وضاقت مذاہبی ۔

جعلت الرجا منی لعفوک سلما ۔

اپنے دل کی سختی اور اپنی بیچارگی کے بعد میں نے تیری عفو پر اپنی امید کو سہارا بنا لیا ہے۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ ——— بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ میری نظر میں بہت بڑا تھا۔ مگر جب تیرے عفو کے مقابلہ میں اسے دیکھا، تو اے رب، تیرا عفو زیادہ بڑا نکلا۔ سنہ ۲۱۱ھ (۸۲۶ء) میں وفات پائی

مامون الرشید نزع کے وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا جس پر ریت پڑی تھی، اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا یہ الفاظ زبان پر تھے:۔

"اے وہ جس کی بادشاہی کبھی زائل نہ ہوگی، اس پر رحم فرما جس کی بادشاہی جا رہی ہے! اے وہ جو کبھی نہ مرے گا، اس پر رحم کر، جو مر رہا ہے"

جاحظ نے کہا "خدا امیر المومنین کا ثواب زیادہ کرے اور تندرستی بخشے"

"میری تندرستی کی دُعا نہ کرو، مامون نے فوراً کہا "بلکہ میرے لئے مغفرت کی دُعا کرو"

پھر جاحظ نے پوچھا کیا کوئی خواہش باقی ہے؟" کہا "ہاں" میری خواہش یہ ہے کہ متقی "مخارق" آئے اور میرے سرہانے میرے یہ شعر گائے:۔

اذا ما انقضت عنی من الدہر مدتی ۔ فان عزاء الباکیات قلیل!

جبکہ دنیا میں میری زندگی کی مدت ختم ہو چکی ہے تو رونے والیوں کی تعزیت بھی بہت کم ہے۔

سیعرض عن ذکری وتنسی مودتی ویحدث بعدی للخلیل خلیل!

سب میرے خیال سے منہ پھیر لیں گے، میری محبت بھول جائیں گے۔ میرے بعد بھی دوست اپنے دوستوں سے باتیں کرینگے۔

سنہ ۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں انتقال کیا۔

قاضی ابو یوسفؒ وفات کے وقت قاضی ابو یوسفؒ کے زبان پر یہ الفاظ تھے۔

اے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے کوئی فیصلہ عمداً خلاف واقعہ نہیں کیا میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری کتاب اور پیغمبر کے طریقہ کے موافق ہو

۵۔ ربیع الاول سنہ ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔

خلیفہ واثق باللہ خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ شعر پڑھے ہے۔

الموت فیہ جمیع الناس تشترک لا سوقۃ منہم یبقی ولا ملک!

موت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہی زندہ رہیں گے۔

ما ضر اہل قلیل فی تفاقرہم ولیس یغنی عن الملاک ما ملکوا

عزیزوں کو انکی قبر میں عزت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا
امیروں کو ان کی امیری بھی کوئی نقصان نہ پہنچا سکی

پھر حکم دیا فرش اٹھادیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلایا۔

"اے وہ جس کی بادشاہی لازوال ہے،
اس پر رحم کر جس کی بادشاہی ختم ہوگئی!"

یہ کہتے ہی انتقال ہوگیا (۲۲۲ھ - ۸۴۶ء)

خلیفہ منتصر باللہ خلیفہ محمد منتصر باللہ ایک دن دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اس کی نظر ایک فارسی عبارت پر پڑگئی جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اُسے پڑھا۔

پھر یہ شعر پڑھا۔

فما فرحت نفسی بدنیا اصبتها   ولکن الی اللہ الکریم اصیر

دنیا کے حاصل ہونے سے میری روح کو کوئی خوشی نصیب نہ ہوئی اب میں خدا کی طرف جارہا ہوں۔

۲۴۹ھ - ۸۶۳ء میں وفات ہوئی۔

امام جاحظ ادب عربی کا مشہور امام، جاحظ کا جب وقت آخر ہوا تو ابوالعباس المبرد عیادت کو گیا۔

مزاج پرسی کے جواب میں جاحظ نے کہا۔

"وہ شخص کیسا ہوگا جس کا آدھا دھڑ سُن ہوگیا ہو، حتی کہ اگر آرے سے بھی چیر دیا جائے تو اسے پتہ نہ چلے، اور آدھا ہر اتنا حساس ہوگیا کہ اگر مکھی بھی اس کے قریب اُڑے تو درد محسوس کرنے لگے۔"

پھر یہ شعر پڑھے

أترجو ان تکون وانت شیخ   کما قد کنت ایام الشباب؟

کیا تو آرزو کرتا ہے کہ اب بڑھاپے میں ویسا ہی ہوجائے جیسا جوانی کے دنوں میں تھا۔؟

لقد کذبتک نفسک لیس ثوب   دریس کالجدید من الثیاب!

تیرا نفس جھوٹا ہے، پرانا کپڑا نئے کپڑے کی طرح کیونکر ہوسکتا ہے۔

۲۵۵ھ (۸۶۹ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ معتضد باللہ سولھواں عباسی خلیفہ معتضد باللہ سخت ظالم و مستبد تھا۔ وفات کے وقت اپنا مرثیہ اُس نے یوں پڑھا۔

تمتع من الدنیا فانک لا تبقی   وخذ صفوها ان صفت ودع الرنقا

دنیا سے لطف اٹھا لے کیونکہ تو باقی نہیں رہیگا اس کی بھلائی لے لے اور برائی چھوڑ دے!

ولا تامن الدهر انی امنته   فلم یبق لی حالا ولم یرع لی حقا

اور دنیا پر ہرگز بھروسہ نہ کر، میں نے بھروسہ کیا تھا۔ نتیجہ اُس نے مجھ سے بیوفائی کی اور کسی حق کا بھی خیال نہ کیا۔

قتلت صنادید الرجال ولم ادع   عدوا ولم امهل علی ظنة خلقا

میں نے بڑے بڑے بہادر مارے۔ کوئی دشمن نہ چھوڑا۔ کسی کو بھی اُس کی سرکشی پر باقی نہ رہنے دیا۔

واخلیت دار الملک من کل نازع   فشردتهم غربا ومزقتهم شرقا

میں نے پایۂ تخت تمام مخالفوں سے خالی کردیا، تمام پراگندہ کرکے مشرق و مغرب میں پھیلا دیا۔

فما بلغت بالنجم عزاً ورفعةً — ودانت رقاب الخلق اجمع لی قنا، لیکن جب میں اپنی عزت و رفعت میں ستاروں تک پہنچ گیا اور تمام مخلوق کی گردنوں میں میری غلامی کا طوق پڑ گیا، رمانی الردی سہماً، فاخمد جمرتی فہا انا ذا فی حفرتی عاجلاً القی! تو ایسا ہوا کہ موت نے مجھ پر ایک تیر چلایا اور میری آگ بجھا دی۔ دیکھ، اب میں عنقریب ہی اپنے گڑھے میں ڈالا جانے والا ہوں)۔ ولم یغن عنی ما جمعت، ولم اجد لذی ملک منها ولا راغب رفقا۔ میرے جمع کئے ہوئے خزانے میرے کام نہ آئے۔ دولت سے بیزار ہونے والے اور دولت کے لالچی، کسی نے بھی ہمدردی نہ کی!

فیالیت شعری بعد موتی ما القی الی نعم الرحمن ام نارہ القی؟ آہ کاش! میں جانوں، موت کے بعد اللہ کی نعمتیں پاؤنگا، یا دوزخ میں جھونک دیا جاؤنگا؟ (سنہ ۱۹۱ھ، دسمبر ۹۰۲ء) میں انتقال کیا۔

کہاں کیا ہو رہا ہے

دول اسلامی کے اتحاد پر اظہار مسرت حال ہی میں سعد آباد طہران کے مقام پر ایران افغانستان عراق ترکی حجاز اور یمن جیسے دول اسلامی میں باہم مصالحت اور مودت کا معاہدہ عمل میں آیا ہے جمعیۃ اقوام کی طرح مجلس اقوام شرقیہ اسلامیہ کے قیام کی امید ہو گئی ہے حقیقت میں یہ معاہدہ سقوط خلافت کے بعد پہلا موثر قدم ہے جو ان ممالک نے باہم اتحاد و اتفاق کی طرف اپنے میلان کو ظاہر کیا ہے اس اتحاد کا ہر طرف نہایت جوش و خروش سے خیر مقدم کیا جا رہا ہے اخبار جمہوریت ترکی لکھتا ہے کہ یہ میثاق حقیقت میں ان تدابیر کو بروئے کار لانے کے سلسلے میں ایک اہم اقدام ہے اور جس سے توقع ہے کہ ان ممالک کے درمیان اختلاف اور جنگ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیگی اور یہ سب آپس میں متحد ہو کر مفاد اسلامیہ کے خاطر ہر حربی طاقت کو روک سکینگے الاہرام کا خصوصی نامہ نگار مقیم استنبول نے ترکوں کے عام قومی اور اسلامی جذبات کو ان الفاظ میں تبلایا ہے کہ غازی مصطفے کمال اتاترک صرف اپنی قوم کے زعیم نہیں ہیں وہ تمامی امم شرقیہ کے مرشد و ہادی ہیں اگر آزادی مشرق کہیں تلاش کرنی ہو تو وہ انہی کے دامن سے وابستگی حاصل ہونے پر مل سکتی ہے اور ہر طرف ایشیا برائے ایشیا کی دھوم مچی ہوئی ہے اس کا یہ بھی خیال ہے کہ مستقبل قریب میں پہلے سے زیادہ موثر طریقے پر خلافت اسلامیہ کا احیاء ہو جائے۔

ترکی جنگی نمائش میں ترکی افواج نے اپنے عسکری کمالات کے بڑے بڑے مظاہرے کئے اس وقت یونانی

فوج کے جنرل اعظم جان وفون ترکی کے مہمان تھے ان مظاہروں سے متاثر ہو کر یہ رائے ظاہر کی کہ نظام تعلیم جنرلوں کی استعداد اور ہر اعتبار سے ترکی فوج دنیا کی بہترین فوجوں میں شمار ہو سکتی ہے اس طرح ترکی کا مشہور اخبار جمہوریت نے فوج اور حکومت کے عنوان سے ایک خاص مقالہ لکھا ہے اور بتلایا ہے کہ مستقبل میں پیش آنے والے خطرات اس بات کے مقتضی ہیں کہ ہماری فوج اس قدر طاقتور ہو کر ملک کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھ سکے

اطلاع وصول ہوئی ہے کہ وزیر اعظم عصمت پاشا نے کمال اتاترک کے روبرو اپنی کابینہ کا استعفا پیش کیا اور غازی کمال اتاترک نے استعفے کو منظور کر کے قلمدان وزارت جلال بایار وزیر کے حوالے کر کے خواہش کی کہ جدید وزارت کا انتخاب پیش کریں۔

وزیر اعظم عصمت پاشاہ کے استعفے کے وجوہ ابھی تک راز ہی ہیں لیکن سیاسی حلقوں میں بیان کیا جا رہا ہے کہ عصمت پاشاہ اور کمال اتاترک میں اختلاف ہونے سے مجبوراً عصمت پاشاہ نے استعفا پیش کر دیا جو منظور ہوا لیکن ایک سیاسی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اب کمال پاشاہ یہ چاہتے ہیں کہ یقیناً ترکی کو عصمت پاشاہ کی قیادت میں بہترین سیاسی اور بین الدولی مرتبہ حاصل ہو چکا ہے اب ترکی کو اعلیٰ اقتصادی اور صنعتی مرتبہ پر پہنچنے کی بھی ضرورت ہے اس لئے اس کام کے لئے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو عصمت پاشا کی طرح سیاسی اور عسکری نہ ہو بلکہ اقتصادی وصنعتی جہت قیادت کر سکتا ہو ٹائمز کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے کہ جدید ارکان کابینہ کو جائزہ دیتے وقت رخصت آپ غازی عصمت پاشا کے چہرے پر غیر معمولی مسرت کے آثار تھے آپ نے نمائندہ کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ اخبارات میں جو اطلاعات میرے استعفے کے بابت شائع ہوئے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں مجھ میں اور غازی کمال اتاترک میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ میں نے بارہ سال قوم و ملت کی دیانتدارانہ طریقے سے خدمت کی ہے اس طویل عرصے میں میرے اور صدر اعظم کے درمیان کبھی اختلاف رونما نہیں ہوا ہاں یہ درست ہے کہ میری وزارت کے بعض خارجی امور سے کمال اتاترک کو اختلاف تھا جو بالکل معمولی اور غیر اہم تھا اور وہ بھی باہمی تبادلہ خیالات سے دور ہو جاتا تھا میں اس لئے مستعفی ہوا ہوں کہ دوسری جماعت جو ملک کے بہترین دماغوں پر مشتمل ہے انکو موقع دوں تاکہ قوم کے یہ نوجوان قوم کی عنانِ قیادت کو اپنے ہاتھ میں لیں اور ترقی ملک کے لئے کوشاں رہیں یقین رکھئے میرے بعد میرے رفقاء کے نیک مشورے اور دعائیں ان نوجوانوں کے ساتھ رہینگے ملک کو جب بھی میری خدمت کی ضرورت ہوگی میں بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا اسی سلسلہ میں ایک اور اطلاع وصول ہوئی ہے کہ جلال بایار وزیر اعظم تو مقرر ہو گئے لیکن قوم نے غازی عصمت پاشا کو دوبارہ مجلس کبیر ملیہ ترکیہ کی صدارت پر انتخاب فرمایا

الاہرام کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ بلدیہ استنبول نے شائع ہونے

[illegible] مصر میں مویشیوں کو ذبح کرنے کی ممانعت کی ہے اور سلیح کا استعمال کی تائید کی ہے عید اضحی میں لوگ گھر دن میں جانور کاٹ سکتے ہیں چرم گوسفندان ترکی کی جمعیت طیاروں کو دے جائیں تاکہ اس آمدنی سے جدید طیارے خریدے جائیں اعیاد کے دنوں کے گوشت کا ایک معتدبہ حصہ فقراء میں تقسیم ہوگا۔

زنقرہ۔ اطلاع وصول ہوئی ہے کہ ترکی میں غیر ملکی سیاحوں کی آمد و رفت پر خاص نگرانی رکھتے ہوئے گورنروں کے نام احکام اجرا ہوئے ہیں وزیر زراعت کے جانب سے ایک گشتی اس قسم کی شائع ہوئی ہے سایہ دار درختوں کو کاٹا نہ جائے ماہرین ارضیاتوں نے ثابت کیا ہے کہ تحت الارض پانی کی سطح نیچی ہے جس کے سبب آب باران میں کمی ہوتی ہے جو خشک سالی کا سبب قرار پاتا ہے۔

حکومت ترکی نے طے کیا ہے کہ (۲۰) جنگی توپیں سلطان ابن سعود کی خدمت میں اس غرض سے روانہ کی جائیں کہ دس مکہ مکرمہ میں اور دس مدینہ طیبہ میں حفاظت کی غرض سے رکھے جائیں حکومت سعودیہ نے اس تحفہ کو نہایت شکر و امتنان کے ساتھ قبول کیا اور بذریعہ تار حکومت ترکی کا شکریہ ادا کیا گیا۔

ترکی حکومت کے تمام مدارس اور جامعات میں تاریخ اسلام کی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جامعات میں حضرت سیدنا عمرؓ کے حالات اور انتظام مملکت خاص طریقے پر پڑھائے جائیں۔

غازی مصطفیٰ کمال اتاترک نے لاسلکی کے ذریعہ اپنے قوم کے نام حسب ذیل اپیل کی کہ۔
برادران وطن! طوفانی بادل یورپ کی طرف چھائے ہیں اور ان کی بجلیاں ہماری قومی ہستی کو ڈرا رہی ہیں ہم نے بہ حیثیت القوم قربانیاں کیں اور اپنی فضائی طاقت کو مضبوط کر لیا لیکن ہماری سلطنت ایک طرف بحیرہ اسود اور دوسری طرف بحیرہ قلزم سے گھری ہوئی ہے۔ ایک طاقت ور جنگی بیڑے کے سوائے ہم حفاظت وطن کا فرض نہیں ادا کر سکتے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو انعام مجھے ملتا ہے اس کا نصف حصہ قوم کی نذر کروں اور مجھے یہ اطلاع دینے میں بہت مسرت و ناز ہے کہ میرے رفقائے کار نے بھی اسی طرح کی قربانی پر آمادگی ظاہر کی ہے اب میں قوم کی مرضی پر چھوڑتا ہوں کہ وہ جس طرح چاہے وطن اور قوم کی حفاظت کا فریضہ انجام دیں۔

مسولینی اور اسلام مسولینی نے ہر ہٹلر سے ملاقات کے بعد عزم کیا ہے کہ عالم اسلام کے ساتھ اپنی موانست زیادہ واضح طریقہ پر ظاہر کریں مسولینی سکندر اعظم اور نپولین اول کی طرح مشرقی تسخیر کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے کو محافظ اسلام بھی کہہ رہا ہے۔

ہندوستان۔ کہاں دور اندیشی سے کانگریسوں نے

انتخابات میں حصہ لیکر (۷) صوبوں میں اپنی حکومت تو قائم کرلی لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حکومت ایک طرف وفاقی دستور کو نافذ کرنے کا ارادہ ہے اور دوسری طرف ہندو مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی نہیں۔

کھدر سے سوراج حاصل نہیں ہو سکتا ۱۳ اگست کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں مسٹر جناداس مہتا سابق وزیر مالیہ نے ایک پرزور تقریر کی دوران تقریر میں اس امر کو واضح کیا کہ ہندوستان سوراج کی منزل سے اتنا قریب نہیں ہوگا جتنا کہ وہ آج ہے اہل ہند اس وقت چرخہ کاتتے رہتے تھے جبکہ ہندوستان سوراج کو کھو دیا تھا بعض کانگریسی مقررین کا چرخہ کو مشین قرار دینا فضول ہے ہندوستان کی اسی فیصد آبادی بیکار ہے بیروزگار ہے ان کے علاوہ (۶۰) ہزار سادھو ہیں اس طرح جملہ (۴) کروڑ اشخاص روزگار سے محروم ہیں اور اس بیروزگاری کو محض گھریلو صنعتیں دور نہیں کر سکتی ہیں گزشتہ سترہ سال میں کھدر بنانے میں صرف (۲۰) ہزار اشخاص مصروف رہے اس میں شک نہیں کہ کھدر نے فرقہ داری اختلاف کو دور کر دیا ہے اور اس کے استعمال سے غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا ضرور اظہار ہوتا ہے سیاسی حربہ کی حیثیت سے کھدر نہایت اہم ہے لیکن معاشی عنصر کی حیثیت سے اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اسی سلسلہ میں مسٹر محمد علی جناح صدر مسلم لیگ نے لکھنؤ کے ایک جلسہ میں برادران وطن سے اس طرح مخاطب ہوئے چرخہ ہندوستان کو آزادی نہیں دلا سکتا صرف ہندو مسلم اتحاد سے یہ دولت حاصل ہو سکتی ہے لیکن کانگریس اسکو نظر انداز کر رہی ہے آپ نے فرمایا پنڈت جواہر لال نہرو کہتے ہیں کہ ملک میں صرف دو طاقتیں ہیں برطانیہ اور کانگریس لیکن میں کہتا ہوں کہ ہندوستان میں تیسری طاقت (۸) کروڑ مسلمانوں کی بھی ہے جس کی طاقت اور آواز کو کانگریس تسلیم نہیں کرتی اب مسلم لیگ کانگریس پر یہ ثابت کرے گی کہ ایک تیسری جماعت بھی ہے جسکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے مسلمانوں نے شرکت کی اور سب مسلمان اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اس وقت اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ ہم مسلمان اپنی منتشر صفوں کو یکجا کریں اور لیگ کے اقتصادی اور سیاسی پروگرام پر عمل کریں۔

کانگریس اور مسلمان اس وقت مسلمانان ہند کے لئے سب سے بڑی مشکل یہ پیش آرہی کہ مسلمانوں کے تمدن و مذہب کی حفاظت مسلم لیگ کے ذریعہ ہو سکیگی یا کانگریس کے واسطے سے مسلم لیگ خدا پرست اور بعد میں وطن پرست ہے کانگریس پہلے وطن پرست اور بعد میں مذہب کا کوئی احساس تک نہیں لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان سیاسی اور اقتصادی حیثیت سے کانگریس کے ماتحت تنظیم کریں مذہبی اور تمدنی حیثیت سے علیحدہ تنظیم کریں اور اس کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ قرآن کے مطابق مسلمانوں کے مذہب اور تمدن کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کی جائے اگر مسلمان صرف سیاسی حیثیت سے کانگریس میں شریک ہوں تو اب یہ دیکھا جائے

دکن کا قدیم

مخزن الادویہ

متصل مکہ مسجد حیدرآباد دکن

یہ بیان حقیقت ہے کہ سنہ ۱۳۰۳ف سے محمد عمر ولد حاجی محمد عبدالرحمن کی دکان ادویات یونانی میں بلحاظ قدامت و راستبازی تمام دکن میں شہرت حاصل ہے اسکا خانہ میں ہر قسم کے مفردات جواہرات مشک و عنبر زعفران اور ہر قسم کے عرقیات۔ مربہ جات۔ روغنیات عمدہ اور واجبی قیمت پر دستیاب ہوسکتے ہیں ایک مرتبہ تجربہ کے بعد معلوم ہوجائیگا کہ ہماری تجارت خالص راستبازی اور پبلک کے استفادہ کے لئے ہے

ضیا

مجلہ نظامیہ میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

اس لئے کارکنانِ مجلہ نے مشتہرین کی سہولت کیلئے حسب ذیل اجرت رکھی ہے

تعداد مدت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	سے	للعہ	عال
سہ بار	رعہ	عہ	صمہ
ششماہ	صعہ	رسعہ	لعہ
سالانہ	وللعہ	صعہ	ہوسعہ

...یت بالمراسلت و ایس پی کی رقم سے جلد فائدہ اٹھائیے

مہتمم مجلہ نظامیہ

اقبال برادرس اکشنرز

اینڈ

اسٹیٹ ایجنٹس

نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن فون ۵۲۹

اگر آپ

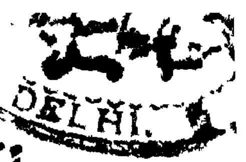
چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کی طرح اپنی جائداد کی خرید و فروخت و رہن اور تعمیر امکنہ پیمائش نقشہ جات تعمیر و ترتیب برآوردات کے کاروبار میں سہولت ہو اور نفع بخش طریقوں پر زراعتی اراضیات، باغات، موٹر کارس، شیرز حاصل کرنا چاہتے ہوں تو جلد مندرجہ بالا پتہ پر ہم سے گفتگو یا خط و کتابت کریں۔

یاد رکھئے

ہمارے ذریعہ سے معاملہ کرنے میں آپ کو کسی قسم کا دھوکا یا فریب نہ ہوگا بلکہ آپ کو ہر چیز منشاء کے مطابق ارزاں دستیاب ہوسکے گی۔

اہل ملک کے لئے ہماری خدمات ہر وقت پیش ہیں

ضیا



ہر مزاج کے مطابق تندرستوں جوانوں بوڑھوں مردوں اور عورتوں کو ہر موسم میں طاقت بخشنے والی مشہور دوا

مساکا

حکومت آصفیہ کے رجسٹری اور سند یافتہ اطباء کی رائے ہے کہ "مساکا" (۹۵۱) فیصدی مفید ہے اور

اُن لوگوں کے لئے جو ایک بہترین طاقت بخش دوا کے متلاشی ہوں نعمت غیر مترقبہ ہے "مساکا" دل و دماغ جگر معدہ اعصاب غدود گردہ مثانہ کو

قدرتی طاقت پہنچا کر کاہلی سستی کمزوری لیستی اور افسردگی کو توانائی قوت و چستی میں تبدیل کرتا ہے جو لوگ اعضائی جسمانی محنت کرتے ہوں اور بعض جسمانی کمزوری

معدہ جگر اور گردہ کی خرابیوں میں مبتلا ہوں اُن کو خصوصیت سے مفید ہے "مساکا" دیسی دوا ہے اس لئے اس ملک

آب و ہوا اور مزاج کے عین مطابق ہے

آپ بھی تجربہ کر لیجئے آج کل یورپ امریکہ سے ایسی دوائیں کثرت سے آ رہی ہیں لیکن وہ اس ملک کی آب و ہوا

کے موافق نہیں ہو سکتیں آپ صرف مساکا پر اعتماد کیجئے آپ کو تمام مقوی دواؤں سے بے نیاز کر دے گا

آپ کی صحت اور قوت بہت عزیز چیز ہے اس کی حفاظت کے لئے ایک لمحہ کی تاخیر کئے بغیر مساکا استعمال کیجئے

مساکا کا ایک مکمل کورس (۴۸) گولی جس کی قیمت صرف چھ روپیہ ہے آپ کو طاقت توانائی اور شادمانی عطا کرے گا

اگر آپ تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو ۱۲-۱۲ گولی کے نمونے والے بکس قیمتی ایک روپیہ تین یا چار بکس مسلسل استعمال کر لیجئے پھر آپ

کورس استعمال کرنے پر مجبور ہو جائیں گے

صرف کمزوروں اور مریضوں کے علاوہ تندرست اصحاب بھی مساکا استعمال کر کے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں

مساکا ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے دوران استعمال میں کوئی خاص پرہیز نہیں ہے مفصل معلومات کا کتابچہ مفت طلب کیجئے

اپنے شہر کے تمام دوا فروشوں یا ذیل کے مخزنوں سے طلب فرمایئے

مساکا اسٹور (ہیڈ آفس طوفان بمبئی (۳)

صدر مخزن برائے علاقہ سرکار عالی — ملکی شفاخانہ یونانی شاہ بلڈنگ پتھر گٹی حیدرآباد دکن — براہ کرم آرڈر کے ... نظامیہ ...

مطبوعہ ... حیدرآباد دکن